انیسِ کربلا

سیّد شبیہ احمد انیسؔ پہرسری کے

تاریخی نوحہ جات کا مجموعہ

حصّہ اوّل ۔ حصّہ دوم ۔ حصّہ سوم

گلزارِ انیس

میر انیسؔ کے تاریخوار

مرثیوں کا مجموعہ

ملنے کا پتہ

احمد بک ڈپو۔ امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی کراچی ۱۸

ترتیب ہلالِ محرّم شمشیرِ ماتم حصّہ اوّل

عنوان	صفحہ نمبر
رباعیات	۱۴
سوز	۳۱
فہرستِ سلام	۴
فہرست مرثیہ جات	۶
فہرست نوحہ جات	۱۲

فہرستِ مراثی

نمبرشمار	مطلع	درحال	شاعر	صفحہ نمبر
١	اے مومنو یثرب میں عجب نوحہ گری ہے	شہادت رسولؐ خدا		٧٢
٢	بلقیس پاسباں ہے یہ کس کی جناب ہے	شہادت جناب سیدہ فاطمہؑ	دبیر	٧٦
٣	جب داخلِ بہشت رسولِ خدا ہوئے		"	٨١
٤	خورشیدِ آسمانِ ادب کا طلوع ہے		عشق	٨٥
٥	اے روزہ دارو آہ دلکا کے یہ روز ہیں	شہادت امیر علیہ السلام	دبیر	٨٩
٦	اے حیدریو رحلت حیدر کی یہ شب ہے		انیس	٩٣
٧	ایماں کی جان کیا ہے محبت علیؑ کی ہے			٩٦
٨	یارو مہ صیام کی انیسویں تھی شب			١٠٠
٩	زخمی ہوئے جو حیدرؑ صفدر نماز میں		عشق	١٠٢
١٠	جس دم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا	شہادت حضرت امام حسنؑ		١٠٦
١١	مسجد میں قتل جب شہ خیبر شکن ہوئے		انیس	١١٠
١٢	دشتِ غربت بن وطن سے شہ دیں جاتے ہیں	سفر امام حسینؑ		١١٥
١٣	رخصت ہے وطن سے شہ آوارہ وطن کی			١١٩
١٤	گھر سے جب بہر سفر سید عالم نکلے			١٢٢

نمبرشمار	مطلع	درحال	شاعر	صفحہ نمبر
١٥	مسافروں کی مدینہ میں جب رسید آئی	بیقراری حضرت فاطمہ صغرا	دبیر	١٢٥
١٦	مہِ رجب میں جو شہ سے جدا ہوئی صغرا		"	١٢٨
١٧	انساں کے لئے موت ہے غم بے وطنی کا	شہادت حضرت مسلمؑ		١٣٢
١٨	پردیس میں مسلمؑ کے یتیموں پہ جفا ہے	شہادت فرزندانِ حضرت مسلم		١٣٥
١٩	دربار میں جب کٹ کے یتیموں کے سر آئے			١٣٩
٢٠	کیا آمد ہلال محرم کا شور ہے	آمد محرم ورود امام کربلا	دبیر	١٤٣
٢١	دو فور غم ہے محرم کی آمد آمد ہے		دلگیر	١٤٧
٢٢	جب زیب دہ منزل اول ہوئے شبیرؑ		دبیر	١٥١
٢٣	عزیزو آج پہلی رات ہے ماہِ محرم کی		"	١٥٥
٢٤	رن میں جب شہ کی طرف سے حُرِ دیندار آیا	شہادت حضرت حُرؑ		١٥٨
٢٥	جب زینبؑ غریب کے رن میں پسر لڑے	شہادت عون و محمد علیہ السلام		١٦٠
٢٦	اُمت پہ پسر اپنے فدا کرتی ہے زینبؑ			١٦٤
٢٧	دوزخ سے جب آزاد کیا حُرؑ کو خدا نے			١٦٧
٢٨	زینبؑ نے سُنی جب یہ خبر شاہِ اُمم سے		انیس	١٧١

نمبر شمار	مطلع	درحال	شاعر	صفحہ نمبر
۲۹	اے مومنو جدائی ہے دولہا دلہن میں آج			۱۷۵
۳۰	زخمی جو رن میں قاسمؑ گل پیرہن ہوا	شہادت حضرت قاسمؑ		۱۷۹
۳۱	گھوڑے سے جب کہ قاسمِ گلگوں قبا گرا	بن حسن علیہ السلام		۱۸۳
۳۲	جب لاشۂ قاسم پہ شہ بحر و بر آئے			۱۸۶
۳۳	جب قاسمؑ جری نے جہاں سے سفر کیا		نفیس	۱۸۹
۳۴	جب صدر زیں سے گر پڑے عباس باوفا			۱۹۲
۳۵	جب قتل کیا نہر پہ سقائے حرم کو			۱۹۵
۳۶	جب شہ کے علمدار کو کفاروں نے گھیرا	شہادت حضرت عباس		۱۹۸
۳۷	آئے دریا پہ علمدارِ شہنشاہِ زمن	علمدار علیہ السلام		۲۰۱
۳۸	جان و جگر سیدِ ابرار ہیں عباس			۲۰۵
۳۹	جب رن میں سکینہ سے چھٹے سیدِ ذیجاہ			۲۰۸
۴۰	کسی کا خانۂ امید بے چراغ نہ ہو			۲۱۱
۴۱	کس یوسفِ ثانی کو قضا لائی ہے رن میں			۲۱۵
۴۲	چھٹا جو شاہ سے پیری میں نوجواں فرزند			۲۱۷
۴۳	گھوڑے سے جب حسینؑ کا یوسف لقا گرا	شہادت حضرت		۲۲۱
۴۴	دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر	اکبر علیہ السلام		۲۲۵
۴۵	پدر کی موت ہے مرنا جوان بیٹے کا			۲۲۸
۴۶	جب خیمہ میں باندھے کمر آئے علی اکبرؑ			۲۳۱

نمبر شمار	مطلع	درحال	شاعر	صفحہ نمبر
۴۷	رن سے جب کھا کے سناں اکبر ذیشان آئے			۲۳۵
۴۸	رن میں ہم شکلِ پیمبرؐ جو کھائی برچھی			۲۳۹
۴۹	دل صاحبِ اولاد سے انصاف طلب ہے			۲۴۲
۵۰	دشتِ بلا میں گم علی اکبرؑ کی لاش ہے	شہادت حضرت		۲۴۷
۵۱	زخمی ہوئے جو رن میں جنابِ علی اکبرؑ	علی اکبر علیہ السلام		۲۵۲
۵۲	شبیرؑ سے جب رن میں جدا ہو گئے اکبرؑ			۲۵۶
۵۳	گرے جو گھوڑے سے کھا کے سناں علی اکبرؑ			۲۶۰
۵۴	جب موسمِ جوانی میں اکبرؑ گذر گیا		دبیر	۲۶۳
۵۵	رن میں ابرو کماں کی آمد ہے			۲۶۷
۵۶	جب نامرادِ قبلۂ عالم بچھڑ گئے			۲۷۲
۵۷	بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے			۲۷۶
۵۸	جب وارثِ خلیل شہ کربلا ہوئے	شہادت حضرت		۲۷۹
۵۹	جب تیغ سے قلم شہ دیں کا گلا ہوا	علی اصغر علیہ السلام		۲۸۲
۶۰	جب سے کہ ہوا سلسلہ تولید بشر کا			۲۸۶
۶۱	بانوؑ پچھلے پہر اصغرؑ کے لئے روتی ہے			۲۸۹
۶۲	روانہ نہر لبن کو جو شیر خوار ہوا			۲۹۲
۶۳	ابتدا صبر کی ایوبؑ سے ہے عالم میں	شہادت وہب کلبیؑ		۲۹۵

نمبر شمار	مطلع	در حال	شاعر	صفحہ نمبر
۶۴	ابتر جو ہوا بعدِ عشا ر دفترِ ایماں	شبِ عاشور		۲۹۹
۶۵	اے مجلسیو فصلِ عزا ہوتی ہے آخر	روزِ عاشورا		۳۰۲
۶۶	اہلِ عزا میں حشر کا ساماں آج ہے			۳۰۴
۶۷	پدر کا جو تھا انتظار صغرؑا کو	قاصدِ صغرؑا	دیگر	۳۰۸
۶۸	جب نوجواں پسر شہِ دیں سے جدا ہوا	آخری رخصتِ امام		۳۱۳
۶۹	تنہائی کا عالم ہے امام دوسرا پر	آمدِ زعفر جن	دبیر	۳۱۷
۷۰	آفتاب فلکِ عز و شرافت ہے حسینؑ	شہادتِ عبداللہ بن حسن	انیس	۳۲۲
۷۱	آدم کا دادرس بنی آدم میں کون ہے	شہادت حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام		۳۲۶
۷۲	زخمی جو رن میں فاطمہؑ کا گلبدن ہوا			۳۳۰
۷۳	ابنِ علیؑ جو باغِ رسالت لٹا چکا			۳۳۳
۷۴	جب نامرانِ قبلۂ دیں کوچ کر گئے			۳۳۷
۷۵	جب رن میں سبطِ احمدِ مختار گھر گیا			۳۴۰
۷۶	مومنو تشنہ دہن آج ہیں صحرا میں حسینؑ			۳۴۵
۷۷	جب مر گئے بہتّر و دو تن راہِ خدا میں			۳۴۸

نمبر شمار	مطلع	در حال	شاعر	صفحہ نمبر
۷۸	جب پریشاں ہوئی مولا کی جماعت رن میں			۳۵۲
۷۹	آہوئے کعبہ قربانی داور ہے حسینؑ			۳۵۵
۸۰	اے مومنو حسینؑ پہ شدت کی پیاس ہے			۳۶۰
۸۱	اے مومنو بچھڑتی ہے زینبؑ حسینؑ سے			۳۶۳
۸۲	جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا		دبیر	۳۶۶
۸۳	جس دم نگینِ خاتمِ پیغمبراں گرا		"	۳۶۹
۸۴	کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو			۳۷۲
۸۵	جب کہ تبرّوں سے بدن شاہ کا غربال ہوا		انیس	۳۷۶

مرثیہ

شہادت رسولؐ خدا

(۱)
اے مومنو یثرب میں عجب نوحہ گری ہے — زہراؑ کے لئے داغِ غمِ بے پدری ہے
لب خشک ہیں منہ زرد ہے آنکھوں میں تری ہے — پیغمبرؐ کونین چراغِ سحری ہے
ہوتے ہیں جُدا خیرِ بشر خیرِ نساءؑ سے
محبوبِ خدا چھوٹتے ہیں شیرِ خدا سے

(۲)
جس کا کلمہ پڑھتے ہیں سب مومن دیندار — اب عازمِ فردوس ہے وہ خاصۂ غفار
مکّہ میں مدینہ میں تباہی کے ہیں آثار — اب چھُٹتے ہیں اُمت سے جُدا احمدِؐ مختار
فاقے کئے غمگیں رہے دنیا کے سفر میں
آخر سفرِ مرگ کیا ماہِ صفر میں

(۳)
دروازۂ رہ جسمِ علیؑ ہوتی ہے پنہاں — گم ہوتا ہے اب فاطمہؑ کے ہاتھ سے قرآں
یثرب صفتِ خانۂ دیں ہوتا ہے ویراں — فرقاں کی طرح ہوتے ہیں سادات پریشاں
چہروں پہ حسینؑ و حسنؑ اب خاک ملیں گے
سر ننگے تہہِ تختۂ تابوت چلیں گے

(۴)
اک کافرہ نے گوشت میں تھا زہر کھلایا — اُس زہر نے آخر یہ اثر اپنا دِکھایا
مولا کو سرِ بسترِ آزار گرایا — حِصّہ میں حسنؑ کے وہی زہرِ ستم آیا
کمزور کیا تپ نے رسولِ عربی کو
طاقت نہ رہی بیٹھنے اُٹھنے کی نبیؐ کو

(۵)
جبرئیلؑ نے آکر کہا فرماتا ہے غفار — اپنے لئے ہستی و اجل کا ہے تو مختار
گر کہہ تو شِفا دوں ابھی ہو دفع یہ آزار — مشتاق ہمارا ہو تو کر موت کا اقرار
حضرت نے کہا کہدو شِفا ہو کہ قضا ہو
بہتر ہے وہی جس میں کہ مالک کی رضا ہو

(۶)
القصّہ کہ اسرارِ اجل کھُل گئے دل پر — مسجد میں گئے ضعف کے عالم میں پیمبرؐ
عباسؑ و علیؑ تھامے ہوئے دستِ مطہر — اور جا کے پڑھا خطبۂ آخر سرِ منبر
پر بولے کہ پہنچا ہو اگر رنج کسی کو
اے مومنو تم عفو کرو اپنے نبیؐ کو

(۷)
ہے آخری اس وقت مرا وعظ و نصیحت — اب منبر و محراب سے ہوتا ہوں میں رخصت
اَنا تھا من اللہ الی اللہ ہے رحلت — اب ہوگی ملاقات مری روزِ قیامت
تم غم میں مرے نالہ و فریاد کروگے
امسال مجھے حج میں بہت یاد کروگے

(۸)
دو چیزیں میں چھوڑے ہوئے جاتا ہوں مگر ہاں — وہ اک تو میری آل ہے اور ایک ہے قرآں
قرآں کی حافظ مری عترت ہے نگہباں — یہ دونوں بزرگی میں فضیلت میں ہیں یکساں
قرآن تو تم سب کی تلاوت کے لئے ہے
اور آل پیمبرؐ کی ہدایت کے لئے ہے

گر بعد مرے پہنچے گا زہرا کو کچھ آزار (۹) مرقد سے مری پشت نہیں لگے گی زنہار
یہ چار بزرگ آلِ پیمبر میں خبردار زہرا و حسین و حسن و حیدر کرار

واجب مرے اصحاب پہ اِن سب کی وِلا ہے
یارو یہی تبلیغِ رسالت کا صلہ ہے

فارغ جو ہوا وعظ سے وہ عاشقِ داور (۱۰) پھر گھر میں گئے اور گرے فرشِ اجل پر
اس روز سے تشریف پھر لے گئے باہر بس قبر میں جانے کو اُٹھے واں سے پیمبر

حیران و پریشان و دل افسردہ تھی زہرا
بابا ابھی جیتا تھا مگر مردہ تھی زہرا

پر احمد مختار تھے جب ہوش میں آتے (۱۱) زہرا کو بصد یاس کلیجہ سے لگاتے
کہہ پیار سے یہ دونوں نواسوں کو سناتے میں اچھا ہوں تم کس لئے کھانا نہیں کھاتے

وہ کہتے تھے کیا خاک تمہارے غذا ہو
اللہ کرے جلد کہیں تم کو شفا ہو

شہ کہتے تھے صحت ہو نہ ہو کھانا تو کھالو (۱۲) نانا کے نواسو دلِ مضطر کو سنبھالو
چلاتی تھی زہرا کہ نہ یہ ذکر نکالو بابا مرے فرزندوں کو دولہا تو بنالو

ارمان تھا تم کو تو نواسوں کی دلہن کا
کیا بیاہ نہ دیکھو گے حسین اور حسن کا

یہ کہہ کے رونے لگے اور غش ہوئے مولا (۱۳) دروازہ سے ناگاہ صدا یہ ہوئی پیدا
دو اذنِ حضور اے حرمِ سیدِ والا جا کر کہا زہرا نے کہ بے ہوش ہے بابا

پھر آئی ندا پھر وہی فرما گئی زہرا
پھر تیسری آواز میں گھبرا گئی زہرا

فرصت جو ہوئی غش سے تو حضرت نے بھی پوچھا (۱۴) زہرا نے کہا ایک عرب آیا ہے تنہا
وہ مانگتا ہے اذنِ حضور اے مرے بابا کتنا ہی کیا عذر نہیں اس کو پذیرا

حضرت نے کہا یہ ملک الموت ہے زہرا
ہنگام مری زیست کا اب فوت ہے، زہرا

یہ اذن کسی سے بھی نہیں مانگتا واللہ (۱۵) پر ہاں مرے دروازے کے رتبہ سے ہے آگاہ
اللہ رے عز و شرف سیدِ ذیجاہ بے حکم نہ گھر میں ملک الموت کو تھی راہ

پر کرب و بلا میں یہی گھر تھا یہی در تھا
کفار کا انبوہ تھا آتش کا گزر تھا

بابا ملک الموت نے مولا کا جو فرماں (۱۶) آیا با ادب رو بروئے خسروِ دوراں
حضرت ہوئے اُمت کیلئے رحم کے خواہاں ہاتف نے کہا لے تری مشکل ہوئی آساں

محشر کا خدا نے کیا مختار ابھی سے
بخشے تری اُمت کے گنہگار ابھی سے

مولا ہوئے خوش اور لحاف آپنے اوڑھا (۱۷) سینہ میں جو گنجینۂ اسرارِ خدا تھا
سونپا وہ بلا کر اسد اللہ کو تنہا زہرا سے مخاطب ہوئے اے عاشقِ بابا

کچھ دن تمہیں رہنا ہے یہاں رنج و محن میں
رونا نہ بہت مجھ کو میں تڑپوں گا کفن میں

پھر دستِ یداللہ میں زہرا کا دیا ہاتھ (۱۸) فرمایا سلوک اس سے جو ہوگا ہے مرے ساتھ
زہرا سے کہا خدمتِ حیدر ہے عبادات بے حکم ید اللہ نہ کرنا کوئی بات

محتاج مرے بھائی کو سرتاج سمجھنا
حیدر کی کنیزی کو تو معراج سمجھنا

پھر رو کے کہا اے مرے مظلوم نواسو (۱۹) لو بیٹھ لو زانو پہ مرے کاندھے پہ چڑھ لو
مختار ہیں اُمت کا کئے جاتا ہوں تم کو — وہ کیجیو جس میں مری اُمت کا بھلا ہو
شبرؑ سے کہا زہر دغا پی جیو پیارے
شبیرؑ سے فرمایا سر دیجیو پیارے

فرمایا فرشتہ سے کہ لے قبض کر اب جاں (۲۰) راہی ہوئے مولا طرفِ روضۂ رضواں
پہلے شہِ مرداں نے سر اپنا کیا عریاں — پھر پھاڑے نواسوں نے بھی ننھے سے گریباں
غش میں کہیں زینبؑ کہیں کلثوم پڑی تھی
خاتونِ قیامت پہ قیامت کی گھڑی تھی

چلاتی تھی قرباں گئی آنکھوں کو کھولو (۲۱) پھر کلمہ کا شاہد کرو پھر بیٹی سے بولو
جاتے ہو نواسوں سے بغل گیر تو ہو لو — پھر پایہ سے سر رکھ کے مرے زانو پہ سو لو
قرباں گئی داغ نہ دیتے ہوئے جاؤ
فردوس میں زہراؑ کو بھی لیتے ہوئے جاؤ

مرثیہ ۲

شہادت جنابِ سیدہؑ

بلقیس پاسباں ہے یہ کس کی جناب ہے (۱) مریم درود خواں ہے یہ کس کی جناب ہے
شانِ خدا عیاں ہے یہ کس کی جناب ہے — دہلیز آسماں ہے یہ کس کی جناب ہے
کرسی زمیں سے لیتی ہے گوشے پناہ کے
بیٹھا ہے عرش سایہ میں کس بارگاہ کے

الفت خدا کے بعد حبیبِ خدا کی ہے (۲) منصف کے پاس یہ بھی ولا کبریا کی ہے
پروا نہ فاقہ کی نہ شکایت غذا کی ہے — ایذا فقط جدائی خیر الوریٰ کی ہے
اب نے غذا کی فکر نہ سونے کا دھیان ہے
آنکھوں میں شکل باپ کی رونے کا دھیان ہے

فضہ کنیزِ فاطمہؑ کرتی ہے یہ بیاں (۳) گھر سے ہوا جنازہ پیمبرؐ کا جب رواں
بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی مخدومۂ جہاں — اک ہفتہ رات بھر رہی حجرے میں نیم جاں
دیکھا جو میں نے جھانک کے تو آنکھ بند ہے
آواز آہ آہ کی دل سے بلند ہے

بیٹے پکارتے ہیں کہ للہ باہر آؤ (۴) اماں نہ اتنا روؤ غلاموں پہ رحم کھاؤ
نانا کہاں گئے ہیں بلا لائیں ہم بتاؤ — ہم کپڑے پھاڑتے ہیں نہیں تو گلے لگاؤ
نانا کے بعد ہائے یہ بے قدر ہم ہوئے
سب اک طرف حضور کے بھی یاد کم ہوئے

ہمسائیاں یہ کہتی ہیں اے عاشقِ پدر (۵) دیدارِ مصطفےٰ تو ہے موقوف حشر پر
اُن کے عوض تو اپنی زیارت سے شاد کر — حجرے میں بیٹھی تھی یہ کہہ کر وہ نوحہ گر
اب میں ہوں اور ایک حقارت ہے صاحبو
بابا موئے کی خاک زیارت ہے صاحبو

آخر دفورِ گریہ سے عاجز ہے ہر عرب (۶) حیدرؑ کے پاس رونے کی فریاد لائے سب
کی عرض فاطمہؑ سے کہو اے ولیِ رب — یا سیدہؑ تمہاری رعیت ہے جاں بلب
کھانے کا کوئی وقت نہ سونے کا وقت ہے
جو وقت ہے وہ آپ کے رونے کا وقت ہے

(۷)
باہر سے مرتضیٰؑ گئے گھر میں جھکائے سر — منہ ڈھانپے رو رہی تھی اکیلی وہ خوش سیر
دینے لگے پیامِ عرب شاہِ بحر و بر — گھبرا کے بولی ہائے کروں کیا میں بے پدر
قابو میں موت ہووے تو مر جاؤں یا علیؑ
بابا کا سوگ لے کے کدھر جاؤں یا علیؑ

(۸)
میری طرف سے اہلِ مدینہ کو دو پیام — لوگو خفا نہ ہو مری رخصت ہے صبح و شام
دو چار دن تمہارے محلہ میں ہے مقام — رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہے تمام
گھبراتی ہوں وطن میں صفر کے مہینے سے
بابا سدھارے کام مجھے کیا مدینے سے

(۹)
حیدرؑ کا اس بیان سے ٹکڑے ہوا جگر — بیت الحزن بنایا بقیعہ میں جلد تر
لکھا ہے ہاتھ تھام کے بیٹوں کا ہر سحر — واں جا کے رویا کرتی تھی دن بھر وہ نوحہ گر
شاہِ نجف چراغ جلے گھر سے جاتے تھے
سمجھا کے سوگوارِ پیمبرؐ کو لاتے تھے

(۱۰)
اک دن نگاہ کرتے ہیں کیا شاہِ لافتیٰ — مطبخ ہے گرم آرد جو ہے گندھا ہوا
نہلا رہی ہے بچوں کو مل مل کے دست و پا — پھیلا دیئے ہیں کرتے بھی دھو کر جدا جدا
پوچھا کہ اتنے کاموں کا جو شغل آج ہے
اس وقت کچھ بحال تمہارا مزاج ہے

(۱۱)
بولیں کہ آج رات کو ہو جاؤں گی بحال — کل میرے کاروبار میں تم ہو گے خوں نڈھال
خدمت کا میرے بچوں کی ہوگا کسے خیال — نہلا دھلا دیا کہ پریشاں تھا اُن کا حال
کرتے بھی دھوتے قوت بھی کل تک کا دے چلی
سہرا نہ دیکھا ایک یہ ارمان لے چلی

(۱۲)
ناگاہ آیا فاطمہؑ کا وقتِ انتقال — مسجد میں مرتضیٰؑ گئے محزون و خستہ حال
حجرے میں باپ کے گئی خاتونِ خوش خصال — اسما سے بولی مظہرِ اسمائے ذوالجلال
کافور جلد فاطمہؑ زہرا کے پاس لا
پانی ہمارے غسل کو لا اور لباس لا

(۱۳)
حجرے میں غسل کر کے پڑھی آخری نماز — سجدے میں سر جھکا کے کہے اپنے دل کے راز
آوازِ ارجعی سے کیا حق نے سرفراز — زہراؑ نے اپنے پاؤں کئے قبلہ کو دراز
حوروں نے پھر بہشت میں برپا یہ غل کیا
پیٹو قضا نے شمعِ پیمبرؐ کو گل کیا

(۱۴)
پھر تو ہر اک محلے میں محشر بپا ہوا — اپنے پرائے دوڑے کہ ہے ہے یہ کیا ہوا
فضہ پکاری سیدہؑ کا واقعہ ہوا — حجرہ بتولِؑ پاک کا ماتم سرا ہوا
چھاتی قلق سے دیکھنے والوں کی پھٹ گئی
منہ رکھ کے منہ پہ مردے کے زینبؑ لپٹ گئی

(۱۵)
لے کر بلائیں کہتی تھی بیٹی نثار ہو — اماں میں ہول کھاتی ہوں تم ہوشیار ہو
بھیّا زمیں پہ لوٹتے ہیں ہم کنار ہو — تم آنکھیں کھول دو تو سبھوں کو قرار ہو
ہے ہے یہ چپکے رہنے کی کیا بات ہو گئی
نانا کا فاتحہ نہ ہوا رات ہو گئی

(۱۶)
میں دودھ بخشوانے نہ پائی کہ چل بسیں — شربت بنا کے لانے نہ پائی کہ چل بسیں
کچھ حالِ دل سنانے نہ پائی کہ چل بسیں — میں بے نصیب آنے نہ پائی کہ چل بسیں
کیا جلد تر زمانہ ہوا انتقال کا
ہے ہے ابھی تو سن تھا کل اٹھارہ سال کا

(۱۷) اے میری فاقہ کش مری نادار اماں جاں — اے میری بے ردا مری بیمار اماں جاں
کعبہ کی آبرو مری سردار اماں جاں — اے میری صابرہ مری ناچار اماں جاں
نانا موئی تو تھی کوئی تازہ خطاب دو
اماں جواب دو مری اماں جواب دو

(۱۸) ناگاہ آئے روتے ہوئے شاہِ لافتیٰ — غسل و حنوطِ فاطمہؑ خود حجرے میں کیا
استبرقِ بہشتِ بریں کا کفن دیا — تابوت میں لٹا کے گلے سے لگا لیا
بولے کفن میں کھول کے رخسارِ فاطمہؑ
مشتاقو آؤ دیکھ لو دیدارِ فاطمہؑ

(۱۹) پھرنے لگیں کنیزیں جنازے کے آس پاس — جھک کر بلائیں بیٹیوں نے لیں بحالِ یاس
اب کیا کہوں کہ شدتِ غم سے ہے دل اداس — نزدیک ہے وہ وقت کہ شیعہ ہوں بے حواس
باری خدا کے عرش کے ہلنے کی آئی ہے
نوبت حسنؑ حسینؑ کے ملنے کی آئی ہے

(۲۰) ننھے سے سر کھلے ہیں نہیں سر پہ ٹوپیاں — کہتے ہیں کچھ تو منہ سے نکلتا ہے ہائے ماں
لکھا ہے جب جنازے پہ پہنچے وہ نیم جاں — حسرت سے دیکھا مردہ کا منہ اور یہ کی فغاں
اماں غلام آئے ہیں رخصت کے واسطے
جاتی ہو تم نبیؐ کی زیارت کے واسطے

(۲۱) ہونے لگے وداع یہ کہہ کر وہ دردمند — عاشق نے بے ہلے ہوئے رخصتؑ کی پسند
یوں کانپی فاطمہؑ کہ کھلے سب کفن کے بند — تھرا کے دونوں ہاتھ برابر کیے بلند
قبرِ رسولِ پاک اُس الفت سے ہل گئی
باہیں گلے میں ڈال کے بیٹوں سے مل گئی

(۲۲) باہیں گلے میں بیٹوں کے زہراؑ نے ڈال دیں — اور سینہ سے لپٹ گئے جھک کر وہ نازنیں
ہاتف نے دی علیؑ کو ندا اے ولیِ دیں — روتے ہیں اب فلک پہ ملک ہلتی ہے زمیں
تسکینِ عرشِ اعظمِ ربِّ علا کرو
بیٹوں کو ماں کی لاش سے جلدی جدا کرو

(۲۳) منہ چوم کر یتیموں کا بولے یہ مرتضیٰ — لو روتے ہیں ملائکہ اب ماں سے ہو جدا
فضہ پکاری بی بی کے اعجاز کے فدا — بس عاشقِ حسینؑ و حسنؑ پیار ہو چکا
باہیں نکالو دفن میں اب دیر ہوتی ہے
آئی ندا کہ روح نہیں سیر ہوتی ہے

مرثیہ ۳

شہادت جنابِ سیدہؑ

(۱) جب داخلِ بہشت رسولِ خدا ہوئے — یعنی جہاں سے راہیِ ملکِ بقا ہوئے
محزون و دل ملول شہِ لافتیٰ ہوئے — سبطینؑ غم میں نانا کے صرفِ بکا ہوئے
صدمہ ہر ایک کو تھا جنابِ رسولؐ کا
پر حالِ غیر سب سے سوا تھا بتولؑ کا

(۲) گاہے علیؑ سے کہتی تھی رو رو کے وہ دردناک — والی نبیؐ کو تم نے سلایا بزیرِ خاک
کیونکر چھپایا قبر میں تم نے وہ روئے پاک — ہے ہے پدر ہلاک ہو بیٹی نہ ہو ہلاک
اتنا تو کہیے پائنتی کس کو سلاؤ گے
پوچھا تو ہو نا فاطمہؑ کو کب بلاؤ گے

بھولا تھا اس قلق میں حسینؑ و حسنؑ کا پیار (۳) اور پیار تھا تو یہ تھا کہ کہتی تھی بار بار
کاندھے پہ اپنے نانا کے ہوتے نہیں سوار اب گیسوئے نبیؐ کو بناتے نہیں مُہار
بیٹے تو ماں سے کہتے تھے نانا کدھر گئے
ماں پوچھتی تھی بیٹوں سے بابا کدھر گئے

سب عورتوں سے پوچھتی پھرتی تھی جا بجا (۴) تم جس کا کلمہ پڑھتے ہو لوگو ہوا وہ کیا
ازواجِ مصطفےٰؐ سے یہ کہتی تھی دو پتا تم میں سے کس کے گھر میں ہے مہماں پدر مرا
اکثر سفر سے آئے اور اکثر سفر کیا
اب کے کدھر گئے کہ مجھے بے پدر کیا

القصہ رفتہ رفتہ ہوا عارضہ کو طول (۵) پھر صاحبِ فراش ہوئی دخترِ رسولؐ
مریمؑ کو حق نے بھیجا پئے خدمتِ بتولؑ جبرئیلؑ نے بھی رونے زمیں پر کیا نزول
سب جمع تھے تسلیٔ زہراؑ کے واسطے
لیکن وہ بیقرار تھی بابا کے واسطے

اک روز جبرئیلؑ نے زہراؑ سے یہ کہا (۶) نزدیک ہے وصال جدائی کا غم نہ کھا
مژدہ قضا کا سنتے ہی سجدہ کیا ادا بولیں ہزار شکر ملا دل کا مُدعا
سُرخی سی مردنی کے عوض رُخ پہ چھا گئی
جنت میں جانے کیلئے طاقت بھی آ گئی

بستر سے خیرِ نساءؑ اٹھیں تھام کر عصا (۷) قبرِ نبیؐ پہ فاتحہ آخری پڑھا
ہمسائیوں کے گھر گئیں رخصت کو اور کہا لو صاحبو بحل کرو اب کوچ ہے مرا
ایذا تھی تم سبھوں کو مرے شور و شین سے
کل فاطمہؑ نہ ہوئے گی تم سونا چین سے

ہمسایہ کے حقوق سے آگاہ ہے جہاں (۸) لوگو مرے یتیموں سے رہنا نگاہباں
اب ساتھ اُن کا اور تمہارا ہے ہم کہاں بن ماں کے ہوتی ہیں مری دُکھیا ہی بیٹیاں
بچپن پہ اپنے بچوں کے آنسو بہاتی ہوں
تم پر حسنؑ حسینؑ کو میں چھوڑے جاتی ہوں

دولت سرا میں آئیں جو پھر اشرف النساءؑ (۹) پھیلائے کُرتے بچوں کے دھو کر جُدا جُدا
تیار کی حسینؑ و حسنؑ کے لئے غذا کھول کے بقچہ اپنا کفن سامنے رکھا
کافورِ خلد کا جو دیا تھا رسولؐ نے
وہ رکھ لیا کفن میں جنابِ بتولؑ نے

رو کر کبھی حسنؑ کو گلے سے لگا لیا (۱۰) آغوش میں حسینؑ کو گاہے بٹھا لیا
رخصت کیا کسی کو کسی کو بُلا لیا پڑھنے کے واسطے کبھی قرآں اُٹھا لیا
کہتی تھی گاہ بچوں سے مُنہ اپنا موڑ کے
کل سُونے گھر میں سونا ہے بسنی کو چھوڑ کے

زہراؑ کے حالِ یاس پہ شب بھی عجب کیا (۱۱) تیار اپنی موت کا سامان سب کیا
ذکرِ نبیؐ کیا کبھی گہ شکرِ رب کیا ہنگامِ عصر شیرِ خدا کو طلب کیا
رو کر کہا قریب جدائی کی رات ہے
لو الوداع۔ آج ہماری وفات ہے

سُن لو وصیتیں مری ابنِ عم یا امام (۱۲) فضّہ سے میرے بعد عدالت سے لینا کام
ہشیار فاطمہؑ کی امانت سے صبح و شام دو بیٹیاں دو بیٹے ہیں بس اور خدا کا نام
میں نے بڑے دکھوں سے یہ سب بچے پالے ہیں
حق کے حوالے تم یہ تمہارے حوالے ہیں

سب ہاشمی قسم مری عصمت کی کھاتے ہیں (۱۳) مجھ کو عرب کی رسم سے اندیشے آتے ہیں
عورت کا مرنا تختہ پہ رکھ کر اُٹھاتے ہیں — آثار اُس میں مُردے کے سب پائے جاتے ہیں
دیتی ہوں میں قسم تمہیں روحِ رسولؐ کی
والی نہ یوں اٹھائیو میت بتولؑ کی

اِک نعش تم جریدِ رُطب کی بنائیو (۱۴) اور اس میں میرا مُردہ لاغر لٹائیو
مُردے پہ میرے بابا کی چادر اُڑھائیو — جب خلق سو رہے تو جنازہ اُٹھائیو
پوشیدہ دفن رات میں للہ کیجیو
بچے جو میرے روئیں تو رونے نہ دیجیو

ہے آرزو کہ قبر میں مجھ کو حسنؑ لٹائے (۱۵) شبیرؑ میرے مُردے کا مُنہ قبلے کو پھرائے
پھر خود کہا نہیں نہیں بچہ ہے ڈر نہ جائے — ناگاہ کھیلتے ہوئے دونوں یتیم آئے
چھاتی لگا کے بولی لو ہم تو مرتے ہیں
تم سے سلوک دیکھئے کیا لوگ کرتے ہیں

بیٹوں کا ہاتھ ہاتھ میں زینبؑ کے پھر دیا (۱۶) زینبؑ پکاری خیر ہے اماں یہ کیا کیا
یہ شیرِ حق کے شیر ہیں دُکھیا شکستہ پا — عادل کی بیٹی ہو تمہیں انصاف ہے روا
لازم تھا سونپنا مجھے ایک ایک بھائی کو
بیٹے سپرد کرتی ہو تم اپنی جائی کو

لے کربلا میں بیٹی کی زہراؑ نے یہ کہا (۱۷) روتی تو ہوں زیادہ نہ زینبؑ مجھے رُلا
کچھ بھائیوں کے سونپنے کا سمجھی مدعا — تو اُن کی رونے والی ہے زہراؑ ترے فدا
کیا بس مرا جو مرضیٔ پروردگار ہے
زینبؑ تمام کنبے کی تو سوگوار ہے

یہ کہتی تھی کہ غش نے دیا موت کا پیام (۱۸) حجرے سے نکلے روتے ہوئے اقربا تمام
ترتیبِ نعش کے لئے باہر گئے امام — زہراؑ نے یاں مصلّے پہ اپنا کیا مقام
لکھا ہے بس نمازِ عشاء کی ادا ہوئی
اور غُل اُٹھا بنتِ نبیؐ کی قضا ہوئی

حجرے میں آئے فاطمہؑ کے لال ننگے سر (۱۹) دیکھا کہ ہے مُصلّے پہ خاتونِ بحر و بر
رُخ سے ضیا ریوں سے تبسّم ہے جلوہ گر — ہیں موت کے پسینہ کی بوندیں جبین پر
قبلہ کی سمت کلمہ کی اُنگلی بلند ہے
بغلوں میں دونوں ہاتھ ہیں اور آنکھ بند ہے

ماتھا حسنؑ نے مُردے کے ماتھے پہ رکھ دیا (۲۰) رو رو کے اماں اماں کہا اور غش ہوا
تلوؤں سے اپنے ماتھے کو شبیرؑ نے ملا — پاؤں میں دم نہ پایا تو یہ کان میں کہا
میں آپ کا غلام ہوں اور نورِ عین ہوں
آواز دو حسینؑ ہوں اماں حسینؑ ہوں

مرثیہ ۴

شہادت جنابِ سیّدہؑ

خورشید آسمانِ ادب کا طلوع ہے (۱) وصفِ جنابِ فاطمہ زہراؑ شروع ہے
طبعِ سلیم وقتِ خضوع و خشوع ہے — اے قلب قلبِ عصمتِ مریم رجوع ہے
اے چشم پاک پردۂ مژگاں کو ڈال دے
مردم کو جلد اپنے مکاں سے نکال دے

مضموں خلافِ شرع نہ لائے دل زباں پہ آئے (۲) پڑھ سیّدہ کا حال کہ خود جسم تھرتھرائے
سنگِ الم سے آئینۂ دل شکست پائے — منصف یہاں سے اُٹھ کے یہ کہتے گھروں کو جائے
نقشہ کھینچا ہے سامنے رنج و ملال کا
کیا مرتبہ ہے فاطمہ زہراؑ کے لال کا

کہتے ہیں جس کو شافعِ محشر وہ فاطمہؑ (۳) ہے جو حسنؑ حسینؑ کی مادر وہ فاطمہؑ
بیٹے کا جس کے آہ کٹا سر وہ فاطمہؑ — بیٹی کی جس کی چھن گئی چادر وہ فاطمہؑ
کیا کیا مصیبتیں سہیں اُمّت کے واسطے
آئیں گی روزِ حشر شفاعت کے واسطے

بیٹھے تھے ایک روز نبیؐ فاطمہؑ کے پاس (۴) تنہا آذاب روتے رسولِ خدا اداس
جھک کر کہا بتولؑ سے کیوں میری حق شناس — شبّرؑ پئے گا زہر سہے گا حسینؑ پیاس
جب مرتضیٰؑ کو دیکھئے اُمّت کا ذکر ہے
بیٹی تمہیں بھی کچھ مری اُمّت کی فکر ہے

میزانِ عدل ہوگی قیامت میں جب عیاں (۵) اعمال فرد فرد کے تولیں گے بے گماں
اُمّت کا واں جو پلۂ عصیاں ہوا گراں — اُس وقت کیا کرو گی بتاؤ تو میری جاں
عاصی گنہ سے ہونگے سبکبار کس طرح
دوزخ سے پھر بچیں گے گنہگار کس طرح

ہنس کر کہا مری تو اُسی دن بن آئے گی (۶) مجبور اختیار اُسی روز پائے گی
اُس باغ میں بہار مری گل کھلائے گی — جنت میں بے لئے انہیں زہراؑ نہ جائے گی
ہوں گی میانِ حشر نہایت ہجوم سے
جنت میں لیکے جاؤں گی شیعوں کو دھوم سے

بولے رسولِ پاک بھلا کچھ سنیں تو ہم (۷) بولی کہ سنیئے بادشہ آسماں حشم
اعمال ہائے نیک ہوئے وزن میں جو کم — میں ہوں گی پاس آپکے شیعوں کو کیا ہے غم
سَم ہے نصیب میں حسنؑ خوشخصال کے
رکھ دوں گی جلد لختِ جگر اپنے لال کے

گویا ہوئے یہ حضرتِ محبوبِ ذوالمنن (۸) اس پر بھی گر زیادہ ہوئے جرمِ مرد و زن
رکھو گی کیا بتاؤ تو پھر میری کم سخن — بولی بتول بازوئے عباسِ صف شکن
یوں بھی گھٹیں گنہ جو نہ اہلِ قصور کے
رکھ دے گی فاطمہؑ درِ دندانِ حضورؐ کے

ارشاد پھر یہ کرنے لگے سیّد البشرؐ (۹) پلّے نہ یوں بھی دونوں برابر ہوئے اگر
آواز دی کہ رکھوں گی زخمی علیؑ کا سر — پوچھا جو یوں بھی کم ہوئے بولی کہ کیا خطر
ہر طرح فضلِ حق سے بچائے گی فاطمہؑ
اصغرؑ کی لاش دوڑ کے رکھ دیگی فاطمہؑ

فرمائے پھر یہ بیٹی سے شاہِ فلک جناب (۱۰) یوں بھی جو کم ہوئے تو وہ بولی با اضطراب
اکبرؑ کی لاش رکھوں گی اے مالک الرقاب — پھر بولے یوں بھی کم ہوئے اُس نے دیا جواب
اے بابا جان مقام ہے یہ شور و شین کا
رکھ دے گی بیٹی لاشۂ بے سر حسینؑ کا

القصہ جب جہاں سے اُٹھے شاہِ دوجہاں (۱۱) ہر دم تڑپ کے فاطمہؑ کرتی تھی یہ بیاں
بیٹی پہ گھر کو چھوڑ کے بابا گئے کہاں — تنگ آئے سارے اہلِ محلہ یہ کی فغاں
غم میں نبیؐ کے صاحبِ آزار ہوگئیں
آخر جنابِ فاطمہؑ بیمار ہوگئیں

راوی بیان کرتا ہے یاں سے بصد بکا (۱۲) بس رفتہ رفتہ سیدہ کا عارضہ بڑھا
پھر صاحبِ فراش ہوئی وا مصیبتا — طاقت رہی نہ جسمِ مبارک میں مطلقا
ایسا بڑھا مرض کہ اجل سر پہ آ گئی
اک زردی رُخِ زہرا پہ چھا گئی

زینب سرہانے بیٹھ کے کرنے لگی بکا (۱۳) ہے ہے میں کیا کروں مری اماں کو کیا ہوا
جھک جھک کے اضطراب سے دیتی تھی یہ صدا — لی مجھ سے نزع میں بھی خدمت یہ کیا کیا
کیا جانے رُوح جسم سے کیونکر نکل گئی
اماں تمہارے چہرے کی رنگت بدل گئی

اُٹھئے سبھوں کو پاس بُلا کر بٹھائیے (۱۴) کیا نوش کیجئے گا میں لاؤں بتائیے
بھائی گئے ہیں دیر سے اُن کو بلائیے — رونے کو قبرِ احمدِ مرسل پہ جائیے
ایسی بھی نیند ہوتی ہے بیدار ہوجیے
گھر ہے اُداس بیٹھئے ہوشیار ہوجیے

شہزادے آئے اتنے میں باہر سے دردناک (۱۵) دل ہو گیا حسینؑ کا صدمے سے چاک چاک
دوڑے حسن ملے ہوئے اپنی جبیں پہ خاک — بولے علیؑ سے ہو گئے ہم جیتے جی ہلاک
جو قہر ہو گیا وہ کہیں کس زبان سے
بابا چلو کہ اُٹھ گئیں اماں جہان سے

تا دیر آ کے شیرِ خدا نے بکا کیا (۱۶) اسما کو غسل دینے کی خاطر بلا لیا
کفنائی لاش رنج سے خونِ جگر پیا — تابوت لا کے صحن میں حیدر نے رکھ دیا
رو کر پکارے لالہ عذارو گلے ملو
لو آؤ ماں سے اے مرے پیارو گلے ملو

مل لو کہ پھر بتول کہاں اور تم کہاں (۱۷) لپٹے گلے سے لاش کے دونوں وہ خستہ جاں
سرکائی لاش فاطمہ زہرا کی ناگہاں — کھل کھل کے بند ہاتھ کفن سے ہوئے عیاں
ماں سے اخیر ملنے میں دونوں جو ساتھ تھے
گل سے گلوں میں فاطمہؑ زہرا کے ہاتھ تھے

لرزے میں تھا زمیں کا بدن حشر تھا بپا (۱۸) ناگاہ ایک سمت سے آنے لگی صدا
بیٹوں کو ماں سے جلد کرو یا علیؑ جُدا — مرقد میں بیقرار ہیں محبوبِ کبریا
گرتا ہے پیٹ کے چرخِ بریں کو سنبھال لو
ان کے گلوں سے مُردے کی باہیں نکال لو

مرثیہ ۵

شہادت حضرت امیرؑ

اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں (۱) سادات پر نزولِ بلا کے یہ روز ہیں
سرتاجِ اوصیا کی عزا کے یہ روز ہیں — تم سے وداعِ شیرِ خدا کے یہ روز ہیں
زخمی ہوا امام تمہارا نماز میں
ظالم نے روزہ دار کو مارا نماز میں

ماہِ مبارکِ رمضاں اور خدا کا گھر (۲) تڑکا وہ نور کا وہ شبِ قدر کی سحر
پیشِ خدا وہ سجدے میں شیرِ خدا کا سر — اور ہائے تیغِ ظلم کی ضربت وہ فرق پر
فوارے خوں کے زخمِ جبیں سے بہا کئے
سجدے میں آپ ربی الاعلیٰ کہا کئے

(۳)
سر پیٹو مومنو سرِ حیدرؑ ہوا دونیم   ایماں کے برج کا مہِ انور ہوا دونیم
سوچو تو فرق شاہ کا کیوں کر ہوا دونیم   لکھا ہے مغز تک سرِ اطہر ہوا دونیم
زہراؑ نے بال کھولے نبیؐ ننگے سر ہوئے
تم بے امام اور حسنؑ بے پدر ہوئے

(۴)
کس وقت میں بہایا ہے کرار کا لہو   ہے ہے مدینہ دور کمیں گاہ میں عدو
کل چار یا پنج سال کے سجاد نیک خو   دادا کے دل میں پوتے کے مکتب کی آرزو
کم سن کئی یتیم شہ دادرس کے ہیں
عباسؑ نامدار ابھی نو برس کے ہیں

(۵)
لکھا ہے جب دونیم ہوا فرقِ مرتضےٰؑ   سدرہ سے جبرئیلؑ کے رونے کا غل ہوا
پھینکی سروں سے زینبؑ و کلثومؑ نے ردا   چلا کے بھائیوں کو پکاری غضب ہوا
سنتے ہو جبرئیلؑ نے اس وقت کیا کہا
وہ بولے پیٹ کر قتل المرتضیٰؑ کہا

(۶)
دوڑے یہ کہہ کے جانبِ مسجد وہ نیک ذات   ڈوبی ہوئی لہو میں ملی کشتیٔ نجات
ماتھے پہ خون باپ کا مل کر کہی یہ بات   ہے ہے اٹھایا قبلہ و کعبہ پہ کس نے ہاتھ
رلوایا نانا جان کو دارالسلام میں
بن باپ کا کیا ہمیں ماہِ صیام میں

(۷)
ناگہ نمازیوں کا گروہ آیا ننگے سر   حیدرؑ نے مجتبیٰؑ سے کہا آنکھیں کھول کر
پڑھواؤ تم نماز جماعت کی اے پسر   ہم بیٹھے بیٹھے پڑھتے ہیں اپنے مقام پر
لیکن جبیں کے زخم پہ رومال باندھ دو
میرا سرِ شگافتہ اے لال باندھ دو

(۸)
باندھا حسنؑ نے زخم سرِ شاہِ ذوالجلال   بولے علیؑ کہ اور کسو درد ہے کمال
شبرؑ نے جب کسا تو کیا پھر وہی مقال   پھر حسینؑ باندھ کر یہ پکارا وہ خوشخصال
اب درد کیسا اے اسدِ ذوالجلال ہے
ہاتھوں سے سر پکڑ کے کہا وہی حال ہے

(۹)
پڑھوا کے پھر نماز جماعت کی مجتبیٰؑ   بابا کے سر پہ پڑھنے لگے آیۂ شفا
ناگاہ آ کے کسی عورت نے دی ندا   زہراؑ کے پیار و تم سے یہ زینبؑ نے ہے کہا
بابا کو میرے جلد جو گھر میں نہ لاؤ گے
تو سر برہنہ مجھ کو بھی مسجد میں پاؤ گے

(۱۰)
بولے علیؑ حواس ابھی بے سبب نہیں   زینبؑ سے کہہ دو کوفہ ہے یہ کربلا نہیں
میں بے دیار و بیکس و بے آشنا نہیں   شیعہ ہیں گرد نرغۂ اہلِ جفا نہیں
پردے سے ننگے سر تو ابھی کیوں نکلتی ہے
کیا حلق پر حسینؑ کے تلوار چلتی ہے

(۱۱)
شیعوں میں اس بیان سے ہوا اور شور و شین   لائے پسر گلیم پہ شاہِ مشرقین
یوں لے چلے گلیم میں حیدرؑ کو نورِ عین   کاندھا دیئے سرہانے حسنؑ پائنتی حسینؑ
آگے جلو میں روح الامیں ننگے سر چلا
لاشہ کنندۂ درِ خیبر کا گھر چلا

(۱۲)
پہنچا جو لاشۂ شہ مرداں قریبِ در   بے ساختہ نکل پڑی زینبؑ برہنہ سر
بعد اس کے یونہی آئی تھی اکبرؑ کی لاش پر   یہ واقعہ تھا باپ کا وہ رحلتِ پسر
رکھ رکھ کے ہاتھ آنکھوں پہ سب خلق ہٹ گئی
پھیلا کے ہاتھ لاشہ سے زینبؑ لپٹ گئی

(۱۳)
لاشے کی پیشوائی کو سب اہلِ بیت آئے
سر کو سنبھالے ہاتھوں پہ بیت الشرف میں لائے
ام البنینؑ زمیں پہ تڑپ کر پکاری ہائے
عباس ہے کہاں ارے جراح کو بلائے
جلد آئے زخمِ فرق کے مرہم لگانے کو
بولا کوئی حسینؑ گئے ہیں بلانے کو

(۱۴)
ام البنینؑ کو پایا جو صدمہ میں مبتلا
باہیں گلے میں ڈال کے عباس نے کہا
اے اماں صدقہ دینے سے رد ہوتی ہے بلا
بھائی حسنؑ حسینؑ ہیں زہراؑ کے دلربا
روشن کرو جہاں میں تم اپنے نام کو
صدقہ اتارو شاہِ نجف پر غلام کو

(۱۵)
یہ سن کے اس ہراس میں سنبھلی وہ بیقرار
لے کر بلائیں بولی چلو میرے گلعذار
بابا پہ تم نثار ہو تم پہ یہ ماں نثار
چلائی بڑھ کے مجمع ماتم میں ایک بار
سیدانیو رنڈاپے کے غم سے پناہ دو
صدقہ اتارنے کو میں آئی ہوں راہ دو

(۱۶)
بولی علیؑ تو ہوش میں اے نوحہ گر نہیں
عباسؑ کے وقار کی تجھ کو خبر نہیں
یہ فاطمہؑ کا بیٹا ہے تیرا پسر نہیں
شبیرؑ کے لئے کوئی ایسی سپر نہیں
زہراؑ سے رتبہ پوچھئے اس نورعین کا
یہ کربلا میں ہوئے گا فدیہ حسینؑ کا

مرثیہ ۶

شہادت جنابِ امیرؑ

(۱)
اے حیدریو رحلتِ حیدرؑ کی یہ شب ہے
بے وارثیِ آلِ پیمبرؐ کی یہ شب ہے
اے ماتمیو رو و کہ محشر کی یہ شب ہے
لو واقعۂ فتحِ خیبر کی یہ شب ہے
کل مومنوں کے سر سے یداللہ اُٹھے گا
تابوت جنابِ اسد اللہ اُٹھے گا

(۲)
لو مومنو تم ہو گئے بے وارث و والی
لو دوستو ہے تم سے وداعِ شہ عالی
کل صبح کو چلائیں گے حیدرؑ کے موالی
آج احمدِ مختار کی مسند ہے خالی
ٹکڑے کئے زہراؑ نے گریبانِ کفن کے
کوئی نہ رہا سر پہ حسینؑ اور حسنؑ کے

(۳)
مسجد میں ستمگار نے کعبہ کو گرایا
بے قدر شبِ قدر کا کچھ دھیان نہ لایا
محراب میں قندیلِ امامت کو بجھایا
سیدانیوں کو عید کے نزدیک رُلایا
دردا شہ لولاک کے داماد کو مارا
فریاد کہ جبرئیلؑ کے استاد کو مارا

(۴)
اب واقعۂ شبیرِ خدا کرتا ہوں تحریر
قاتل کو پکڑ لائے جو ہیں شبرؑ و شبیرؑ
مشکیں بھی بندھی کا نپتا تھا خوف سے بے پیر
لعنت کی طرح تیغ تھی قاتل کے گلوگیر
رحم آگیا ظالم کے لرزنے پہ علیؑ کو
فرمایا مرے آگے سے سرکا د شقی کو

(۵)
جب لے چلے قاتل کو تو بولے شہِ ابرار — یہ دشمنِ شیرِ خدا اے سگِ مکّار
اس ماہِ مبارک میں کیا ظلم جفاکار — کیا تیری امامت کا علی تھا نہ سزاوار
کی شرم نہ محبوبِ خدا سے نہ خدا سے
لے دیکھ یہ روتے ہیں پیمبر کے نواسے

(۶)
کہنا تو وہ کیا تھا یہ خجل ہو گیا گمراہ — اللہ رے کرم بیٹوں سے فرمانے لگے شاہؑ
مشکیں مرے قاتل کی تم اب کھول دو للہ — یہ بھی تو مری عقدہ کشائی سے ہو آگاہ
کھلواتے ید اللہ نے جلّاد کے بازو
ہیہات بندھے رسی میں سجّادؑ کے بازو

(۷)
تھا ساتھ لعیں مسجدِ کوفہ سے سراسر — گھر لے چلے سبطینِ نبیؐ شہ کو اٹھا کر
تھے گرد تو اس لاش کے سب شیفتۂ حیدرؑ — فرزند یتیم آگے تھے سر ننگے برابر
زینبؑ پہ یتیمی کی مصیبت جو پڑی تھی
چلاتی تھی سر پیٹتی تھی در پہ کھڑی تھی

(۸)
عباسؑ سے حیدرؑ نے کہا چپکے سے جاؤ — ہاں فاطمہؑ کی بیٹی کو ڈیوڑھی سے ہٹاؤ
سمجھاؤ کہ بس عرشِ خدا کو نہ ہلاؤ — رہگیروں کو آواز نہ رونے کی سناؤ
اک وقت یہ تھا ایک وہ آفت کی گھڑی تھی
دن میں یہی زینب تھی کہ سر ننگے کھڑی تھی

(۹)
القصہ شبِ بست و یکم جب ہوئی پیدا — سب اہل و عیال اپنے علیؑ نے کیے یکجا
پھر دستِ حسنؑ میں دیا ہاتھ اور کہا بیٹا — ان کو تمہیں سونپا تمہیں اللہ کو سونپا
گو حادثہ ہے خواہشِ تقدیر سے ہونا
پر تم نہیں غافل مرے شبیرؑ سے ہونا

(۱۰)
یہ کہتے ہی بے حس ہوئے حیدرِ کرار — شبیر کی غربت پہ جگر ہو گیا افگار
اک سمت سے اتنے میں سنا نوحہ کئی بار — لیٹے تھے یہ اٹھ بیٹھے یہ کرتے ہوئے گفتار
کس دردِ رسیدہ کی یہ فریاد و بکا ہے
یہ تو مرے عباسؑ کے رونے کی صدا ہے

(۱۱)
سب بولے وہی روتا ہے یہ کہہ کے بصد یاس — بابا بھی مجھے بھولے تو اب کس کی رکھوں آس
سونپا نہ حسنؑ کو مجھے کم رتبہ تھا عباس — اب آج سے بیٹھوں گا نہ میں بھائیوں کے پاس
ہم صورت و ہم شانِ شہِ قلعہ شکن تھا
کیا میں نہ سزاوارِ غلامیِ حسنؑ تھا

(۱۲)
رو کر کہا مولا نے عبث اس کو ہے وسواس — کیوں کیوں مرا عباسؑ نہیں آتا مرے پاس
یہ سُن کے پھر سر کو جھکائے ہوئے عباسؑ — اور باندھ کے ہاتھوں کو یہ عرض کی بصد یاس
وہ درد ہے مجھ کو افاقہ نہیں بابا
اِن سب کا ہے آقا مرا آقا نہیں بابا

(۱۳)
فرمایا علیؑ نے کہ نہ رو اے مرے دلدار — کیوں روتے ہو جیتا ہے ابھی حیدرِ کرار
بے وارث و والی تمہیں چھوڑوں گا نہ زنہار — لو دولتِ کونین تمہیں دیتا ہے غفار
اللہ سلامت رکھے مولا کو تمہارے
روٹھو نہ بلاتا ہوں میں آقا کو تمہارے

(۱۴)
پھر رُک کے کہا راضیِ تقدیر کو لاؤ — مظلوم کو لاؤ شہِ دلگیر کو لاؤ
شمعِ لحد صاحبِ تطہیر کو لاؤ — شبیرؑ کو لاؤ مرے شبیر کو لاؤ
لاؤ اُسے آفت کا فلک جس پہ گرے گا
سر جس کا اسی کوفہ میں نیزہ پہ پھرے گا

شبیرؑ جو آئے تو کہا ہاتھوں کو پھیلاؤ (۱۵) بیٹا مرے عباسؑ کو تم سینے سے لپٹاؤ
عباس سے فرمایا کہ تم قدموں پہ جھک جاؤ
پابوسیٔ سردار کے آداب بجا لاؤ
شبیرؑ مرا فخر ہے زہراؑ کا شرف ہے
تو میرا خلف ہے یہ پیمبرؐ کا خلف ہے

وہ دونوں برادر جو گلے مل چکے بارے (۱۶) شبیرؑ سے فرمایا سنو اے مرے پیارے
تھے آپ کے نانا سے جو آئین ہمارے
عباسؑ بھی آئے گا یونہیں کام تمہارے
عباسؑ سے فرمایا امام اپنا سمجھنا
شبیرؑ سے فرمایا غلام اپنا سمجھنا

یہ کہتے ہی شبیرؑ سے غش کر گئے حیدرؑ (۱۷) اور جانبِ اللہ و پیمبرؐ گئے حیدرؑ
دیدار کے پیاسے لبِ کوثر گئے حیدرؑ
حیدرؑ کے پسر رونے لگے مر گئے حیدرؑ
غل پڑ گیا شہنشاہِ ذی جاہ سدھارے
جنت کو جہاں سے اسداللہ سدھارے

مرثیہ

شہادت جناب امیرؑ

ایماں کی جان کیا ہے محبت علیؑ کی ہے (۱) راحت جو قبر کی ہے وہ الفت علیؑ کی ہے
سائل بکف ہیں سب وہ سخاوت علیؑ کی ہے
قاتل کو دی اماں وہ مروت علیؑ کی ہے
عادل ہو پیشوا ہو مدار المہام ہو
گر ہو نبیؐ کے بعد تو ایسا امام ہو

صدقے غلام تیری مصیبت کے یا علیؑ (۲) اے جانشین جنابِ رسالت کے یا علیؑ
قرباں لہو بھری تری صورت کے یا علیؑ
ایام ہیں یہ تیری شہادت کے یا علیؑ
یہ ظلم بے جہت یہ ستم بے سبب ہوا
تلوار تیرے سر پہ لگی کیا غضب ہوا

19
انیسویں سے آپ کا ماتم ہے یا علیؑ (۳) خوں ہو گئے دلوں کا یہ عالم ہے یا علیؑ
دفترِ جہاں کا درہم و برہم ہے یا علیؑ
ماہِ صیام ماہِ محرم ہے یا علیؑ
مولا کی نذر کو گہرِ اشک لاتے ہیں
یہ روزہ دار آپ کے پرسے کو آتے ہیں

مولا شگافتہ ہوا سجدے میں سر ترا (۴) بیتدنباہ ہو گیا کوفے میں گھر ترا
سرورِ الم دلوں کو ہے شام و سحر ترا
آقا انہیں دنوں میں ہوا تھا سفر ترا
عالم سے بے خبر تھے خضوع و خشوع میں
تلوار جب لگی تھی جھکے تھے رکوع میں

گھر میں خدا کے قتل ہوا روزہ دار ہائے (۵) ہے ہے امام ہائے شہِ ذوالفقار ہائے
اے خانہ زادِ حق شہِ طاعت گزار ہائے
مولد حرم میں ہے تو نجف میں مزار ہائے
یہ بندگی نثار جنابِ امیرؑ کے
نکلے تو گھر سے مر کے خدائے قدیر کے

لایا تھا زہر میں وہ جفا جو بجھا کے تیغ (۶) مولا گرے زمیں پہ سجدہ میں کھا کے تیغ
غش پر یہ سر پہ لگی مرتضیٰ کے تیغ
کھائی خدا کے شیر نے گھر میں خدا کے تیغ
گرا ہے زخم فرقِ امامِ حجاز پر
سر سے ٹپک رہا ہے لہو جانماز پر

شیرِ خدا جو ہاتھوں سے تھامے تھے اپنا سر (۷) خوں دونوں کہنیوں سے ٹپکتا تھا خاک پر
بھاگا جو ابنِ ملجم ملعون و بدسیر　　پکڑا اُسے علی کے محبّوں نے دوڑ کر
لاتے جو ہاتھ باندھ کے مولا کے سامنے
قاتل پہ مسکرا کے نظر کی امام نے

فرمایا میں نے کون سی کی تھی تری خطا (۸) پاداش نیکیوں کی یہی ہے جہاں میں کیا
کیا میں بُرا امام تھا اے بانیٔ جفا　　رو دیا جو سر جھکا کے تو مولا نے یہ کہا
اس درد میں سبھی سب کے مرض کی دوا ہیں ہم
باندھو نہ اس کے ہاتھ کہ مشکل کشا ہیں ہم

لائے پسر جو گھر میں تو غش تھے امامِ پاک (۹) کرتے تھے آہ آہ بہ آوازِ دردناک
چہرہ لہو میں تر تھا بھووں تک جبیں تھی چاک　　زہراؑ کی بیٹیوں نے اُڑائی سروں پہ خاک
دیکھا جو سر کا زخم جگر تھرتھرا گیا
عباسِ نامدار کی ماں کو غش آ گیا

دونوں شبیں علی کو تڑپتے ہوئیں بسر (۱۰) لیتے تھے اس طرف کبھی کروٹ کبھی اُدھر
رو کر دباتے پاؤں جو شبیرِ نامور　　رہ جاتے تھے امامِ دو عالم ہلا کے سر
روداد تھی نظر میں محمد حسینؑ کی
آواز سن کے روتے تھے زینبؑ کے بین کی

جب بیسویں کا دن بھی تڑپ کر ہوا تمام (۱۱) اُم البنینؑ سے چونک کے کہنے لگے امام
دو دن سے آہ سب کے بچے ہیں بے طعام　　فاقہ میں ان پہ گزرے گی کیا آج کی بھی شام
اچھا ہوں اب تو میں یہ عبث بیقرار ہیں
کھانا نہیں کھلاؤ کہ سب روزہ دار ہیں

بولے حسینؑ ننھے سے ہاتھوں کو جوڑ کر (۱۲) سب کھائیں پھر جو آپ تناول کریں اگر
فرمایا رزق اُٹھ گیا مجبور ہے پدر　　پانی بھی اب گلے سے اُترتا نہیں پسر
دعوت نبیؐ کی آج ہے گھر میں الٰہ کے
روزہ کھُلے گا ساتھ رسالتؐ پناہ کے

غش کر گئے یہ کہہ کے شہنشاہِ خوشخصال (۱۳) طاری تھا ضعف حیدرِ کرّار پر کمال
آیا میانِ نزع جو فرزندوں کا خیال　　آنکھوں کو کھول کر یہ حسنؑ سے کیا مقال
کلثومؑ کو نہ بھولیو زنہار اے حسنؑ
اِس دُکھ زدہ بہن سے خبردار اے حسنؑ

یہ دیکھ کر حسینؑ کا مُنہ یوں کیا کلام (۱۴) عباسؑ کا کوئی نہیں گر ہم ہوئے تمام
ہاتھ اُس کا اپنے ہاتھ میں بیٹا حسینؑ تھام　　یہ ہاتھ آئیں گے بخدا کربلا میں کام
جب تو بلا کے دشت میں پانی نہ پائے گا
بچوں کی تیرے پیاس میں یہ کام آئے گا

زینبؑ پکاری پیٹ کے باحالتِ تباہ (۱۵) قربان جاؤں مجھ کو نہ سونپا کسی کو آہ
کھاؤں گی ٹھوکریں یہ جہاں کی خدا گواہ　　بے وارثی نہ مجھ کو بتاؤ پئے الٰہ
رو کر کہا علیؑ نے عبث شور و شین ہے
تجھ غم زدہ کا کون سوائے حسینؑ ہے

اُس کے لئے سہے گی نہ تو کون سی جفا (۱۶) خیمے سے نکلے گی بصد غم برہنہ پا
نامحرموں میں اس کیلئے ہوگی بے ردا　　اُس کیلئے رسن میں بندھوائے گی گلا
ہو کر اسیر جائے گی زندانِ شام میں
اِس کیلئے پھرے گی تو بلوائے عام میں

(۱۷) چپ ہو گئے یہ کہہ کے شہنشاہِ کائنات — سمجھے یہ سب کہ غش میں ہیں شاہِ نکو صفات
کہ جس وقت باقی رہ گئی کچھ گھڑی وہ رات — تیغِ اجل نے قطع کیا رشتۂ حیات
تڑکا تھا نور کا سفر کر گئے علیؑ
سب شیعہ بے امام ہوئے مر گئے علیؑ

مرثیہ

شہادت جنابِ امیرؑ

(۱) یارو مہِ صیام کی انیسویں تھی شب — بہرِ نمازِ صبح گئے سرورِ عرب
اعدا نے اس پہ بھی نہ کیا خوفِ قہرِ رب — مارا امامِ خلق کو سجدہ میں ہے غضب
محراب خون سے کعبہ اماں کی بھر گئی
شمشیر زہر دار جبیں سے اتر گئی

(۲) ضربت غضب کی تھی کہ اٹھایا گیا نہ سر — غش ہو گئے زمیں پہ سلطانِ بحر و بر
کانپی زمین و منبر و محرابؑ بام و در — ارض و سما سے آتی تھی آوازِ الحذر
دو ٹکڑے دیکھ کر سرِ مشکل کشا علیؑ
اک شور تھا کہ قتل ہوئے مرتضیٰ علیؑ

(۳) کم تھا وہ گھر کہ جس میں نہ پہنچی ہو یہ صدا — دوڑے گھروں سے لوگ کھلے سر پیادہ پا
دیکھا لہو بھرا جو رخِ شاہِ لافتیٰ — چلائے سب کہ ہائے علیؑ ہائے مرتضیٰؑ
تھے قبلہ رو امامِ حجازی پڑے ہوئے
سر پیٹتے تھے گرد نمازی کھڑے ہوئے

(۴) سن کر یہ غل ہوا دلِ زینب کو اضطراب — چلائی بھائیوں کو بہ با دیدۂ پُر آب
کیسا یہ غل ہے جاؤ تو مسجد تلک شتاب — صاف آتی ہے صدا کہ ہوئے قتل بوترابؑ
یہ بے سبب نہیں ہے اُداسی جہان کی
للہ جلد لاؤ خبر بابا جان کی

(۵) ناگاہ در پہ آ کے کسی نے یہ دی صدا — اے اہلِ بیتؑ حضرتِ محبوبِ کبریاؑ
بیٹھے ہو کیا اُٹھو کہ قیامت ہوئی بپا — تلوار شیرِ حق پہ چلی وا مصیبتا
مارا شقی نے بادشہِ مشرقین کو
مسجد میں بھیجو جلد حسنؑ اور حسینؑ کو

(۶) یہ سنتے ہی سروں کو لگے پیٹنے حرم — گھر سے علی کے لاڈلے دوڑے بچشمِ نم
مُنہ پیٹ کر یہ کہتے تھے دونوں کہ ہے ستم — اماں تو مر چکی تھیں ہوئے بے پدر بھی ہم
بعدِ پدر رسولؐ کے گھر کی صفائی ہے
چھوٹے سے سن میں لُوٹے گئے ہم دُہائی ہے

(۷) دونوں ہوئے جو داخلِ مسجد بہ خوف و بیم — محراب میں تھا لوگوں کا اِک مجمعِ عظیم
پہنچے ہٹا کے بھیڑ صحن تک جو وہ یتیم — دیکھا کہ تیغ سے ہے سرِ مرتضیٰ دو نیم
کھائیں پچھاڑیں رونے لگے ڈاڑھیں مار کے
ٹپکے زمیں پہ سر سے عمامے اُتار کے

(۸) جرّاح کو بُلا کے دکھایا جو زخمِ سر — بولا وہ دونوں ہاتھوں سے سر اپنا پیٹ کر
سینے تلک تو پھیل گیا زخم کا اثر — دشوار ہے کہ اب کوئی مرہم ہو کارگر
ابرو کا بے لہو کے بہے زخم بھر چکا
اب کیا علاج زہر تو کام اپنا کر چکا

مارا گیا امامِ زماں وا مُصیبتا (۹) آئی ریاضِ دیں پہ خزاں وا مُصیبتا
زخمی پڑا ہے شیرِ ژیاں وا مُصیبتا رُخ پر جبیں سے خوں ہے رواں وا مُصیبتا

پڑھنے دیا نماز نہ طاعت گزار کو
ہے ہے شقی نے قتل کیا روزہ دار کو

ہاں عاشقانِ حیدرؑ و صفدر بکا کرو (۱۰) آقا کا اپنے حقِ محبت ادا کرو
رونے میں تم شراکتِ خیر النساءؑ کرو جی بھر کے آج ماتمِ شیرِ خدا کرو

رخصت ہے روزہ داروں سے ماہِ صیام کی
یہ آخری ہے مجلسِ ماتم امام کی

بستر تلک تو غش میں رہے شاہِ کائنات (۱۱) نکلی سوائے شکر کے منہ سے نہ کوئی بات
پہنچی اسی مہینے کی اکیسویں جو رات تیغِ اجل سے قطع ہوا رشتۂ حیات

پھیلا کے پاؤں کلمہ پڑھا خوش اداں سے
پچھلے پہر کو آپ سدھارے جہاں سے

مرثیہ ۹

شہادت جناب امیرؑ

زخمی ہوئے جو حیدرؑ و صفدر نماز میں (۱) شمشیرِ ظلم چل گئی سر پر نماز میں
گلگوں ہوئی جبینِ منور نماز میں سر تا قدم لہو سے ہوئے تر نماز میں

صدمہ ہوا یہ سن کے صغیر و کبیر کو
زخمی کیا ہے مومنوں کے دستگیر کو

تصویر تھی علیؑ کی جو بالائے آسماں (۲) زخمی ہوئے سحر کو علیؑ ولی یہاں
تصویر کی جبیں سے لہو تھا وہاں رواں یہ کہہ کے قدسیوں نے دمِ صبح کی فغاں

دانائے سرِ غیب یہ کیسا غضب ہوا
جبرئیلؑ بولے قتلِ امیرِ عرب ہوا

ڈوبے ہوئے تھے خون میں سلطانِ حق نیوش (۳) آنکھیں تھیں بند خویشِ پیمبرؐ کو تھا نہ ہوش
آیا سرہانے ایک ضعیفِ سفید پوش تصویرِ نور اشک رواں دل میں غم کا جوش

آدم وہی تھے چاک گریباں کئے ہوئے
بیٹھے تھے گود میں سرِ زخمی لئے ہوئے

مسجد میں آئے شبرؑ و شبیرؑ نوحہ گر (۴) اس حال سے علیؑ ولی آ گئے نظر
سر تا قدم نبیؐ کا وصی تھا لہو میں تر لپٹے گلے سے دوڑ کے بولے پدر پدر

دامن سے دونوں خونِ جبیں پونچھتے رہے
گرد اُن کے منہ کی خود شہِ دیں پونچھتے رہے

بیت الشرف میں آئے شہِ عرش بارگاہ (۵) باہر سے آئے بازوؤں کو تھامے دلربا
لپٹے گلیم کہنہ پر افسوس آہ آہ زینبؑ نے لیں بلائیں کہا بے کسوں کے شاہ

اُٹھئے گلیم کہنہ سے کچھ اور لاؤں میں
ارشاد ہو تو اپنی ردا کو بچھاؤں میں

تھے دمبدم زیادہ نبی زادیوں کے بین (۶) تھمتا نہیں تھا خونِ سرِ فاتحِ حنین
باشندگانِ یثرب و بطحا کو تھا نہ چین چھپ چھپ کے روتے پھرتے تھے ہر سو حسنؑ حسینؑ

کی آہ دل کو تھام کے نزدیک جو گیا
رنگِ جنابِ شیرِ خدا سبز ہو گیا

(۷)
اکیسویں شب آئی کہ موت آئی ہے ستم
درد ہوا علیؑ کو سوا کرب دمبدم
تکیہ سے اُٹھ سکا نہ سر ایسا بڑھا ورم
فرمایا آج شب کے چراغِ سحر ہیں ہم
شہزادیوں نے ماتمِ شاہِ عرب کیا
حضرت نے سب کو بہرِ وصیت طلب کیا

(۸)
لو صاحبو امام کی رحلت قریب ہے
ہنگامِ حشر وقتِ قیامت قریب ہے
آقا کی تم غلاموں سے رخصت قریب ہے
باغِ جہاں بعید ہے جنت قریب ہے
صدمے سے انس و جن و ملک جان کھوئیں گے
آقا ہمارے مر گئے یہ کہہ کے روئیں گے

(۹)
بیٹے تھے گرد بیں جو علیؑ کہہ کے آہ آہ
سب چپ کھڑے تھے رنج سے تھیں حالتیں تباہ
رومال زخم سر پہ ہلاتا تھا کوئی ماہ
لپٹا کے سینہ سے سرِ زینبؑ کو روتے شاہ
تھا حال غیر امامِ فلک احتشام کا
چوما گلا حسین علیہ السّلام کا

(۱۰)
تھا بوسہ گاہِ حیدرؑ کرار جو گلا
اس پر ستم ہے خنجرِ شمرِ لعیں چلا
لپٹی تھی ریگِ دامنِ صحرائے کربلا
زینبؑ کے سر پہ آ گئی رن میں نئی بلا
دردا یہ حالِ دخترِ مشکل کشاؑ ہوا
رسی بندھی تھی ہاتھ میں سر تھا کھلا ہوا

(۱۱)
اُم البنینؑ دوڑیں یہ عباسؑ سے کہا
بیٹا چلو سبھوں کو بلاتے ہیں مرتضیٰؑ
یوں آئیں لے کے ساتھ قیامت ہوئی بپا
اپنا بھی سر برہنہ پسر بھی برہنہ پا
منہ پر ملی تھی خاک یتیمانہ جامہ تھا
بر میں قبا سیاہ تھی کالا عمامہ تھا

(۱۲)
فرما چکے جو سب کو وصیت امام دیں
عباسؑ کو گلے سے لگایا دعائیں دیں
بولے سوار ہیں عمر میں شبیر شک نہیں
اِن کا رہے خیال مگر میرے مہ جبیں
ان میں نہ ہو قصور رضا کے جو کام ہیں
ہوشیار تم حسینؑ سے اب ہم تمام ہیں

(۱۳)
عباسؑ سے یہ کہتے ہی چپ ہو گئے علیؑ
تکبیر غش میں حیدرؑ کرار نے کہی
زینبؑ ہوئیں یتیم قضا مرتضیٰؑ نے کی
واحسرتا کہ جان بدن سے نکل گئی
دونوں جہاں کے مالک و مختار مر گئے
آئی ندا کہ حیدرؑ کرار مر گئے

(۱۴)
زینبؑ پکاریں بھائی حسنؑ کیا کروں بتاؤ
بابا خاموش ہو گئے دیکھو تو نبض آؤ
بھائی پدر کی لاش پہ چادر ذرا اڑھاؤ
باہر جو لوگ جمع ہیں کہہ آؤ ان سے جاؤ
عارض ہیں زرد عاشقِ ربِ قدیر کے
ہیں سرد ہاتھ پاؤں جنابِ امیرؑ کے

(۱۵)
دیکھی جو بڑھ کے نبضِ شہنشاہِ صف شکن
یہ کہہ کے گر پڑے حسنؑ سبز پیرہن
بھائی حسینؑ اُٹھ گئے دنیا سے بوالحسن
کافور جلد لاؤ منگاؤ ابھی کفن
اپنا جہاں میں کوئی ٹھکانا نہیں رہا
بابا نے کی قضا وہ زمانہ نہیں رہا

(۱۶)
در پر یہ تھا ہجوم کہ تھی بند ساری راہ
گھر میں وہ شور تھا کہ ٹھہرتی نہ تھی نگاہ
عباسؑ کو لئے ہوئے اُم البنینؑ آہ
فرما رہی تھیں پہنے ہوئے پیرہن سیاہ
میں ڈھونڈتی ہوں فاطمہؑ کے نورِ عین کو
لوگو کدھر ہیں جلد بتاؤ حسینؑ کو

(۱۷) بیٹھے تھے خاک پر سرِ بالینِ مرتضیٰؑ — بیٹے کا ہاتھ ہاتھ میں شبیرؑ کے دیا
کس یاس سے کہا یہ پرستار ہو فدا — اب اس کے سر پہ آپ ہیں صاحب ہے کی قضا
ہوگا نہ عذر اسے کسی خدمت کے کام سے
ہشیار یا حسینؑ اِس اپنے غلام سے

(۱۸) یہ کہہ کے پاؤں پر جو پسر کو گرا دیا — شبیرؑ نے اُٹھا کے گلے سے لگا لیا
چلاتے روئے خوب حسنؑ خونِ دل پیا — بولے حسینؑ آپ نے حضرت یہ کیا کیا
مادر ہیں آپ اور یہ باعث ہے چین کا
عباسؑ تو ہے قوتِ بازو حسینؑ کا

مرثیہ ۱۰

شہادت امامِ حسنؑ

(۱) جس دم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا — سیپارہ دل کا آہوں سے زیر و زبر ہوا
سم کا جو ردے پاک پہ ظاہر اثر ہوا — حال اِس امامِ پاک کا اُس دم دگر ہوا
راحت میں فرق اور شکم میں خلل پڑا
کٹ کر کلیجہ طشت کے اندر نکل پڑا

(۲) بستر پہ دردِ دل سے تڑپنے لگے امام — صدمہ سے سبز ہونے لگا روئے سُرخ نام
چلائے ہاتھ سے یہ کلیجہ کو تھام تھام — دوڑو بہن کہ کام ہمارا ہوا تمام
یہ کہتے کہتے زرد رُخِ پاک ہو گیا
چلاتے تھے کہ ہائے جگر چاک ہو گیا

(۳) دوڑیں جنابِ زینبؑ بے کس برہنہ پا — دیکھا کہ لوٹتے ہیں بچھونے پہ مجتبیٰؑ
بولی یہ سر کو پیٹ کے وہ غم کی مبتلا — ہے ہے بہن نثار ہو بھائی یہ کیا ہوا
کیا پھر کسی نے زہر دغا سے پلا دیا
کس نے مرے کلیجے پہ خنجر پھرا دیا

(۴) تکیہ لگا رہے تھے حرم جو اِدھر اُدھر — بازو کو تھام لیتی تھی کوئی تو کوئی سر
فرمایا لاؤ طشت ہوا زہر کا اثر — رہ رہ کے کوئی کاٹتا ہے تیغ سے جگر
بڑھتا تھا جب کہ درد جگر میں امامؑ کے
جھکتے تھے بار بار کلیجہ کو تھام کے

(۵) زینبؑ نے جلد لا کے رکھا سامنے لگن — ہاتھوں سے دل پکڑ کے جھکے سرورِ زمن
آئی جو قے تو کانِ جواہر بنا دہن — الماس کھا کے لعل اُگلنے لگے حسنؑ
رنگِ زمردی کا اثر آب عیاں ہوا
معراج کی حدیث کا مطلب عیاں ہوا

(۶) فرماتے تھے حسنؑ کہ بلاؤ حسینؑ کو — تھا دمبدم یہ حکم کہ لاؤ حسینؑ کو
بھائی کا حالِ زار سناؤ حسینؑ کو — ٹکڑے مرے جگر کے دکھاؤ حسینؑ کو
کہہ دو کہ جلد آیئے رحلت کا وقت ہے
سُن جایئے کچھ آ کے وصیت کا وقت ہے

(۷) آئے حسینؑ اتنے میں با چشمِ اشکبار — چلاتے تھے کہ آپ کی غربت کے میں نثار
شبرؑ گلے کو چوم کے کہتے تھے بار بار — میں تم پہ صدقے اے مرے نانا کے یادگار
مجھ سے زیادہ ظلم و ستم تم پہ ہوئیں گے
ہم قبر میں تمہاری مصیبت پہ روئیں گے

بھیا تمہاری گود میں نکلے گا میرا دم (۸) تم دو گے ہم کو غسل و کفن جب مرینگے ہم
ہوگا تمہارے پاس نہ کوئی بجز الم　　قاتل سرہانے ہوئے گا یا خنجر ستم
شبرؑ تو بعدِ مرگ بھی راحت سے سوئے گا
لاشہ تمہارا گھوڑوں سے پامال ہوئیگا

بولے کٹورہ لے کے حسینؑ فلک جناب (۹) دیکھوں تو پی کے میں بھی کہ کسطرح کا ہے آب
بھائی سے لپٹی دوڑ کے زینب جگر کباب　　پکڑا حسنؑ نے دستِ برادر بصد شتاب
جلدی سے پی نہ لیں یہ قلق تھا امام پر
اک ہاتھ تھا کلیجہ پہ اک ہاتھ جام پر

دردِ جگر سے غش ہوئے شاہِ فلک جناب (۱۰) غمگیں تو تھے حسینؑ ہوا اور اضطراب
حاضر تھی روحِ احمدؐ و زہراؑ و بوترابؑ　　وا آسماں پہ ہو گئے باغِ جناں کے باب
سر پیٹو مومنو کہ قضا کر گئے حسنؑ
بن بھائی کے حسینؑ ہوئے مر گئے حسنؑ

برپا تھا اہلِ بیتِ پیمبرؐ میں شور و شین (۱۱) بہنیں پچھاڑیں کھا کے یہ کہتی تھیں کرکے بین
چھاتی پہ ہاتھ مار کے چلاتے تھے حسینؑ　　اب اٹھ گیا زمانے سے ہم بیکسوں کا چین
دل اب ہمارا ٹوٹ گیا وامصیبتا
باپ آج ہم سے چھوٹ گیا وامصیبتا

غسل و کفن امام کو جب دے چکے امام (۱۲) اور جمع ہو چکے درِ دولت پہ خاص و عام
جس دم اٹھا جنازۂ شہزادۂ انام　　کرتے تھے انبیائے اولوالعزم اہتمام
تھے شیثؑ و نوحؑ چاک گریباں کئے ہوئے
الیاسؑ و خضرؑ حال پریشاں کئے ہوئے

تابوت پر جو تیر لگے آ کے ناگہاں (۱۳) آمادۂ نبرد ہوئے شاہ انس و جاں
آئی ندائے غیب کہ یا شاہِ دو جہاں　　سر پیٹتی ہے فاطمہؑ زہرا بصد فغاں
جنبش میں اِس الم سے پیمبرؐ کی قبر ہے
اے شیرِ حق کے شیر یہ ہنگامِ صبر ہے

اِک اِک کو روکتے تھے امامِ فلک سریر (۱۴) آنے لگے جنازہ پہ جو اس طرف سے تیر
کانپی زمین ہل گیا صدمہ سے چرخ پیر　　نکلی لحد سے فاطمہؑ جیب کفن کو چیر
تابوت پر نواسے کے بدعت جو ہوتی تھی
روحِ رسولِ پاک جنازہ پہ روتی تھی

واں دی کسی نے زینبؑ بیکس کو یہ خبر (۱۵) چلتے ہیں تیرِ ظلم حسنؑ کے جنازہ پر
تیغیں کھینچی ہیں غیظ میں ہیں شاہ بحر و بر　　یہ سن کے پیٹنے لگی ہاتھوں سے اپنا سر
چلائی گھر سے مضطرب الحال جاتی ہوں
قبرِ نبیؐ پہ کھولے ہوئے بال جاتی ہوں

زخمی نہ ہو کہیں پسرِ ضیغم الٰہ (۱۶) ہم بیکسوں کا اب وہی وارث وہی ہے شاہ
اِک بھائی کو تو قتل کیا دشمنوں نے آہ　　کچھ اُن پہ بن گئی تو یہ گھر ہو گیا تباہ
اب تو حسنؑ سے تا بہ قیامت جدائی ہے
ہے ہے یہی جہاں میں مرا ایک بھائی ہے

رو کر بیاں یہ کرتی تھی یاں زینبؑ حزیں (۱۷) واں لے گئے بقیع میں تابوت شاہِ دیں
مہرِ سپہرِ دیں ہوا پنہاں تہِ زمیں　　رو دیا لپٹ کے قبر سے زہراؑ کا نازنیں
محشر بپا تھا نالہ و فریاد و آہ سے
ہفتاد تیر نکلے تھے تابوتِ شاہ سے

مرثیہ ۱۱

شہادت امام حسنؑ

مسجد میں قتل جب شہِ خیبر شکن ہوئے (۱) زینت وہ سریرِ امامت حسنؑ ہوئے
سبطِ رسول جب کہ امامِ زمن ہوئے — ممنون فیضِ عام سے سب مرد و زن ہوئے
چرچا تھا خوبیوں کا فلک سے زمیں تلک
خُلقِ حسنؑ کا شور تھا عرشِ بریں تلک

اخبارِ صادقین سے ہوتا ہے یہ عیاں (۲) اسما تھی ایک زوجۂ شہزادۂ زماں
اُس کی طرف سے رہتے تھے مولا جو بدگماں — کہتے تھے لوگ اس کا بتا دیجئے نشاں
فرماتے تھے گریز نہیں ہے ممات سے
قطعِ حیات ہے شدنی اُسکے ہات سے

آخر ہوا وہ کہتے تھے جو شاہِ نامدار (۳) شہد و رطب میں زہر دیا اُس نے تین بار
دردِ شکم سے رہتے تھے نالاں و بیقرار — سو سو طرح کے رنج تھے اور ایک جانِ زار
کیا بے کسی تھی راحتِ جانِ بتولؑ پر
جا جا کے لوٹتے تھے مزارِ رسولؐ پر

مصروف تھے خدا کی عبادت میں صبح و شام (۴) گھر سے کہیں نہ جاتا تھا شہزادۂ انام
یثرب میں اک مکاں تھا بنا کردۂ امام — منظور ہو گیا شبِ رحلت وہیں مقام
رشکِ بہشت و غیرتِ باغِ جناں ہوا
اُس شب کو وہ مکاں تو بس لامکاں ہوا

وہ سبطِ مصطفٰےؐ کی شہادت کی رات تھی (۵) آفت کی رات تھی وہ مصیبت کی رات تھی
عالم کے بادشاہ کی رحلت کی رات تھی — زہراؑ و مرتضٰیؑ پہ قیامت کی رات تھی
گذری قلق میں فاطمہؑ کے نورِ عین کو
ہجرِ حسنؑ میں نیند نہ آئی حسینؑ کو

پڑھ کر نمازِ شب کو جو سوئے شہِ اممؑ (۶) اسما نے پھر ملا دیا پانی میں آ کے سم
زینبؑ کو چونک کر یہ پکارے بصد الم — بھینا ابھی گلے سے نبیؐ کے لگے تھے ہم
رقت یہ تھی کہ اشکوں سے تر ریشِ پاک تھا
محبوبِ کبریا کا گریبان چاک تھا

نانا گلے لگا کے یہ کہتے تھے بار بار (۷) اے بے کس و غریب حسنؑ میں ترے نثار
پھرتے تھے میرے گرد علیؑ کو نہ تھا قرار — اماں بلائیں لے کے کرتی تھیں مجھ کو پیار
پوچھا جو میں نے آپ کا کیوں رنگ زرد ہے
رو کر کہا کہ آج کلیجے میں درد ہے

فرما کے یہ حسنؑ نے اٹھایا زمیں سے جام (۸) پایا درست اس کو جو تھا مُہر کا مقام
تھوڑا سا پانی پی کے پکارا وہ تلخ کام — دوڑو بہن کہ کام ہمارا ہوا تمام
یہ کہتے تھے کہ زرد رُخِ پاک ہو گیا
چلاتے تھے کہ ہائے جگر چاک ہو گیا

دوڑیں جنابِ زینبؑ بے کس برہنہ پا (۹) دیکھا کہ لوٹتے ہیں بچھونے پہ مجتبٰیؑ
بولی یہ سر کو پیٹ کے وہ غم کی مبتلا — ہے ہے بہن نثار ہو بھیّا یہ کیا ہوا
کیا پھر کسی نے زہر دغا سے پلا دیا
کس نے مرے کلیجے پہ خنجر پھرا دیا

ے امام آہ نہیں طاقتِ سخن (۱۰) جس کی کوئی دوا نہیں وہ درد ہے بہن
ے گلے سے بھائی کے رو کر وہ خستہ تن یہ بیقرار تھے کہ سنبھلتے نہ تھے حسنؑ

در آیا تھا جو زہر جگر میں امام کے
جھکتے تھے بار بار کلیجے کو تھام کے

ے لگا دیے تھے حرم نے اِدھر اُدھر (۱۱) بازو کو کوئی تھامتی تھی اور کوئی سر
یا یا طشت لاؤ ہوا زہر کارگر رہ رہ کے کاٹتا ہے کوئی تیغ سے جگر

سینے سے منہ میں ٹکڑے کلیجے کے آتے ہیں
نانا بلا گئے تھے سو دنیا سے جاتے ہیں

بؑ نے جلد لا کے رکھا سامنے لگن (۱۲) ہاتھوں سے دل پکڑ کے جھکے سرورِ زمن
ی جو قے تو کانِ جواہر بنا دہن الماس کھا کے لعل اُگلنے لگے حسنؑ

رنگِ زمردی کا سبب سب عیاں ہوا
معراج کی حدیث کا مطلب بیاں ہوا

ہاتے تھے حسنؑ کہ بلاؤ حسینؑ کو (۱۳) تھا دمبدم یہ حکم کہ لاؤ حسینؑ کو
بھائی کا حالِ زار سناؤ حسینؑ کو ٹکڑے مرے جگر کے دکھاؤ حسینؑ کو

کہہ دو کہ جلد آیئے یہ رحلت کا وقت ہے
سن جایئے کچھ آکے وصیت کا وقت ہے

فضہؓ نے جا کے دی شہِ ذیجاہ کو خبر (۱۴) دارِ فنا سے آپ کے بھائی کا ہے سفر
دوڑے حسینؑ چاک گریبان برہنہ سر دیکھا تڑپ رہے ہیں شہنشاہِ بحر و بر

گرنے لگے زمیں پہ جگر غم سے پھٹ گیا
پھیلا کے ہاتھ بھائی سے بھائی لپٹ گیا

دکھلا کے طشت بنتِ علیؑ نے کیا فغاں (۱۵) قربان جاؤں دیکھو یہ مجتبیٰ کا حال
اُمید اب نہیں کہ بچے فاطمہؑ کا لال فریاد ہے تباہ ہوئی مصطفیٰ کی آل

اک آن درد سے نہیں بھائی سنبھلتے ہیں
رہ رہ کے اب کلیجے کے ٹکڑے نکلتے ہیں

بھائی کا حال دیکھ کے اُٹھا جگر میں درد (۱۶) لوٹے زمیں پہ گر کے بھری گیسوؤں میں گرد
تر تھا بدن پسینے میں اور ہاتھ پاؤں سرد اُن کا تو رنگ سبز تھا اور ان کا رنگ زرد

رعشہ تھا تن میں آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے
جھک جھک کے منہ کو بھائی کے قدموں سے ملتے تھے

ہر دم لپٹ کے بھائی سے با چشمِ اشکبار (۱۷) چلاتے تھے کہ آپ کی غربت کے میں نثار
شبیرؑ کو چوم کے کہتے تھے بار بار میں تجھ پہ صدقے اے مرے نانا کی یادگار

مجھ سے زیادہ ظلم و ستم تم پہ ہوئیں گے
ہم قبر میں تمہاری مصیبت پہ روئیں گے

بھیا تمہاری گود میں نکلے گا میرا دم (۱۸) تم دو گے ہم کو غسل و کفن جب مریں گے ہم
ہوگا تمہارے پاس نہ کوئی بجز الم قاتل سرہانے ہوئے گا با خنجرِ ستم

شبیرؑ تو بعد مرگ کے راحت سے سوئے گا
لاشہ تمہارا گھوڑوں سے پامال ہوئے گا

مرتا ہوں یاں وطن میں پہ تم ہوگے بے وطن (۱۹) مرنے کے بعد بھی نہ ملے گا تمہیں کفن
پالو گے تم یتیموں کو میرے بصد محن بچے تمہارے ہوئیں گے وابستۂ رسن

جائیں گے اہلِ بیتِ نبی شہرِ شام میں
سر ننگے ہوں گی بیبیاں بلوائے عام میں

یہ کہتے کہتے کہ غش ہوئے شاہِ فلک جناب (۲۰) غمگیں تو تھے حسینؑ ہوا اور اضطراب
حاضر تھی روحِ احمدؐ و زہراؑ و بوترابؑ   وا تھے برنگِ دیدۂ نرگس جناں کے باب
تشریف خلد کو شہِ ذی جاہ لے گئے
جدّ و پدر جو آئے تھے ہمراہ لے گئے

ماتم کی اہلِ بیتِ رسالتؐ میں تھی صدا (۲۱) برپا تھا شور واحسنا واحمدا
سادات کے محلہ میں اک حشر تھا بپا   بامِ فلک سے آتی تھی ہاتف کی یہ ندا
آلِ نبیؐ سے سبطِ محمدؐ جدا ہوئے
زہراؑ کے آج لعل و زمرد جدا ہوئے

برپا تھا اہلِ بیتِ محمدؐ میں شور و شین (۲۲) بہنیں پچھاڑیں خاک پہ کھاتی تھیں کر کے بین
چھاتی پہ ہاتھ مار کے چلاتے تھے حسینؑ   اب اٹھ گیا زمانے میں ہم بیکسوں کا چین
بازو ہمارا ٹوٹ گیا وا مصیبتا
باپ آج ہم سے چھوٹ گیا وا مصیبتا

لاشے کے پاس مادرِ قاسم کا تھا یہ حال (۲۳) رخ زرد اور پھٹا تھا گریباں کھلے تھے بال
چلاتی تھی یتیم ہوئے ہائے میرے لال   لونڈی نثار اے پسرِ شاہِ ذوالجلال
مدت کا ساتھ ہائے غضب آج چھٹ گیا
میں رانڈ ہو گئی مرا اقبال لٹ گیا

مرثیہ ۱۲

سفر امام حسینؑ

دشتِ غربت میں وطن سے شہِ دیں جاتے ہیں (۱) ساتھ سب غنچہ دہن ماہ جبیں جاتے ہیں
غل ہے کنعانِ امامت کے حسیں جاتے ہیں   خاک ہونے کے لئے عرش نشیں جاتے ہیں
گلشنِ بادشہِ قلعہ شکن لٹتا ہے
جس میں جنت کی فضا تھی وہ چمن لٹتا ہے

حرم شہ میں ہے فریاد و بکا سے کہرام (۲) بی بیاں آئی ہیں رخصت کو محلہ کی تمام
سب سے ملتی ہے گلے رو رو کے ہمشیرِ امام   ہاتھ مل مل کے یہ ہمسائیاں کرتی ہیں کلام
کیا قیامت ہے کہ ویران یہ گھر کرتے ہیں
ہائے اس گرمی میں شبیرؑ سفر کرتے ہیں

علی اصغرؑ کی طرف دیکھ کے شق ہوتا ہے دل (۳) ہائے یہ پھول سا بچہ ہے سفر کے قابل
یاں سے کیا سوچ کے جاتے ہیں امامِ عادل   جنگلوں میں نہ ملے پانی تو ہو کیا مشکل
ہے غضب شہر کو ویران کئے جاتے ہیں
شیر خوارے کو بھی ہمراہ لئے جاتے ہیں

سب سے فرماتی ہیں یہ دخترِ سلطانِ عرب (۴) بیبیو کچھ مرا چارہ نہیں جو مرضئ رب
خط پہ خط آتے ہیں کوفہ سے طلب ہے طلب   یاں سے کعبہ کی طرف قبلۂ دیں جاتے ہیں اب
کس کو معلوم ہے راحت کہ الم دیکھیں گے
جو خدا ہم کو دکھائے گا وہ ہم دیکھیں گے

بخدا ہے مجھے تم سب کی جدائی کا ملال (۵) رو دوگی راہ میں جب آئیگا تم سب کا خیال
اور سب جاتے ہیں ہمراہ شہِ نیک خصال — یہ ہے بیمار کی فرقت کا قلق دل کو کمال
بھائی بھی روتے ہیں اس بیکسِ تنہا کے لئے
شق ہو جاتا ہے دلِ فاطمۂ صغرا کے لئے

بیبیاں روتی ہیں سُن سُن کے یہ زینبؑ کا بیاں (۶) گود میں فاطمہ صغراؑ کو لئے بیٹھی ہے ماں
دیکھ کر صورتِ بیمار کو کرتی ہے فغاں — ماں سے ہر بار یہ ہے فاطمہ صغراؑ کا بیاں
اب تو اچھی ہوں مُنہ اشکوں سے دھونا کیسا
میں تو ساتھ آپ کے چلتی ہوں یہ رونا کیسا

کہا بانوؑ نے کہ صغراؑ ترے صدقے مادر (۷) تم چلو ساتھ تو اس سے ہے بھلا کیا بہتر
مجھ سے کیا کہتی ہو مالک ہیں شہِ جن و بشر — تم ہو بیمار نگہبان ہے تمہارا داور
شاہ اب دیکھئے کس کس کو لئے جاتے ہیں
یا حوالے مرے اب تم کو کئے جاتے ہیں

ذکر یہ تھا کہ شہِ یثرب و بطحا آئے (۸) گھر میں مغموم و حزیں سیدِ والا آئے
کہا مادر سے سکینہؑ نے کہ بابا آئے — بولی بیمار کہ ہاں میرے مسیحا آئے
شہ نے زینبؑ سے کہا اُدھر قلق بڑھتا ہے
آؤ صغراؑ سے بھی رخصت ہو کہ دن چڑھتا ہے

در پہ تیار ہیں سب محمل و ہودج خواہر (۹) رفقا اونٹوں پہ لدوا چکے اسبابِ سفر
ہر طرف کھنچ چکیں پردے کی قناتیں باہر — ابھی احباب سے رخصت ہوا یہ خستہ جگر
مرحلہ گھر سے نکلنے کا غضب ہوتا ہے
ہائے صغراؑ کے لئے سینہ میں دل روتا ہے

کہہ کے یہ آئے قریں فاطمہ صغراؑ کے امام (۱۰) کانپتے ہاتھوں سے بیٹی نے کیا اُٹھ کے سلام
بولے چھاتی سے لگا کر یہ شہِ عرش مقام — بیٹھو بیٹھو کہ بدن ضعف سے لرزاں ہے تمام
جو مقدر میں ہے وہ رنج نہیں ٹلتا ہے
تپ سے تم جلتی ہو غم سے مرا دل جلتا ہے

کہہ کے یہ بیٹھ گئے پاس امامِ دوسرا (۱۱) بعد الحمد پڑھی آپ نے صحت کی دُعا
اور بیمار کو چھاتی سے لگا کر یہ کہا — بیٹی تم گھر میں رہو ہے یہی مرضیِ خدا
ساتھ لیتے جو توانا تمہیں پاتے بی بی
ایسے بیمار سفر میں نہیں جاتے بی بی

بس یہ سنتے ہی چھری چل گئی غم کی دل پر (۱۲) زرد مُنہ ہو گیا ٹکڑے ہوا سینہ میں جگر
دم الجھنے لگا ویران نظر آنے لگا گھر — کاروانِ الم آیا ہوا راحت کا سفر
اشک رخساروں پہ آنکھوں سے رواں ہونے لگے
آہ کی ایسی کہ جو پاس تھے سب رونے لگے

گر کے بستر پہ چلائی بصد آہ و فغاں (۱۳) ارے لوگو مجھے تنہا ہو کہ چلی جسم سے جاں
یک بیک پھر گئی قسمت یہ ہوا کیا ساماں — ہائے بابا مجھے یاں چھوڑ کے جاؤ گے کہاں
میری فرقت ہوئی کس طرح گوارا بابا
بے اجل آپ نے بیمار کو مارا بابا

نہ جئے گی نہ جئے گی یہ مریض و رنجور (۱۴) ہائے میں گھر میں یہاں اور رہوں سب سے دُور
چھوڑ دے بیٹی کو بابا یہ نیا ہے دستور — عفو کیجئے کوئی صغراؑ سے ہوا ہو جو قصور
آتشِ رنج و الم سے نہ جلوں گی بابا
کچھ ہو میں آپ کے ہمراہ چلوں گی بابا

(۱۵) ہاتھ میں جوڑتی ہوں اب مرے اچھے بابا / پاؤں پہ گرتی ہوں میں مجھ کو نہ چھوڑو تنہا
رحم کیجئے مری منت پہ یہ لونڈی ہو فدا / مری بیماری کا حضرت کو اگر ہے دھڑکا
اچھی میں ہولوں تو ہو یاں سے روانہ بابا
یا میں دنیا سے گزر جاؤں تو جانا بابا

(۱۶) باتیں صغرا کی یہ سنتے تھے شہِ کون و مکاں / آئے جو اتنے میں ہمشکلِ رسولؐ دوجہاں
دیکھ کر بھائی کو بولی وہ بصد آہ و فغاں / آؤ بھیا علی اکبرؑ میں تمہارے قرباں
اپنا کچھ بس نہیں بابا تو ہمیں چھوڑ چلے
تم بھی کیا خواہرِ ناشاد سے منہ موڑ چلے

(۱۷) ہم تو مہمان کوئی دن کے ہیں جاؤ بھائی / اب یقیں ہے کہ نہیں آکے نہ پاؤ بھائی
بو مجھے زلفِ سمن کی سنگھاؤ بھائی / لوں بلائیں میں ذرا پاس تو آؤ بھائی
الم ہجر میں دنیا سے سفر کرتے ہیں
کوئی حسرت تو نہ رہ جائے کہ ہم مرتے ہیں

(۱۸) مرے عاشق مرے شیدا مرے پیارے بھیا / تم پہ اس خستہ جگر کو کوئی وارے بھیا
مجھ سے اب چھٹتے ہو صدقے میں تمہارے بھیا / تم چلے اور رہے بہن گور کنارے بھیا
پہلے تربت پہ مری اشک بہاتے نہ گئے
قبر بیمار کی یثرب میں بناتے نہ گئے

(۱۹) دیکھئے خیر سے اس شہر میں کب آؤ گے / بھائی پھر چاند سی صورت ہمیں دکھلاؤ گے
اپنی شادی میں بھی ناشاد کو بلواؤ گے / دیر سے آئے تو بھینا کو نہ پھر پاؤ گے
یہ وصیت ہے کہ تم گھر میں نہ جانا پہلے
سہرا لٹکائے مری قبر پہ آنا پہلے

مرثیہ ۱۳

سفرِ امام حسینؑ

(۱) رخصت ہے وطن سے شہِ آوارہ وطن کی / تاراجی ہے اب حیدر و زہراؑ کے چمن کی
چھائی ہے ہر اک دل پہ گھٹا رنج و محن کی / اکبر سے کہا شہ نے خبر لاؤ بہن کی
پہلے مرے مرنے سے سفر کر گئی صغراؑ
کیسا ہے یہ غل رونے کا کیا مر گئی صغراؑ

(۲) یہ کہہ کے اٹھے کرسی سے خود سیدِ والا / آیا درِ دولت پہ جو لختِ دلِ زہراؑ
اونچا کیا عباسؑ نے دروازے کا پردہ / کس یاس سے روتے ہوئے گھر میں گئے آقا
ہر بی بی کو دیکھا کہ پریشان و حزیں ہے
اور فاطمہؑ بیمار ہلاکت کے قریں ہے

(۳) نزدیک جو صغرا کے گئے سیدِ عالم / تعظیم کو بھائی کی اٹھی زینبِ پرغم
بیمار کے احوال پہ روتے شہِ اکرم / اور رو کے فرمایا کہ کیا حال ہے اس دم
وہ بولی عبث اشکوں سے منہ دھوتے ہو بابا
میں اچھی ہوں میرے لئے کیوں روتے ہو بابا

(۴) پھر کہنے لگی جوڑ کے ہاتھوں کو بصد غم / بیٹی کو بھی لیتے چلو اے قبلۂ عالم
سب آپ کے ہمراہ ہوں اور ساتھ نہ ہوں ہم / للہ نہ چھوڑو مجھے تنہا شہِ اکرم
نے ہودج و محمل نہ عماری میں چلوں گی
پیدل میں شہِ دیں کی سواری میں چلوں گی

بابا مجھے شدت ہو مرض سے کہ افاقہ (۵) کھانا ہو میسر مجھے یا ہو مجھے فاقہ
ایذا سے نہ مطلب ہے، نہ راحت سے علاقہ — لونڈی ہوں میں للہ نہ چھوڑو مجھے آقا
اِک آن میں دنیا سے گذر جائے گی صغراؑ
کچھ دیر نہ ہووے گی کہ مرجائے گی صغراؑ

سُن کر یہ بیاں واں سے اُٹھے سیدِ والا (۶) اکبر نے کہا رو کے خدا کو تمہیں سونپا
اشک آنکھوں سے ٹپکا کے یہ کہنے لگی صغراؑ — اللہ یہ جلدی تو مناسب نہیں بھیا
صدقے قدمِ پاک پہ ہو لینے دو مجھ کو
لپٹا کے گلے خوب سا رو لینے دو مجھ کو

القصہ وطن سے جو چلے سبطِ پیمبرؐ (۷) پہلے گئے رخصت کے لئے قبرِ نبیؐ پر
بس جاتے ہی لپٹے لحدِ پاک سے سرور — چلائے کہ فریاد ہے اے خاصۂ داور
نے امن کی جا دشت میں ہے اور نہ وطن میں
اے نانا چھپا لو مجھے تم اپنے کفن میں

دشوار ہے اعدا پہ اب اک دم مرا جینا (۸) کھلتا نہیں کیوں مجھ سے ہے اُمت کو یہ کینہ
اِن کی یہ خوشی ہے کہ اُجڑ جائے مدینہ — بچوں کا تو ساتھ اور یہ گرمی کا مہینہ
رونے کی بقیع سے صدا آتی ہے نانا
مقتل کی طرف موت لئے جاتی ہے نانا

ناگاہ صدا آئی لحد سے کہ مری جاں (۹) نانا تری اس بیکسی و یاس کے قرباں
جس رونے سے ٹھیرا ہے ترے کوچ کا ساماں — زہراؑ بھی پریشان ہے میں بھی ہوں پریشاں
دوری تری دم بھر کی گوارا نہیں بیٹا
مجبور ہوں تقدیر سے چارہ نہیں بیٹا

یہ سُن کے چلے در سے جو روتے شہِ ذیشاں (۱۰) آئے طرفِ تربتِ زہراؑ بصد افغاں
تعویذ پہ مُنہ رکھ کے یہ چلائے کہ اماں — افسوس مدینہ کا چمن ہوتا ہے ویراں
پھولوں کے عوض داغِ جگر لایا ہے شبیرؑ
حضرت سے بھی رخصت کیلئے آیا ہے شبیرؑ

یہ کہہ کے جو اک آہ کی شہ نے بدلِ زار (۱۱) صدمہ سے ہلی قبر تو دل جگر افگار
ناگاہ لحد سے ہوئے دو ہاتھ نمودار — آئی یہ صدا اے مرے بیکس مرے دلدار
بچوں کو لے جاتے ہو ہمراہ بُلا لوں
زینبؑ کو بُلا لو تو میں چھاتی سے لگا لوں

یہ سنتے ہی کہنے لگی وہ غم کی ستائی (۱۲) فرمایئے حاضر ہے یہاں آپ کی جائی
پھر فاطمہؑ زہراؑ کی صدا قبر سے آئی — زینبؑ مرے بچے پہ ہے اعدا کی چڑھائی
حق دودھ کا اب میرے ادا کیجیو زینبؑ
فرزند دل کو بھائی پہ فدا کیجیو زینبؑ

اتنے میں صدا احمدؐ مرسل کی یہ آئی (۱۳) بس صبر کرو اے جگر خستہ جگر کی ستائی
کٹوانے گلا جاتا ہے یہ حق کا فدائی — اس کام میں ہے فاطمہؑ اُمت کی بھلائی
خاموش ہو فریاد سے ہلا جاتا ہے زہراؑ
رونے سے ترے عرش ہلا جاتا ہے زہراؑ

مرثیہ ۱۴

سفرِ امام حسینؑ فرمایا اس

(۱)
گھر سے جب بہرِ سفر سیّدِ عالم نکلے
سر جھکاتے ہوئے با دیدۂ پُرنم نکلے
خویش و فرزند کمر باندھ کے باہم نکلے
رو کے فرمایا کہ اِس شہر سے اب ہم نکلے
اِت سے گریۂ زہراؑ کی صدا آتی ہے
دیکھیں قسمت ہمیں کس دشت میں لیجاتی ہے

(۲)
رُخ کیا شہ نے سوئے قبرِ شہنشاہِ انام
بہرِ تسلیم جھکے متصلِ بابِ سلام
اذن پڑھ کر جو گئے قبر کے نزدیک امام
عرض کی آیا ہے آج آخری رُخصت کو غلام
یہ مکاں ہم سے اب اے شاہِ زمن چھٹتا ہے
آج حضرت کے نواسے سے وطن چھٹتا ہے

(۳)
چین سے سب ہیں گھروں میں مجھے ملتا نہیں چین
سخت آفت میں ہے اب آپکا یہ نورالعین
ٹکڑے دل ہوتا ہے جب رو کے حرم کرتے ہیں بین
ننھے بچوں کو بہلا کے کدھر جائے حسینؑ
شہر میں چین نہ جنگل میں اماں ملتی ہے
دیکھئے قبر مسافر کو کہاں ملتی ہے

(۴)
اب کے سر کیلئے تیز ہوئے ہیں خنجر
اہلِ کیں شر پہ کمر باندھے ہیں یا خیرالبشرؐ
اپنے دن تھی اِسی روز کی اماں کو خبر
والدہ روتی تھیں دو روز تلک پیٹ کے سر
اس نواسے کو مگر بھول نہ جانا حضرت
ذبح کے وقت مدد کرنے کو آنا حضرت

(۵)
یہ وہ دن ہیں کہ پرندے بھی نہیں چھوڑتے گھر
مجھ کو درپیش ہے ان روزوں میں آفت کا سفر
ہے کہیں قتل کا سامان کہیں لُٹ جانے کا ڈر
ساتھ ہے بچوں کا اے بادشہِ جن و بشر
تنگ جینے سے ہوں پاس اپنے بُلا لو نانا
اپنی تربت میں نواسے کو چھپا لو نانا

(۶)
یہ بیاں کر کے جو تعویذ سے لپٹے سرور
یوں ہلی قبر کہ تھرائی ضریحِ انور
آئی تربت سے یہ آوازِ حبیبِ داور
تیری غربت کے میں صدقے مرے مظلوم پسر
کوئی سمجھا نہ مری گود کا پالا تجھکو
ہائے اعدا نے مدینہ سے نکالا تجھکو

(۷)
اے مرے گیسوؤں والے مرے صابر شبیرؑ
مرے بیکس مرے مظلوم مسافر شبیرؑ
نہ رہا کوئی ترا یاور و ناصر شبیرؑ
ہائے اے گورِ غریباں کے مجاور شبیرؑ
تو جہاں جائے گا پیارے وہیں چلتا ہوں میں
خاک اُڑاتا ہوا تربت سے نکلتا ہوں میں

(۸)
کئی دن سے تری مادر کو نہیں قبر میں چین
آئی تھی شب کو مرے پاس یہ کرتی ہوئی بین
گھر مرا لُٹتا ہے فریاد رسول الثقلین
صبح کو اپنا وطن چھوڑ کے جاتا ہے حسینؑ
کہنے آئی ہوں کہ منہ قبر سے موڑوں گی میں
اپنے بچے کو اکیلا تو نہ چھوڑوں گی میں

(۹)
سُن کے یہ شہ نے کیا آخری رُخصت کا سلام
نکلے روتے ہوئے جب روضۂ انور سے امام
شہ سے اُس دم یہ کیا رو کے زینبؑ نے کلام
قبر پر ماں کی مجھے لے چلو یا شہِ انام
لوگ ہمراہ ہیں محمل میں کیوں نہ روؤں
ماں کی تُربت سے پھر اک بار لپٹ کر روؤں

ماں کی تربت پہ گئے شاہِ بچشمِ خوں بار (۱۰) اتری محمل سے بصد آہ و فغاں زینبؑ زار
دوڑ کر قبر سے لپٹے جو امامِ ابرار — ہاتھ زہراؑ کے لحد سے نکل آئے ایک بار

آئی آواز نہ رو دل کو قلق ہوتا ہے
قبر ہلتی ہے کلیجہ مرا شق ہوتا ہے

تھی عجب طرح کی اُسوقت قیامت برپا (۱۱) گردنِ شاہ میں تھے دستِ جنابِ زہراؑ
اور بصد درد یہی قبر سے آتی تھی صدا — اے مرے بیکس و مظلوم یہ ماں تجھ پہ فدا

تڑپے صدقے سے نہ کیوں روح ہماری بیٹا
چھوڑتے ہو مری تربت کو میں واری بیٹا

ہاں بلاؤ عباسِؑ دلاور ہے کدھر (۱۲) وہ فدا ہے مرے بچہ پہ میں صدقہ اُس پر
شیرِ عنبر سے گو ہے پہ وہ میرا ہے پسر — یہ صدا سُن کے برادر کو پکارے سرور

ابھی رہوار کو آگے نہ بڑھاؤ بھائی
یاد فرماتی ہیں اماں اِدھر آؤ بھائی

آکے عباس نے سر رکھ دیا پائینِ مزار (۱۳) آئی زہراؑ کی صدا میں تری غربت کے نثار
اپنے پیاروں کے برابر میں تجھے کرتی ہوں پیار — دھیان بھائی کی حفاظت کا رہے اے دلدار

کوئی غربت میں اِسے مار نہ ڈالے بیٹا
میرا شبیرؑ ہے اب تیرے حوالے بیٹا

مرثیہ ۱۵

بیقراری حضرت فاطمہ صغراؑ

مسافروں کی مدینہ میں جب رسید آئی (۱) کہ وعدہ گاہ میں فوجِ شہِ سعید آئی
رسید آتے ہی صُغراؑ کے گھر میں عید آئی — تپ کہن گئی اور طاقتِ جدید آئی

ملال دُور ہوا عیش کے قرینے سے
بخار نبض سے غم دل سے درد سینے سے

غرض کہ حضرت اُم البنینؑ کو بلوایا (۲) وہ آئیں تو سرِ تسلیم اُٹھ کے نہوڑایا
وہ ہنس کے بولی کہ کیوں یاد مجھ کو فرمایا — کہا مریض نے خوش ہو کے شہ کا خط آیا

ہمارے دل کو فقط نامہ بر نے چین دیا
محمد حنفی کو خطِ حسین دیا

یہ کہہ کے مادرِ عباس کو لیا ہمراہ (۳) محمد حنفی کے گھر آئی دخترِ شاہ
وہ منتظر تھے لئے نامہ شہِ ذی جاہ — سلام کرتے ہی کہنے لگے بہ نالہ و آہ

لو اب سناؤ امامِ غریب کا نامہ
پڑھو مریض کے آگے طبیب کا نامہ

محمدِ حنفی نے کیا لفافہ کو وا (۴) نکالا شقہ پُر نور سید الشہدا
پڑھا جو نامہ میں القاب اپنا رو کے کہا — حسینؑ تیرے کرم پر میں لاکھ جاں سے فدا

کہاں میں تیرا برادر یہ جاں برابر ہیں
تو جانِ ختمِ رسلؐ ہے میں ابنِ حیدرؑ ہوں

اخی کا لفظ جو القاب میں مرے لکھا (۵) فقط یہ بندہ نوازی ہے یا امامِ ہدا
ترا غلام ہے عباس میں غلام اس کا — ہزار حیف قدم سے حضور کے ہوں جدا
لیا جو نام جدائی تو آنسو بہنے لگے
سلام پڑھ کے علیک السلام کہنے لگے

کہا یہ فاطمہ صغرا سے بدیدۂ تر (۶) لکھا ہے باپ نے تم کو کہ اے مری دختر
دعا کے بعد ہو معلوم میری نورِ نظر — کوئی گھڑی نہیں غافل تری طرف سے پدر
قلق ہے صدمہ ہے رنج و ملال ہے صغرا
عدو کے نرغے میں زہرا کا لال ہے صغرا

دفورِ فکر سے صغرا جو سخت گھبرائی (۷) چچا کا اپنے قلمدان وہ اٹھا لائی
اور التماس کیا اے حسین کے بھائی — مجھے تو ہے نہ توانائی اور نہ بینائی
مری طرف سے وہ القاب لکھو بابا کو
کنیزیں لکھتی ہیں جس طرح اپنے آقا کو

غریب پرور و عالم نواز و خلق پناہ (۸) ملک سپاہ فلک بارگاہ شاہنشاہ
امامِ بیکس و مظلوم و بے دیار و تباہ — خلیلِ کعبۂ دیں یوسفِ رسول اللہ
اجل رسیدوں کے عیسیٰ غریبوں کے والی
حسین ابن علیؑ مدظلہ العالی

پس از شروطِ قدم بوسی بعدِ تسلیمات (۹) لکھو زبانیِ صغرا کہ اے شہِ خوش ذات
میں تم سے چھوٹ کے جاں کندنی میں ہوں دن رات — نہ آرزوئے شفا ہے نہ اب امیدِ حیات
نہیں کسی کو توقع کہ اب ٹھہر جاؤں
تم آ کے سورۂ یٰسین پڑھو تو مر جاؤں

رجب کی تیسری کو تم نے گھر کیا ویراں (۱۰) تمہارے بعد ہوئیں تین عیدیں بابا جاں
شبِ برات ہوئی دوسرے مہینے عیاں — بروحِ حمزہ نہ تھی فاتحہ کی تاب و تواں
تمام آہ تڑپتے تڑپتے رات ہوئی
ہمارے گھر میں نہ عیدِ شب برات ہوئی

وہ عید تو گئی دن عیدِ فطر کا آیا (۱۱) گھر آن کے مجھے ہم جولیوں نے رلوایا
کسی نے گہنا کسی نے لباس دکھلایا — کوئی یہ بولی کہ عیدی میں ہم نے یہ پایا
ہر ایک خوش تھا مگر میرے لب پہ نالے تھے
سفر میں سب مری عیدی کے دینے والے تھے

نظر میں پھرتا ہے عیدِ گذشتہ کا آنا (۱۲) وہ عید گاہ میں اکبر کا دھوم سے جانا
بہن کے واسطے میوے خرید کر لانا — وہ اماں بانو کا ہر دم گلے سے لپٹانا
بجز اب تو بغل گیر جس سے ہوتی ہوں
بہن سکینہ کو میں یاد کر کے روتی ہوں

نمود پھر ہوئی ذالحج کی عید میں قرباں (۱۳) ادھر مدینہ میں قربانیوں کا تھا ساماں
ادھر قلق کی چھری تھی مرے گلے پہ رواں — زباں پہ آہ و فغاں دل میں حسرت و ارماں
رہی کمالِ تمنا دلِ پُر ارماں کو
نہ آپ پر ہوئی قرباں میں عیدِ قرباں کو

یہ تین عیدیں تو گذریں ہوا نہ دل کو سُرور (۱۴) قریب مرگ ہے صغرا تمہاری جاں سے دُور
اب آن پہنچی ہے عیدِ مبارکِ عاشور — بھلا یہ عیدِ چہارم تو ہو تمہارے حضور
اخیر عید ہے اس میں تو مجھ کو شاد کرو
کہ پہلے عید سے لونڈی کو اپنی یاد کرو

جو اس میں ہوگا تامل تو روٹھ جاؤنگی (۱۵) خطا معاف بُلانے پہ بھی نہ آؤں گی
جو پہلے عید سے اپنی مراد پاؤں گی — نہ تین عیدوں کا شکوہ زباں پہ لاؤنگی
گلے ملوں گی قدم چوموں گی دُعا دونگی
یہ روٹھ روٹھ کے ہیں تین عیدیاں لونگی

مرثیہ ۱۶

بیقراری حضرت فاطمہ صغرا

مہ رجب میں جو شہ سے جدا ہوئی صغرا (۱) عجب حادثوں میں مبتلا ہوئی صغرا
تپ فراق سے لاغر سوا ہوئی صغرا — امید وار پیام قضا ہوئی صغرا
پدر کے آنے کا ذی الحج تک انتظار رہا
محرم آیا تو دِل پہ نہ اختیار رہا

بیان کرتی تھی نانی سے رو کے وہ بیمار (۲) یہ کیسا اب کا محرم ہے اے بلند وقار
کہ جس کے غرہ سے دل کو نہیں ہے صبر و قرار — لرز چکا ہے کئی بار مصطفےٰ کا مزار
صدا علیؑ کے بھی رونے کی بار ہا آئی
مرے مسافروں پر کچھ نہ کچھ بلا آئی

نبیؐ کی قبر پہ یہ ناتواں جو جاتی ہے (۳) صدا ہائے حسینؑ اُس لحد سے آتی ہے
حسن کی قبر بقیعہ میں تھر تھراتی ہے — لحد میں فاطمہؑ رو رو کے غل مچاتی ہے
مرے پدر پہ کوئی آفت عظیم ہوئی
یقین جان لو نانی کہ میں یتیم ہوئی

غرض کہ عالم تشویش میں تھی دختر شاہ (۴) پدر کے دھیان میں اک شب جو سوئی وہ ذیجاہ
نظر پڑا اُسے صحرائے لق و دق ناگاہ — اور اس میں قافلہ اک ننگے سر بحال تباہ
کھلے ہیں بال اور آنکھوں سے اشک بہتے ہیں
سروں کو پیٹ کے سب وا حسینؑ کہتے ہیں

اور ایک سمت کو نیزے گڑے ہیں سرتاسر (۵) لہو میں غرق شہیدوں کے سر ہیں نوکوں پر
سروں کے آگے ہے نیزے پہ اک سرِ انور — وظیفہ اس کا ہے تسبیح خالق اکبر
کہا کہ خون ہوا یہ کسی سپاہ کا ہے
سروں کے آگے یہ سر اُن کے بادشاہ کا ہے

قریب قافلہ صغرا گئی باہ و فغاں (۶) سلام کر کے کیا کارواں سے یہ بیاں
کہو نصیب نے لوٹا ہے تم سبھوں کو کہاں — بتاؤ باغ تمہارا کہاں ہوا ہے خزاں
درست کی ہیں صفیں شور وشین کی خاطر
بتاؤ روتے ہو تم کس حسینؑ کی خاطر

کہا یہ فاطمہ صغرا نے جب بہ آہ و بکا (۷) تو ایک بی بی کو اس قافلہ میں غش آیا
جب آیا ہوش کہا سینہ پیٹ کر اپنا — مکان پوچھتی ہو لامکانوں کا تم کیا
ازل سے رنج و قلق سب ہماری خاطر ہیں
عزیز مردہ ہیں مظلوم ہیں مسافر ہیں

پتہ بتائیں تمہیں کیا لُٹا ہمارا گھر (۸) وطن مدینہ ہے رہتے تھے جس میں پیغمبرؐ
پر آج کل ہے خراب و تباہ وہ کشور — کہ بادشاہ مدینہ کا ہو گیا بے سر
کہا مریض نے یہ رحم مجھ پہ کھاؤ تم
کہ اس حسینؑ کا مجھکو نسب بتاؤ تم

(۹) جگر کو تھام کے صغرا سے بولی وہ دکھیا — کہ اِس حسینؑ کا تم کو نسب بتاؤں کیا
اِسی کے مرنے سے ہم سب ہوئے اسیرِ بلا — یہ وہ حسینؑ ہے جس کی ہے والدہ زہرا
نہ ایسا اب کوئی ہووے گا نسلِ آدمؑ میں
کہ ایک حسینؑ خدا کا ہے یہ دو عالم میں

(۱۰) چھری کلیجہ پہ صغرا کے پھر گئی اُس دم — پکڑ کے ہاتھوں سے دل کو کہا بدیدۂ نم
اب اپنا نام بتاؤ تمہیں خدا کی قسم — وہ سر کو پیٹ کے کہنے لگی بدردِ دلم
میں زینبؑ جگر افگار بنتِ حیدرؑ ہوں
اِسی حسینؑ کی میں بے نصیب خواہر ہوں

(۱۱) یقیں ہوا اُسے یہ ہے مری پھوپھی زینبؑ — پکاری پیٹ کے کیا ہو گیا یہ ہائے غضب
وہ رو کے بولی میں واری یہی تھی مرضیٔ رب — علیؑ کا باغ لٹا دشتِ کربلا میں سب
ترا پدر رشکِ جن و ملک شہید ہوا
دُہائی تیر سے اصغرؑ ملک شہید ہوا

(۱۲) کہا یہ فاطمہ صغرا نے اے پھوپھی امّاں — بتاؤ دفن کیا ہے مرے پدر کو کہاں
وہ رو کے بولی ابھی بے کفن ہیں بھائی جاں — پڑا ہے خاک پہ حضرت کا لاشہ عریاں
نہ شمر قدر شہ مشرقین کو سمجھا
نہ کوئی گور کے قابل حسینؑ کو سمجھا

(۱۳) زباں سے کہتا ہے جو ہائے فاطمہ صغرا — میری بھتیجی یہی سر ہے تیرے بابا کا
جھکا کے سر سوئے نیزہ پکاری وہ دکھیا — جنابِ قبلہ و کعبہ قبول ہو مجرا
جوں ہی یہ حرف زبانِ مریض پر آیا
تڑپ کے گود میں صغرا کی شہ کا سر آیا

(۱۴) بلائیں لے کے سرِ شہ کی بولی یوں صغرا — میں صدقے بھول گئے بیٹی کو تم اے بابا
نہ بھیجا بھائی کو میرے نہ کوئی خط بھیجا — پر اب گلہ نہیں ہے ہے کٹا تمہارا گلا
شریک آپ کی گر اس سفر میں ہوتی میں
تمہاری لاش پہ امّاں کے ساتھ روتی میں

(۱۵) سرِ حسینؑ نے صغرا سے رو کے تب یہ کہا — خدا کے عرش کو لرزہ ہے صبر کر صغرا
یہ تجھ کو ہے یہ وصیت پدر کی اے دکھیا — کہ وقتِ ذبح تھا میں تین روز کا پیاسا
یہی ہے نذر بس اب فاطمہ کے جانی کی
ہمارے نام پہ رکھنا سبیل پانی کی

(۱۶) کہا یتیم نے کیوں کر نہ روؤں اے بابا — تمام کنبہ مرا ہائے دوپہر میں لٹا
مقامِ عدل ہے اے نائبِ رسولِ خدا — جناب بےکفن و گور ہوں میں واڑھوں دا
تمہارے حال پہ سارا جہان روئے گا
کہ تم سا کوئی غریب الوطن نہ ہووے گا

(۱۷) یہ کہہ رہی تھی کہ بیدار ہو گئی صغرا — نہ سرِ حسینؑ کا پایا نہ قافلہ دیکھا
پکاری دادی کو رو کر وہ عاشقِ بابا — بتاؤ سوتی تھی یا جاگتی تھی میں دکھیا
جمال خواب میں زہراؑ کے نورِ عین کا تھا
ابھی یہیں مری گودی میں سرِ حسینؑ کا تھا

(۱۸) کہا یہ حضرتِ اُم البنینؑ خوش ہو کر — کہ بارے خواب میں تم کو ہوا وصالِ پدر
بتاؤ خیر سے تو ہیں امامِ جن و بشر — پکاری وہ کہ چلا خشک حلق پہ خنجر
رسولؐ زادے کو اُمت نے بے سبب مارا
دھائی مالکِ کوثر کو تشنہ لب مارا

مرثیہ ۱۷

شہادت حضرت مسلمؑ

انساں کے لئے موت ہے غم بے وطنی کا (۱) جانکاہ ہے اندوہ و الم بے وطنی کا
صدمہ نہیں کچھ موت سے کم بے وطنی کا — آفت ہے قیامت ہے ستم بے وطنی کا
کانٹوں کے الم سیدِ سجاد سے پوچھو
ایذائے سفر مسلمِ ناشاد سے پوچھو

کی سخت دغا کوفیوں نے گھر میں بلا کے (۲) سب پھر گئے جن لوگوں کے دعوے تھے وفا کے
لاکھوں ہیں عدو جائیں کدھر جان بچا کے — آفت میں گرفتار ہوئے کوفے میں آکے
یاور نہیں ہمدم نہیں غم خوار نہیں ہے
نرغے میں ہیں اور کوئی مددگار نہیں ہے

ہیں سنگ دل ایسے وہ جفاکار و ستمگر (۳) کوٹھوں سے لگانے لگے مظلوم کو پتھر
نورانی بدن ہو گیا مجروح سراسر — اور سامنے سے منہ پہ لگا ظلم کا خنجر
کیوں گر نہ پڑا ہائے فلک پھٹ کے زمیں پر
لعلِ لبِ جاں بخش گرے کٹ کے زمیں پر

منہ کرکے سوئے چرخ کہا شکر خدایا (۴) راحت ہے یہ بندے نے جو کچھ ظلم اٹھایا
غم یہ ہے کہ ہے دور یداللہ کا جایا — شبیرؑ کے ہاتھوں سے کفن ہم نے نہ پایا
دنیا سے سوئے خلد کوئی دم میں سفر ہے
یاں ہم پہ جو کچھ بن گئی کیا اُن کو خبر ہے

یہ کہتے تھے مسلم کہ لعینوں نے قضا را (۵) اک سنگِ ستم اُس لبِ مجروح پہ مارا
ریش اور گریباں میں لہو بھر گیا سارا — جب حال یہ پہنچا تو کہاں جنگ کا یارا
اعدا سے کہا دل میں ذرا رحم کو جا دو
غش آتا ہے پانی مجھے تھوڑا سا پلا دو

کب سنتے تھے بیکس کا سخن ظلم کے بانی (۶) تھے قتل کی تدبیر میں وہ دشمنِ جانی
لے آئی ضعیفہ وہیں اک جام میں پانی — قسمت نے مگر بجھنے نہ دی تشنہ دہانی
سوکھی ہوئی تھی گُل سی زباں خشک گلو تھا
اُس پانی کو منہ سے جو لگایا تو لہو تھا

پھینکا اُسے جب خاک پہ با دیدۂ گریاں (۷) اک جام ضعیفہ نے دیا پھر انہیں اُس آں
پینے بھی نہ پایا تھا کوئی گھونٹ وہ ذیشاں — پانی میں جدا ہو کے گرے گوہرِ دنداں
فرمایا کہ ثابت ہوا پیاسے ہی مریں گے
اب ساقیٔ کوثر ہمیں سیراب کریں گے

دشمن تو کئی سو تھے یہ بے یار و مددگار (۸) برچھی کبھی پڑتی تھی کبھی پڑتی تھی تلوار
اندوہ پہ اندوہ تھے آزار پہ آزار — کس یاس سے اک ایک کا منہ تکتے تھے ہر بار
بازو کو ستمگار جو باندھے تھے رسن سے
فوارۂ خوں چھٹتا تھا ہر زخم بدن سے

القصّہ لبِ بام جو لایا انہیں سفاک (۹) تو آنسوؤں سے ہو گیا مسلم کا رخِ پاک
فرمایا سوئے کعبہ یہ کی با دلِ غمناک — روحی لِفداک اے پسرِ سید لولاک
کرتا ہے سفر خلق سے غم خوار تمہارا
موقوف ہے اب حشر پہ دیدار تمہارا

(۱۰)
فرما کے یہ گردن طرفِ قبلہ جھکائی — شمشیر جفا کار نے چمکا کے اُٹھائی
آواز یہ مخدومۂ کونین کی آئی — مرتا ہے مرا دل مرے بچہ کا دُہائی
اس ظلم سے باز آ جو خدا کا تجھے ڈر ہے
ظالم سرِ مسلمؑ پہ مرا ہاتھ سپر ہے

(۱۱)
میرے لئے کم حشر کے دن سے یہ نہیں دن — تربت سے میں نکلی ہوں لئے لاشۂ محسن
مظلوم کو تو قتل تو کرتا ہے ولیکن — بن باپ کے ہو جائیں گے بچے کئی کم سن
خوں سر پہ نہ لے چھوڑ دے آوارۂ وطن کو
کر رانڈ نہ عباسِ دلاور کی بہن کو

(۱۲)
زہراؑ نے کئی بار تڑپ کر یہ پکارا — کیا دل تھا کہ مطلق نہ ڈرا وہ ستم آرا
ظالم نے کئی ضرب میں سر تن سے اُتارا — پھٹتا ہے جگر اب نہیں گویائی کا یارا
لکھا ہے چلا لے کے جو قاتل سرِ مسلمؑ
کوٹھے کے تلے پھینک دیا پیکرِ مسلمؑ

(۱۳)
سب زخم بدن پھٹ گئے مقتولِ جفا کے — اک چوٹ لگی دل پہ رسولِ دوسرا کے
آغوش میں حیدرؑ نے لیا لاش کو آ کے — یہ بین کئے فاطمہؑ نے اشک بہا کے
اے بے وطن اے صابر و شاکر ترے صدقے
ہے ہے مرے مظلوم مسافر ترے صدقے

(۱۴)
مسلمؑ تری شرمندۂ احساں ہوئی زہراؑ — مسلمؑ تری اس لاش کے قرباں ہوئی زہراؑ
مسلمؑ ترے مرجانے سے نالاں ہوئی زہراؑ — ماتم میں ترے چاک گریباں ہوئی زہرا
غم گیں ہوں دل افگار ہوں مجروح جگر ہوں
تو بے کفن و گور ہے میں بھی کھلے سر ہوں

(۱۵)
دربار میں لائے سرِ مسلمؑ کو جو ناری — آلودۂ خوں چاند سی تصویر تھی ساری
اُس وقت تو حاکم کے بھی آنسو ہوئے جاری — حضار میں رونے کا ہوا غل کئی باری
حیرت ہوئی ظالم کو جو لوگوں کی فغاں پر
بھیجا طرفِ شام وہ سر رکھ کے سناں پر

(۱۶)
بیکس کی وصیت بھی بجا لائے نہ گمراہ — فرما گئے تھے دفن مجھے کیجیو للہ
سو اُس کے عوض لاشہ کو تشہیر کیا آہ — لٹکا دیا پھر لا کے درِ قلعہ پہ ناگاہ
صدمے جو سہے الفتِ شاہِ مدنی میں
بیکس کو یہ معراج ہوئی بے وطنی میں

مرثیہ ۱۸

شہادت پسرانِ حضرت مسلمؑ

(۱)
پردیس میں مسلمؑ کے یتیموں پہ جفا ہے — دریا پہ پئے قتل عدو لے کے چلا ہے
چھوٹا تو بڑے بھائی کا منہ دیکھ رہا ہے — زور اُس کو مدد کا نہیں مشغولِ بکا ہے
بے رحم کے قابو میں ہیں دو نازوں کے پالے
ہر سو نگراں ہیں کہ کوئی آ کے بچا لے

(۲)
چھوٹے کو بڑا بھائی ہے بڑھ بڑھ کے بچاتا — ہر بار ہے مصحف کی طرح بیچ میں آتا
رو دیتا ہے کچھ کہنے کا موقع نہیں پاتا — بے ساختہ اک بات زباں پر ہے یہ لاتا
سن حال غریبوں کا خدا کے لئے دم لے
اب ہم ترے گھر میں کبھی آئیں تو قسم لے

(۳)
کچھ گھر میں ترے چین نہیں پایا ہے ایسا
توڑا ہے فقط پانی سے فاقہ کئی دن کا
خود آتے نہیں کی تری زوجہ نے تمنا
حجرے میں نمازیں ہیں پڑھیں اور کیا کیا
ہم بچے ہیں تو اپنی بزرگی پہ عمل کر
تقصیر جو کچھ ہم سے ہوئی ہو وہ بحل کر

(۴)
یہ جرم ہے یُن پوچھے جو آتے ہیں ترے گھر
حجرے میں رہے شب کو بھی بیدار برابر
کرتے پھٹے گیسو کھچے سیلی لگی ہم پر
تکلیف بہت دے چکا اب چھوڑ ستمگر
جنگل میں کہیں بیٹھ کے ہم روئیں گے ظالم
مُنہ کر کے ترے گھر کو نہ اب سوئیں گے ظالم

(۵)
سنتا نہ تھا مظلوموں کی اک بات ستمگر
دیتے تھے ندا زوجۂ حارث کو یہ بڑھ کر
یہ جانتے تو ہم کبھی آتے نہ ترے گھر
مہمانوں کو اپنے تو بچاتی نہیں مادر
چھڑوا دے کہ پکڑے ہوئے زلفوں کو عدو ہے
اماں نہیں بابا نہیں جو کچھ ہے سو تو ہے

(۶)
بالوں کو بکھیرے ہوئے وہ مومنہ تھی ساتھ
مظلوموں کو ظالم سے چھڑاتی تھی وہ خوش ذات
کہتی تھی خدا کیلئے کیا کرتا ہے بدذات
گہ پاؤں پہ سر رکھتی تھی گہ باندھتی تھی ہاتھ
بس بس کہ زمیں اب تو ہلی جاتی ہے ظالم
زہراؑ مجھے سر ننگے نظر آتی ہے ظالم

(۷)
وہ بولا سرانِ دونوں کے لیجا ئینگے جب ہم
دیگا دو ہزار ابنِ زیاد اُس گھڑی درہم
وہ بولی اگر طالبِ دولت ہے تو اظلم
لے فاطمہؑ کے نام پہ میں بکتی ہوں اِس دم
اس دولتِ کم کیلئے پھرتا ہے خدا سے
درہم دو ہزار اور یہ حیدرؑ کے نواسے

(۸)
ظالم نے تہہ تیغ کیا زوجہ کو اُس آں
یا فاطمہؑ کہہ کر ہوئی زہرا پہ وہ قرباں
دریا پہ عدو لایا انھیں پکڑے گریباں
دی تیغ غلامِ حبشی کو وہاں عریاں
غصے سے کہا دونوں کو انگلی سے دکھا کر
ہاں کاٹ لے سران کے کنارے پہ تو جا کر

(۹)
تلوار کو چمکا کے بڑھا وہ حبشی آہ
یہ تیغ تلے سر کو جھکا کر ہوتے ہمراہ
لکھا ہے کہ تھا وہ حبشی مردِ حق آگاہ
رستے میں خطاب اس سے کیا دونوں نے ناگاہ
ہمشکل بلالِ شہ لولاک کا تو ہے
سچ کہہ کہ پیمبرؐ کا محب ہے کہ عدو ہے

(۱۰)
وہ بولا نبی پر سے فدا ہوں بدل و جاں
چپکے سے کہا دونوں نے اب ہم ہوئے حیراں
عترت کا تو قاتل ہے نبی پر سے ہے قرباں
وہ بولا پیمبرؐ کے عزیزوں میں ہو تم ہاں
تقصیر ہوئی توبہ یہ پہلے نہ سُنا تھا
حارث کا بُرا ہو مجھے واقف نہ کیا تھا

(۱۱)
پھر غصے سے حارث کی طرف پھینک دی تلوار
بے وار لگائے ہی وہ دریا کے ہوا پار
حارث نے کہا ہو گیا آقا سے تو بیزار
وہ بولا خدا سے تو نہیں پھر گیا زنہار
کیا حکم خدا سے بھی ترا حکم سوا ہے
میں تجھ سے پھرا ہوں کہ خدا تجھ سے پھرا ہے

(۱۲)
فرزند کو دی حارثِ ملعون نے تلوار
اور بولا کہ سر کاٹ لے ان دونوں کے اک بار
وہ بولا کہ مجھ سے یہ نہیں ہوئے گا زنہار
یہ تو ہی ہے بدبخت سیہ رو و جفاکار
حارث تو پدر کس کا شقیٔ ازلی ہے
ماں فاطمہؑ ہے مومنوں کی باپ علیؑ ہے

تو کو ہے ظالم نظر آئے تجھے کیونکر (۱۳) لے دیکھ نبیؐ روتے ہیں دریا پہ کھلے سر
یہ سن کے اٹھا حارثِ ملعون و ستمگر ظالم نے کہا مجھ کو نہیں خوفِ پیمبرؐ
اک تیغ تلے دونوں برادر کو بٹھا کر
سر کاٹا بڑے بھائی کا چھوٹے کو دکھا کر

سر پاس رکھا لاش کو دریا میں بہایا (۱۴) بھائی کے گلے کا جو لہو خاک پہ پایا
الفت سے برادر کا لہو جوش میں آیا تب جوڑ کے ہاتھ اپنے یہ قاتل کو سنایا
پوچھوں یہ لہو کرتے سے تلوار جھکا دے
لوٹوں بڑے بھائی کے لہو میں جو رضا دے

وہ بولا کہ ہو شوق سے غلطاں مجھے کیا ڈر (۱۵) بھائی کے لہو میں وہ لگا لوٹنے گر کر
کہتا تھا بڑے بھائی کہاں ڈھونڈے برادر تم تو ابھی بیٹھے ہوئے تھے میری برابر
کس نے ہے نصیب ایسے الٹتے ہوئے دیکھا
بھائی نے گلا بھائی کا کٹتے ہوئے دیکھا

ناگاہ غضب و طیش سے حارث یہ پکارا (۱۶) بس لوٹ چکے اٹھو کہ سر کاٹوں تمہارا
اٹھ بیٹھا کہا جلد گلا کاٹ ہمارا سر کاٹ کے دریا میں جو تن ڈالا قضا را
مُردے نے کہا پورے ہوئے دل کے ارادے
اے بحر مجھے بھائی کے لاشے سے ملا دے

وہ لاشہ بھی تھا منتظرِ لاشِ برادر (۱۷) نے غرق ہوا تھا نہ بہا تھا تنِ بے سر
اللہ کی قدرت سے وہ تھا پانی کے اوپر اور ہائے اخی کہتا تھا ہر بار تڑپ کر
بہہ کر جو کنارے سے یہ خونیں کفن آیا
پھیلاتے ہوئے ہاتھوں کو اسکا بدن آیا

سینہ پہ رکھا سینہ جگر رکھا جگر پر (۱۸) دو ہاتھ مدینے کی طرف اٹھے برابر
حق سے یہ دعا کی کہ بچے اکبرؑ و اصغرؑ شبیرؑ کی اب خیر ہو ہم تو ہوئے بے سر
مادر کو بھلا دیجیو اب یاد ہماری
لے لیجیو جلاد سے تو داد ہماری

مرثیہ ۱۹

شہادت پسران حضرت مسلمؑ

دربار میں جب کٹ کے یتیموں کے سر آئے (۱) ڈوبے ہوئے دو چاند لہو میں نظر آئے
غل پڑ گیا مسلمؑ کے یہ لختِ جگر آئے غربت زدہ و بے وطن و بے پدر آئے
شمشیرِ ستم چل گئی ان نوحہ گروں پر
کیا بیکسی و یاس برستی ہے سروں پر

حاکم سے یہ تب کہنے لگا حارثِ بدکام (۲) سر بچوں کے لایا ہوں ملے خلعت و انعام
پہچان لے مسلمؑ کے پسر ہیں یہی گلفام یہ وہ ہیں جو زنداں سے بھاگے تھے سرِ شام
میں ڈھونڈھتا پھرتا تھا نہ ہاتھ آتے تھے دونوں
پاتے تھے جدھر راہ نکل جاتے تھے دونوں

حاکم نے کہا تو نے کہاں پھر انہیں پایا (۳) تاریکیٔ شب میں نظر آتا نہیں سایا
وہ جوڑ کے ہاتھوں کو سخن لب پہ یہ لایا زوجہ نے مری تھا انہیں حجرے میں چھپایا
میں کہتا تھا دل میں کہ کہاں جا کے چھپے ہیں
اس کی نہ خبر تھی مرے گھر آکے چھپے ہیں

ازبسکہ تھکا تھا مجھے نیند آگئی اُس دم (۴) کیا دیکھتا ہوں عالمِ رؤیا میں بصد غم
اک حجرے میں دو طفل نظر آتے ہیں باہم — سر پیٹ کے کہتے ہیں وہ با دیدۂ پُرنم
آفت میں پھنسے ہم درِ زنداں سے نکل کے
معلوم ہوا پڑ گئے پھندے میں اجل کے

چلائے وہ ہائے پدر کہہ کے دل افگار (۵) تھا نیند میں یا آنکھ مری کھل گئی اک بار
خوش ہو گیا میں طالعِ خفتہ ہوئے بیدار — بستر سے اٹھا ہاتھ میں کھینچے ہوئے تلوار
اک حجرے میں مسلمؑ کے وہ پیارے نظر آئے
بالائے زمیں عرش کے تارے نظر آئے

جب جکڑا انھیں میں نے تو کرتے تھے یہ فریاد (۶) مہماں ترے گھر آئے ہیں ہم بیکس و ناشاد
بن باپ کے ہیں ہم پہ ترس کھا ستم ایجاد — لے منتیں کرتے ہیں تری چھوڑ دے جلاد
کر رحم کہ معصوم ہیں دکھ پاتے ہیں ظالم
ہم چھپنے کو دامن میں ترے آئے ہیں ظالم

میں نے کہا تم دونوں کے بابا کا ہے کیا نام (۷) رو کر کہا کہتے ہیں انھیں مسلمِ ناکام
بے جرم و خطا ان کے گلے پر چلی صمصام — ہم جب سے چھٹے باپ سے ہم کو نہیں آرام
دہشت سے تری سینہ میں دل ہلتے ہیں ظالم
اب ڈھیلی رسن کر کہ گلے چھلتے ہیں ظالم

یہ سنتے ہی معصوموں پہ غصہ مجھے آیا (۸) حجرے سے انھیں کھینچتا دالان میں لایا
ان دونوں نے جو ظلم نہ دیکھا تھا دکھایا — مجرم کی طرح باندھ دیا رحم نہ کھایا
باہر انھیں لے آیا جو زلفوں کو پکڑ کر
استادہ کیا چوب سے رسی میں جکڑ کر

جب لے کے چلا گھر سے انہیں قتل کی خاطر (۹) زوجہ نے یہ کہہ کر مرے پاؤں پہ رکھا سر
مہماں مرے گھر آئے ہیں یہ دونوں مسافر — لے اُن کے عوض کاٹ لے سر ہے میرا حاضر
تقصیر جو کچھ ان سے ہوئی ہو وہ بحل کر
ہے ہے مجھے مہمانوں کے منہ سے خجل کر

یہ کہہ کے جو بچوں کو چھڑانے لگی اک بار (۱۰) جھنجلا کے میں بولا تجھے کیا اس سے سروکار
جا دور ہو کہتا ترا مانوں گا نہ زنہار — میں قتل کروں گا یہ ہیں حاکم کے گنہگار
اب حلق سے معصوموں کے شمشیر ملے گی
سر اُن کے دکھا دوں گا تو جاگیر ملے گی

سمجھا نا وہ ہرگز نہ مرا دھیان میں لائی (۱۱) جھنجلا کے اسے تیغِ ستم میں نے لگائی
اک وار میں ساعد سے گری کٹ کے کلائی — چلا کے لگی دینے پیمبرؐ کی دہائی
ہے ہے مرے آقا مری امداد کو پہنچو
اے شاہِ غریباں مری فریاد کو پہنچو

جب مار چکا اسکو تو معصوموں کو کھینچا (۱۲) پکڑے ہوئے زلفیں انہیں لایا لبِ دریا
رو کر کہا بچوں نے ہمیں قتل نہ کرنا — مارے گا جو ہم کو ترے کیا ہاتھ لگے گا
بیکس ہیں مسافر ہیں اور آوارہ وطن ہیں
یہ کیا ہے سزا کم کہ گرفتارِ محن ہیں

کر رحم ستمگار غریبی پہ ہماری (۱۳) دیوے گا صلہ اس کا تجھے خالقِ باری
لے آنکھ نہ دکھلا نہیں اب کرینگے زاری — چل کر سرِ بازار ہمیں بیچ لے ناری
بیچ جائیں گے ہم خلعتِ زر پائے گا ظالم
گر قتل کیا ہم کو تو پچھتائے گا ظالم

(۱۴) پرحُن کے بڑھا میں جونہی کھینچے ہوئے تلوار — پہلو میں برادر کے برادر گرا اِک بار
میں چھاتی پہ اِک طفل کی آخر ہوا سوار — جب حلق پہ بچے کے رکھا خنجرِ خونخوار
اِک حشر بپا ہو گیا خنجر کے چلے پر
بھائی نے گلا رکھ دیا بھائی کے گلے پر

(۱۵) میں کچھ نہ سُنا پھیر دیا خنجرِ خونخوار — سر کاٹ لیا رہ گئے رُتے وہ دلِ افگار
اور دونوں کے تن پھینک دیئے نہر میں اک بار — دریا کی ترائی سے ہوئے ہاتھ نمودار
سر پیٹتے ہاتھوں سے پیمبر نظر آئے
آغوش میں مسلمؑ کے وہ دلبر نظر آئے

(۱۶) یہ کہہ کے دکھانے لگا ان بیکسوں کے سَر — مظلومی پہ معصوموں کی سب رو دیئے ستمگر
پھر کہنے لگا حاکمِ اظلم سے یہ ہنس کر — کیا دیر ہے منگوا دے مجھے خلعتِ پُرزر
جو کام کیا میں نے نہ ہوتا نہ کسی سے
کچھ کم نہیں یہ قتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے

(۱۷) یہ سنتے ہی حاکم کا جگر ہو گیا پانی — بولا ارے یہ کیا کیا او ظلم کے بانی
بے سر کیے کیوں مسلمِ مظلوم کے جانی — جو میں نے کہا تھا وہ مری بات نہ مانی
کب میں نے کہا تھا تجھے سر لا یو ظالم
مل جائیں تو قیدی اُنہیں کر لا یو ظالم

(۱۸) یہ ظلم کوئی کرتا ہے اے ظالمِ بد خو — رسّی میں کسے ہائے غضب دونوں کے بازو
آگے مرے سر لایا ہے پکڑے ہوئے گیسو — مارا انہیں کیا صاحبِ اولاد نہ تھا تو
نازاں ہے کہ اب منصب و جاگیر ملے گی
ظالم تری گردن سے بھی شمشیر ملے گی

مرثیہ ۲۰

ورودِ کربلا و آمدِ محرّم

(۱) کیا آمدِ ہلالِ محرّم کا شور ہے — ارض و سما میں شیون و ماتم کا شور ہے
فوجِ ملائکہ میں اِسی غم کا شور ہے — برپا ہے حشر دیدۂ پرنم کا شور ہے
سُونی ہے قبر فاتحِ بدر و حنین کی
آتی ہے ہر طرف سے صدا شور و شین کی

(۲) ہر جا بپا ہے ماتمِ سلطانِ بحر و بر — کعبہ سیاہ پوش ہے حجاج نوحہ گر
ہے چاہ میں حسین کے زمزم کی چشم تر — خم بارِ رنج و غم سے ہے محراب کی کمر
ساماں ہے ماتمِ شہِ عالم پناہ کا
اُٹھتا ہے غُل زمیں سے فریاد و آہ کا

(۳) ماتم کہیں یہ ماتمِ یحییٰؑ سے ہے فزوں — جو اہلِ دیں ہیں ان کا جگر ہو گیا ہے خوں
بارِ الم سے کاہکشاں بھی ہے سرنگوں — پہنا ہے چرخِ پیر نے ملبوس نیل گوں
ہر دل حزیں ہے چشم ہر اک گریہ ناک ہے
محبوبِ کبریا کا گریبان چاک ہے

(۴) غم شش جہت میں خامسِ آلِ عبا کا ہے — عریان سر جنابِ رسولِ خدا کا ہے
تیغِ الم سے چاک جگر مجتبیٰؑ کا ہے — غم وادی السّلام میں داغِ بتا کا ہے
وہ چشم کون سی ہے جو اس غم میں نم نہیں
یہ ماہِ کربلا میں قیامت سے کم نہیں

رو لو عزائے شاہ میں کہ در پیش ہے اجل (۵) معلوم کیا ہے آج کہ جیتے رہیں گے کل
اِس عمر بے ثبات پہ تکیہ ہے بے محل — جائیگا کچھ نہ ساتھ لحد میں بجز عمل
یاں مجلسِ عزا میں جو آنسو بہائیں گے
اِن آنسوؤں کی قبر میں لذت اٹھائیں گے

نعمت ہے مومنوں کے لئے مجلسِ عزا (۶) نوحہ کہیں ہے اور کہیں ہوتا ہے مرثیا
سُن سُن کے حالِ قتلِ شہِ مشرقین کا — ہوتا ہے شور واحسینا وحسین کا
دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہیں شہ بیکس کے نام سے
روتے ہیں سب لپٹ کے ضریحِ امام سے

اس بزم میں شریک رسولِ خدا بھی ہیں (۷) شامل کئی اولیا بھی ہیں اور انبیا بھی ہیں
نالاں پسر کے حال پہ مشکل کشا بھی ہیں — تھامے ہوئے جگر حسنِ مجتبیٰ بھی ہیں
سُن سُن کے مرثیہ کو یہ رقت جو ہوتی ہے
تم سب کے ساتھ روحِ آئمہ بھی روتی ہے

یہ دن وہ ہیں کہ کانپتا ہے عرشِ ذوالمنن (۸) ماتم سرا ہے فاطمہ کو خلد کا چمن
روتے ہوئے گھروں سے نکلتے ہیں مرد و زن — آوارہ دشت و کوہ میں ہیں سرورِ زمن
سیّد پہ بے وطن پہ عجب ظلم و جور ہے
ابنِ معاویہ کا تو چرخ دور ہے

یثرب میں خاک اڑتی ہے بطحا اداس ہے (۹) محبوبِ ذوالجلال کا روضہ اداس ہے
شبیر ہیں سفر میں مدینا اداس ہے — گھر سائیں سائیں کرتا ہے صغرا اداس ہے
اُمت پہ شاہ جاتے ہیں قربان ہونے کو
شیرِ الٰہ نکلے ہیں تربت سے رونے کو

وہ دھوپ ہے کہ جس میں ہرن ہوتے ہیں سیاہ (۱۰) تپتی ہے یہ زمین کہ اللہ کی پناہ
کھیتوں میں خاک اڑتی ہے اور خشک ہے گیاہ — بے سایہ ایسی دھوپ میں ہے فاطمہ کا ماہ
صحرائے پُرخطر ہے نہ دریا نہ بستی ہے
گرمی ہے یا کہ آگ فلک سے برستی ہے

گرمی کی فصل اور مہینوں کا وہ سفر (۱۱) بچوں کے ساتھ رنجِ وطن دھوپ کا ضرر
ڈر قتل کا کہیں کہیں لٹنے کا ہے خطر — سب جاگتے ہی جاگتے ہو جاتی ہے سحر
اک اک قدم پہ لاکھ طرح کے ہراس ہیں
چہرے بہادرانِ عرب کے اُداس ہیں

سہتے ہوئے سفر کی اسی طرح سختیاں (۱۲) جاتے تھے کربلا کو شہنشاہِ انس و جاں
جو چرخ پہ ہلالِ محرم ہوا عیاں — حسرت سے دیکھنے لگے شہ سوئے آسماں
معلوم سِرِّ حق تھے جو زہرا کے لال کو
روئے امام پڑھ کے دعائے ہلال کو

عمامہ رکھ کے ہاتھوں پہ کرنے لگے دعا (۱۳) فرمایا اے رحیم ترے نام کے فدا
امیدوارِ لطف و عنایت رہا سدا — اب آرزو ہے تیغ سے کٹ جائے یہ گلا
پھر گھر میں اس سفر سے نہ جانا نصیب ہو
مولا تری جناب میں آنا نصیب ہو

مجرے کو آئے شہ کے رفیقانِ ماہرو (۱۴) دیکھا نگاہ پھیر کے حضرت نے چار سو
اکبر پہ جب پڑی نظر شاہِ نیک خو — برچھی جگر پہ چل گئی دل ہو گیا لہو
موتی سے اشک چاند سے چہرے پہ ڈھل پڑے
زہرا کے آفتاب کے آنسو نکل پڑے

رونے پہ شہ کے رونے لگے خویش و اقربا (۱۵) اتنے میں آکے شاہ سے فضّہ نے یہ کہا
ہے منتظر حضور کی واں بنتِ مرتضیٰ — یہ سُن کے آیا خیمہ میں زہرؑا کا مہ لقا

قدموں سے بنتِ شاہِ مدینہ لپٹ گئی
تسلیم کرکے شہ سے سکینہؑ لپٹ گئی

زینب بلائیں لے کے ہوئی بھائی پر فدا (۱۶) دی تہنیت ہلال کی اور ہنس کے یہ کہا
قائم رہے جہاں میں اقبال آپ کا — حسرت ہمارے دل کی بھی بر لائے کبریا

خالق کرے کہ ایسا مبارک یہ ماہ ہو
جو اس مہینے میں مرے اکبرؑ کا بیاہ ہو

اِک آہِ سرد شہ نے بھری سُن کے یہ سخن (۱۷) گھبرا کے بولی تب وہ اسیرِ غم و محن
کیوں بھائی خیریت تو ہے قربان ہو بہن — یہ ماہ کس طرح کا ہے یا سرورِ زمن

جو آپ میری بات پہ مغموم ہوتے ہیں
دیکھا ہے جب سے چاند اُسی دم سے روتے ہیں

بولے بہن سے رو کے یہ سلطانِ کربلا (۱۸) آنکھوں کے آگے پھرتا ہے سامانِ کربلا
ہم ہونگے اس مہینے میں مہمانِ کربلا — سادات سے بسے گا بیابانِ کربلا

جنگل چمن بنے گا مرے گلعذاروں سے
چمکے گی ارضِ ماریہ زہرؑا کے تاروں سے

روئیں گے انبیاءِ سلف اس مہینے میں (۱۹) پیٹیں گے سر کو شاہِ نجف اس مہینے میں
آئے گی بیکسوں پہ بلا اس مہینے میں — بچوں کی جانیں ہونگی تلف اس مہینے میں

گھر بے چراغ ہوگا جنابِ بتولؑ کا
ڈوبے گا بحرِ خوں میں سفینہ رسولؐ کا

بے جرم ہم پہ ہوگی جفا اس مہینے میں (۲۰) اکبرؑ مدد سے ہوں گے جُدا اس مہینے میں
آئے گی بیکسوں پہ بلا اس مہینے میں — ہم ہوں گے عاصیوں پہ فدا اس مہینے میں

ہوں شاد کس طرح کہ عجب غم کا چاند ہے
زینبؑ یہ چاند ماہِ محرّم کا چاند ہے

یہ ماہ فاطمہ کو لحد میں رُلائے گا (۲۱) اِس ماہ میں مزارِ نبی تھرتھرائے گا
یہ ماہ شمعِ قبرِ علیؑ کو بجھائے گا — یہ ماہ تو ہمیں ستم نو دِکھائے گا

حیدرؑ کا گھر لُٹے گا یہ ہر دن سے شام تک
جاؤ گی سر کھلے ہوئے تم شہرِ شام تک

مرثیہ ۲۱

ورود کربلا و آمدِ محرّم

وفورِ غم ہے محرّم کی آمد آمد ہے (۱) وطن تھا چھُٹ گیا اُن روز سبطِ احمد سے
مفارقت ہوئی اس شہ کو روضۂ جد سے — بتولؑ نکلی ہے رونے کو کُنجِ مرقد سے

لگی ہے چہرے پہ خاک اور کھُلا ہے سر اُسکا
ہر ایک تعزیہ خانہ میں ہے گزر اُس کا

جہاں وہ دیکھتی ہے تعزیہ کی تیاری (۲) تو رو کے کہتی ہے وہ بنتِ رسولؐ کی پیاری
یہاں پہ ہوگی مرے لعل کی عزاداری — یہاں پہ آئیں گے محبوبِ ایزدِ باری

مرے حسینؑ کے ذاکر یہاں اب آئیں گے
وہ آپ روئیں گے اور مجھکو بھی رُلائیں گے

عزیزو اپنے سر و رخ پہ تم اڑاؤ خاک (۳) شریکِ بزم ہے یاں بنتِ صاحبِ لولاک
خبر میں ہے کہ جو روئے گا مومنِ غم ناک ردا سے اپنے کریگی وہ اسکے آنسو پاک
محبّو جانبِ انصاف تم اگر جاؤ
یہ وہ مقام ہے جو تم روتے روتے مر جاؤ

اب آگے لکھتا ہوں حالِ شہِ دو عالم کو (۴) کہ پہنچے دشت میں شہ دوسری محرّم کو
عیاں تھا غیب کا سب حال شاہِ اکرم کو اتارا ریتی پہ حضرت نے لشکرِ کم کو
سوائے گریہ کسی سے نہ کچھ کلام کیا
مقامِ دفن میں شبیرؑ نے قیام کیا

کہا امام نے میرا سفر تمام ہوا (۵) قیامِ حشر تلک اب یہیں قیام ہوا
سفر کے رنج و تردّد کا اختتام ہوا صدورِ حکمِ خدائی پہ طے مقام ہوا
کسی کو دامنِ صحرا پسند آیا ہے
کسی کو ساحلِ دریا پسند آیا ہے

یہ سن کے کہنے لگی شاہِ دیں کی ماں جائی (۶) ابھی تھی گھوڑوں کے ٹاپوں کی کچھ صدا آئی
یہ کوئی آیا ہے کیا پیشوائی کو بھائی کہا امام نے کیا پوچھتی ہے دکھ پائی
یہ فوج آئی ہے مظلوم سے لڑائی کو
اجل ہی آئے گی اب میری پیشوائی کو

یہ میں نے چاہا تھا تم کو نہ ہو ابھی یہ خبر (۷) تمہیں یہ ہو گئی خود آگہی مری خواہر
وضو کے واسطے تم پانی دو مجھے لا کر کہ آیا وقتِ نماز اب ہے اے خجستہ سیر
یہ سن کے پانی جو زینبؑ نے لا دیا اُس دم
حسینؑ امام نے تازہ وضو کیا اُس دم

نمازِ عصر ادا کر چکے جو شاہِ انام (۸) تو رکھ کے زانو پہ خواہر کے سر کو سوئے امام
کہ کیا ہے دیکھتی اتنے میں زینبِ ناکام کسی سے عالمِ رویا میں شہ ہیں کرتے کلام
جو کھولی خواب سے آنکھ اپنی عاشقِ رب نے
بلائیں لے کے یہ حضرت سے پوچھا زینبؑ نے

یہ کس سے کرتے تھے تم باتیں اے امامِ ہدا (۹) نبیؐ تھے آئے کہ تشریف لائی تھیں زہراؑ
کہا یہ شہ نے نبیؐ نے تھا سرفراز کیا نبیؐ کے ساتھ تھے بابا بھی میرے شیرِ خدا
یہی ہے حکم نہ دیر اب بہت لگا شبیرؑ
یہ بابا ہے ترا مشتاق جلد آ شبیرؑ

اسی طرح سے کئی دن غرض ہوئے وہ تمام (۱۰) ستم سے باز نہ آئے وہ سارے ساکنِ شام
چڑھے لڑائی پہ عاشورے کو جو شاہِ انام شہید ہو گئے خویش و رفیق نام بنام
ہر ایک سمت سے جب روسیاہ گھر آئے
بہن سے آخری رخصت کو شاہ پھر آئے

پکاری زینبؑ ناشاد اے مرے بھائی (۱۱) گئے جو تم نہ کہیں کی رہے گی ماں جائی
ہزار حیف ہے بھائی تمہاری تنہائی اجل تمہاری تو آئی نہ مجھ کو موت آئی
جگر پہ داغِ الم میرے دھر چلے بھائی
بہن کو کس کے حوالے ہو کر چلے بھائی

یہ سن کے بولے امامِ زماں کہ اے خواہر (۱۲) نہ نانا ہیں نہ مری ماں ہے اور نہ میرے پدر
نصیب دیکھو کہ دنیا سے اٹھ گئے شبرؑ مرے حوالے ہیں سب اہلِ بیتِ پیغمبرؐ
اسی قلق میں میں اس وقت نالے کرتا ہوں
فقط خدا کے میں تم کو حوالے کرتا ہوں

(۱۳)
یہ کہہ کے زینبؑ بیکس سے ہوئے رخصت — لکھا ہے بانوؑ کی تھی اک کنیز خوش خصلت
مدام کرتی تھی بیٹریں کے بعد وہ خدمت — اُٹھا جو سر تو اُسے دیکھتے ہیں کیا حضرت

بسانِ شمع کھڑی اشک بار ہوتی ہے
جھکائے سر کو ہے اور زار زار روتی ہے

(۱۴)
یہ چاہتی ہے کرے عرض کچھ وہ شہ کے حضور — پہ رُعب سے اُسے کچھ عرض کا نہ تھا مقدور
جو حالِ غیب سے واقف تھا وہ خدا کا نور — کہا کہ پیٹ رہی ہوگی بانوئے مجبور

کنیز بولی ابھی غش سے ہوش آیا ہے
سو تم کو بانوئے ناشاد نے بلایا ہے

(۱۵)
ازبسکہ واقفِ خو تھے امامِ عرش مقام — کسی کے سامنے کرتی نہیں وہ مجھ سے کلام
اگرچہ چھوٹی ہے رشتے میں زینبِ ناکام — پر اُسکے سامنے لیتی نہیں وہ میرا نام

یہ سُن کے اُس کے قریں شاہِ باوقار آئے
وہ اشکبار تھی حضرت بھی اشکبار آئے

(۱۶)
کہا امام نے زہراؑ کا حال ہے معلوم — کہ کسقدر تھا انہیں عشقِ خالقِ قیوم
ہمیں بھی گو کہ بہت چاہتی تھیں وہ مغموم — نثارِ حق کے کئے مادر نے اپنے دو معصوم

سو تم بھی مرتبہ صبر کو سوا سمجھو
نثارِ راہِ خدا دونوں دلربا سمجھو

(۱۷)
ابھی یہ کہتے تھے بانوؑ سے شاہِ نیک سیر — کہ غش سے ہوش میں آئی امام کی دختر
سکینہؑ کہنے لگی شاہِ دیں کے پاس آکر — ابھی کی بات ہے جو آنکھ لگ گئی دم بھر

کوئی یہ کہتا ہے شہ سے قضا مقابل ہے
یتیمی آئی ہے تجھ پر تو اتنی غافل ہے

(۱۸)
یہ خواب دیکھ کے چونکی تو میں نے یہ دیکھا — کہ میری اماں کو سمجھا رہے ہو تم بابا
یہ مجھ سے کہیئے تو ہوتی ہے کسطرح کی قضا — یتیمی ہوتی ہے کس شکل کی کہو تو ذرا

سُنی ہیں اور تو باتیں تمام بیٹی نے
کبھی سنے نہیں دونوں یہ نام بیٹی نے

(۱۹)
کلام سُن کے سکینہؑ کا رو دئے سرورِ دیں — کہا قضا وہ ہے بچنے کا جس سے کوئی نہیں
ابھی نہ ذکر یتیمی کا کر تو اے غمگیں — طمانچے جب کہ لگائے گا تجھکو شمرِ لعیں

کوئی بچائے جو تجھ کو نہ ایسا واں ہوگا
تو تجھ پہ حال یتیمی کا سب عیاں ہوگا

مرثیہ ۲۲

ورودِ امامِ کربلا و آمدِ محرم

(۱)
جب زیب دہ منزلِ اول ہوئے شبیرؑ — گھوڑا نہ بڑھا آگے تو بیدل ہوئے شبیرؑ
ہاتف نے کہا واردِ مقتل ہوئے شبیرؑ — اُمت کے جو عقدے تھے وہ سب حل ہوئے شبیرؑ

عاشور کو اقلیمِ شہادت ہو مبارک
اور حشر میں اُمت کی شفاعت ہو مبارک

(۲)
غرہ تھا محرم کا جو وارد ہوئے مولا — ٹھہرا کے سواری کو رفیقوں سے یہ پوچھا
کیوں اے مرے پردیسیو خوش آیا یہ صحرا — بر پا یہاں سب خیمے ہوں وہ بولے کہ اچھا

پر کتنے دنوں قصدِ قیام اے شہِ دیں ہے
شہ نے کہا تا حشر مقام اپنا یہیں ہے

یہ تذکرہ تھا واں کہ ہوئی شام نمایاں (۳) اور بیٹھ گئے خیمہ کے دروازے پہ گریاں
تھے خیمہ میں سب اہلِ حرم ششدر و حیراں — کرسی پہ مکیں متصلِ در شہِ ذیشاں
مظلوم برادر کو جو تشویش بڑی تھی
زینبؑ عقبِ پردۂ دروازہ کھڑی تھی

ناگاہ سوئے خیمہ ہوئی آمدِ اعدا (۴) ہر سمت تھی آوازِ دف و نوبت و قرنا
آواز دی زینبؑ نے کہ اے سیّدِ والا — حضرت کی سلامی کی یہ نوبت ہے، اُدھر کیا
یہ لوگ ہیں پردیسیوں کے لینے کو آتے
پیغامِ ضیافت ہیں تمہیں دینے کو آتے

شہ بولے قضا آئے گی لینے کو ہمارے (۵) بھائی سے کہا دیکھو یہ کیوں آتے ہیں سارے
عباسؑ گئے پاس تو اعدا یہ پکارے — دریا کے کنارے سے کرو خیمہ کنارے
نہر اپنی عمل میں ہے کہ ملکِ شہِ دیں ہے
کیوں نہر پہ قبضہ کیا کوثر تو نہیں ہے

عباسؑ نے فرمایا کہ یہ تم نے کہا کیا (۶) یہ کون مروّت ہے بھلا خُلق یہ کیا
واللہ کہ ہے مہر میں زہراؑ کے یہ دریا — اس پر بھی کسی نے کبھی پانی نہیں رکا
شر کرنا بشر سے نہیں زیبا ہے بشر کو
ہم لوگ اِدھر اترے ہیں تم اُترو اُدھر کو

ہم نہر کے مختار نہیں ہو تمہیں مختار (۷) مشکیزے بھی ساتھ آئے ہیں پانی نہیں درکار
مہمانوں کو ہے آب و غذا دینا سزاوار — اور تم نہیں دریا پہ بھی رہنے کے روادار
پردیسیوں سے خلق کرو دھیان کدھر ہے
اصغرؑ چھ مہینے کا ہے اور پہلا سفر ہے

اعدا نے کہا صاف یہ ہم کو نہیں منظور (۸) لٹ جائے گا ورنہ ابھی خیمہ کو کرو دُور
عباسؑ نے فرمایا کہ نہ کثرت پہ ہو مغرور — ایسا تو کسی کا ہیں نہیں دیکھنا مقدور
لوٹو تو بھلا خیمہ حسینؑ ابنِ علیؑ کا
دیکھو تو نشاں بھی نہیں رکھنا کسی کا

منزل کے اُٹھے دھوپ میں پردیسی ہیں آتے (۹) لازم تھا تمہیں اُن کے منہ ہاتھ دُھلاتے
مہمان سمجھ کر ہمیں کھانا بھی کھلاتے — سو اس کے عوض خیمہ ہو دریا سے اُٹھاتے
کل صبح کو خیمہ بھی اُٹھا لیں گے یہاں سے
تکلیف مگر ہوئے گی اب نقلِ مکاں سے

سیدانیاں طاعت میں ہیں اور سوتے ہیں اطفال (۱۰) بیمار بھتیجا مرا بستر پہ ہے بے حال
وہ بولے کہ بس ہم سے نہ اب کہیئے کچھ احوال — ہم خیمہ و مسند کو کریں گے ابھی پامال
یہ کہہ کے کئے نیزے علَم اہلِ جفا نے
شمشیرِ علیؑ کھینچ لی شمشیرِ خدا نے

یہ دیکھ کے کرسی سے اُٹھے سبطِ پیمبرؐ (۱۱) چلاتے کہ ہاں ہاں مرے غازی مرے صفدر
بھائی مری مظلومی و غربت پہ نظر کر — دکھلا تو مری صبر کی تلوار کے جوہر
کیا ہوگا جو اُمت سے تو آج لڑے گا
کچھ فرق نہ حیدر کی شجاعت میں پڑے گا

عباسؑ پھرے کانپتے پیشِ شہِ والا (۱۲) کی عرض وہی خوب ہے جو مرضیِ آقا
ہے کام مجھے آپ سے دریا سے غرض کیا — پر آپ کے فدوی کا نہ دعویٰ تھا یہ بے جا
تم نے بھی سنا میں نے بھی حیدرؑ سے سنا ہے
دریا کی ترائی تو مری قبر کی جا ہے

(۱۳) شہ نے کہا تحقیق یہ ہے آپ کا مدفن — اے بھائی جیتے ہی جی یا پسِ مُردن
لو خیمہ اٹھاؤ کہ حرم کرتے ہیں شیون — تم دوست خدا کے ہو کر و خاطرِ دشمن
اُٹھنے جو لگا خیمۂ حرم بولے یہ کیا ہے
زہرا کی صدا آئی کہ پہلی یہ جفا ہے

(۱۴) سوتے ہوئے بچوں کو تو فضہؓ نے جگایا — اور بانوؑ نے گہوارہ سے اصغرؑ کو اُٹھایا
سب فرش اٹھا جتنا تھا خیمہ میں بچھایا — زینبؑ نے مگر مسندِ شہ کو نہ بڑھایا
جو پوچھتا تھا دیکھ کے اسبابِ حرم کو — یاور انصار
شہ کہتے تھے دریا نے نہ مہماں کیا ہم کو

(۱۵) ریتی پہ کیا شہ نے بپا خیمۂ پر نور — پر فکرِ شب و روز رہی تا شبِ عاشور
آئی سحرِ قتل تو مولا ہوئے مسرور — کہتے تھے کہ ہو جائیں گے اب سارے قلق دور
خیمہ میں رفیقوں کے سبھی اک جشن بپا تھا
سامانِ قضا شوقِ وغا ذکرِ خدا تھا

(۱۶) تعقیبِ سحر پڑھ چکے جب سیدِ ابرار — وارد ہوئے میداں میں مع یاور و انصار
اِک بار صفِ کیں سے ہوئی تیروں کی بوچھار — مارے گئے سب شہ کے رفیقانِ وفادار
دو ٹکڑے نہ مقتل میں ہوئے تھے ابھی دن کے
شہ لاشے بہتر کے اُٹھا لاتے تھے گن کے

(۱۷) جز رحمتِ حق اور کوئی شہ کے تھا پاس — ہر سمت سے دل سرد ہوا اُمید سے بے آس
سو طرح کی تشویش سو طرح کا وسواس — ہر چار طرف دیکھ کے کہتے تھے بصد یاس
محشر میں دکھانا ہے تمہیں مُنہ مرے جد کو
اے مومنو بیکس ہے حسینؑ آؤ مدد کو

(۱۸) تب گردِ حسینؑ آ کے ہوئے جمع وہ بے پیر — اور حلقۂ لشکر میں کھڑے حضرتِ شبیرؑ
بیکس پہ برسنے لگی شمشیر پہ شمشیر — سینہ میں سناں اور کلیجہ میں لگے تیر
عمامے کے سب پیچ گرے چہرہ پہ کٹ کے
غش ہو گئے رہوار کی گردن سے لپٹ کے

مرثیہ ۲۳

ورودِ امامِ کربلا و آمدِ محرم

(۱) عزیزو آج پہلی رات ہے ماہِ محرم کی — پڑی ہے دھوم جنت میں شہِ بیکس کے ماتم کی
لگی ہے اب جھڑی خیر الورا کے دیدۂ نم کی — کہوں تاثیر کیا تم سے شہِ مظلوم کے غم کی
علیؑ نکلیں گے جنت سے نبیؐ چھوڑیں گے تربت کو
اُٹھائیگا یہ غم مرقد سے خاتونِ قیامت کو

(۲) یہ عشرہ وہ ہے جس میں زہراؑ خاک اُڑائے گی — جہاں پہ تعزیہ دیکھے گی رو رو غُل مچائے گی
شہِ بیکس کا پُرسہ مومنوں سے لینے آئے گی — تمہیں روتا جو دیکھے گی بہت آنسو بہائے گی
بہاؤ اشک وہ سر پیٹتے شیرِ خدا آئے
بتولؑ آئی حسنؑ آئے جنابِ مصطفیٰؐ آئے

(۳) یہ دن ہیں وہ کہ بن آقا کے مومن ہو گئے سارے — انہیں روزوں میں تو مارے گئے شبیرؑ کے پیارے
انہیں روزوں میں تین پیاسے تھے وہ مظلوم بیچارے — انہیں روزوں میں نرغے میں خدا کے شیر نے مارے
انہیں روزوں میں جلتی دھوپ میں گلہائے زہراؑ تھے
وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر شاہِ والا تھے

انھیں روزوں میں تو کاٹا گیا ہے باغ حیدرؑ کا (۴) انھیں روزوں میں تو لوٹا گیا ہے گھر پیمبرؐ کا
انھیں روزوں میں زینبؑ نے سہا ہے غم برادر کا — انھیں روزوں میں تو سوکھا گلا کاٹا ہے سرور کا
انھیں روزوں میں نکلا قبر سے شیرِ الٰہی ہے
انھیں روزوں میں تو سادات پر آئی تباہی ہے

یہ اس کا غم ہے دنیا میں نہیں چہلم ہوا جس کا (۵) یہ اس کا غم ہے جو مارا گیا دو روز کا پیاسا
یہ اس کا غم ہے جس کو تا بہ چہلم ہے فلک رویا — یہ اُس کا غم ہے جسکا بےکفن گاڑا گیا لاشا
ہر اک جا دھوم ان روزوں میں میت کی جو ہوتی ہے
محمدؐ پیٹتے ہیں فاطمہؑ کی روح روتی ہے

محبو تم کو واجب ہے عزائے سبطِ پیغمبرؐ (۶) ادب سے تعزیہ خانوں میں بیٹھو سر کو نہوڑا کر
گزرتا ہے روحِ انبیا کا اس جگہ اکثر — زرا دیکھو علم صف بستہ ہیں استادہ سراسر
زیارت سیدِ مظلوم کی کرنے کو آتے ہیں
جنابِ حضرتِ عباسؑ یاں تشریف لاتے ہیں

گئی ہیں آج حوریں قبرِ زہراؑ پہ برہنہ پا (۷) ادب سے جھک کے پہلے تو کرینگی قبر کو مجرا
پکاریں گی وہ پھر رو کر اٹھو زہراؑ اٹھو زہراؑ — تو فرمائینگی زہراؑ قبر سے سر پیٹ کر اپنا
مجھے اس بیقراری سے جو تم سب نے پکارا ہے
دوبارہ کیا مرے شبیرؑ کو ظالم نے مارا ہے

خدا کے واسطے جلدی بتاؤ ماجرا کیا ہے (۸) کہو تو خیر سے محبوبِ خالق کا نواسا ہے
دیا خنجر کے نیچے ایڑیاں اسدم رگڑتا ہے — بتاؤ تم مرا فرزند بھوکا ہے کہ پیاسا ہے
علیؑ بیٹیوں کی بلوہ میں کیا بے ردائی ہے
کسی نے کیا مرے عابدؑ کو پھر بیڑی پہنائی ہے

کسی ظالم نے کیا کھودی ہے قبرِ نائبِ حیدرؑ (۹) اگر کھودا لحد کو لاش اُٹھالی ہے کس جا پر
وہاں ہے دھوپ یا سایا ہے کہدو بہرِ پیغمبرؐ — اٹھا لاؤ ذرا اس لاش کو یاں تک بچشمِ تر
نہ جلتی ریت پر رکھو بدن سبطِ پیمبرؐ کا
مرے پہلو میں لاشہ دفن کردو ابنِ حیدرؑ کا

بیانِ فاطمہؑ سن سن کے حوریں کہتی ہیں رو کر (۱۰) ہوا ماہِ محرم تعزیے رکھے گئے گھر گھر
گئے ہیں مصطفٰےؐ اور مرتضٰیؑ رونے کو ہر جا پر — تمہارے لاڈلے کے غم میں ہیں مومن برہنہ سر
چلو زہراؑ چلو زہراؑ عزائے شاہِ عالی ہے
تمہاری جا فقط اب تعزیہ خانے میں خالی ہے

پہن کر ماتمی ملبوس زہراؑ با سرِ عریاں (۱۱) صفِ ماتم میں آکر بیٹھتی ہیں مجلس نالاں
سر اپنا پیٹ کر ہر اک سے کہتی ہیں بصد افغاں — غمِ سبطِ نبیؐ دس روز ہے اے صاحبو مہماں
میں لینے آئی ہوں اس بیکس و دلگیر کا پُرسا
عزادارو مجھے رو رو کے دو شبیرؑ کا پُرسا

مرے بیٹے کو مارا شمرِ ملعون نے دُہائی ہے (۱۲) چھری آگے مرے دلبر کی گردن پر پھرائی ہے
نہیں اک بوند پانی کی پیاسے کو پلائی ہے — ہوا شبیرؑ یا رب اب مرے گھر کی صفائی ہے
غضب ہے سر شہِ بیکس کا نیزے پہ چڑھا دیکھوں
میں کس کی آنکھ سے لاشے کا رن میں لوٹنا دیکھوں

مرثیہ ۲۴

شہادت حضرتِ حُرؑ

(۱)
رن میں جب شہ کی طرف سے حُرِ دیندار آیا — کس بشاشت سے اُڑاتا ہوا رہوار آیا
غل ہوا سیدِ مظلوم کا غمخوار آیا — جاں نثارِ خلف حیدرِ کرار آیا
تیغِ نورِ سرِ راہ نظر آتا ہے
جلوۂ قدرتِ اللہ نظر آتا ہے

(۲)
یہ سخن سن کے پکارا پسرِ سعدِ شریر — ہاں طرف دارِ شہِ دیں پہ چلیں نیزہ و تیر
لے کے حربوں کو بڑھا فوج کا انبوہِ کثیر — فاتحہ پڑھ کے جواں مرد نے کھینچی شمشیر
حُر کا مُنہ سُرخ ہوا فوجِ ستم زرد ہوئی
شعلۂ تیغ سے بجلی کی چمک گرد ہوئی

(۳)
بڑھ کے فرماتے تھے عباسؑ زہے عزت و جاہ — بارک اللہ کی دیتا تھا صدا دلبرِ شاہ
کہتے تھے ابنِ حسنؑ واہ حُرِ غازی واہ — شاہ ہر ضرب پہ فرماتے تھے ماشاءاللہ
اپنی جانبازی کا غازی جو صلہ پاتا تھا
مُسکراتا ہوا تسلیم کو جھک جاتا تھا

(۴)
حیف جھکنے میں لعینوں نے جو فرصت پائی — سامنا چھوڑ کے سب فوج عقب سے آئی
لاکھ خوں ریز اِدھر اور اُدھر تنہائی — باگ گھوڑے کی پھراتا تھا کہ برچھی کھائی
آگیا موت کے پنجے میں نہ کچھ دیر لگی
فرق پر گُرز لگا دوش پہ شمشیر لگی

(۵)
سینۂ غربال ہوا تیر چلے اعدا کے — رکھ دیا شیر نے قربوس پہ سر نہوڑا کے
علیؑ اکبر نے یہ حضرت سے کہا چلّا کے — گر ہو ارشاد تو مہماں کو بچاؤں جا کے
خادمِ حضرتِ زہراؑ و علیؑ گرتا ہے
خاک پہ اب وہ سعیدِ ازلی گرتا ہے

(۶)
شاہ رونے لگے یہ سنتے ہی مہماں کی خبر — ہو گئی آنسوؤں سے ریشِ مبارک سب تر
علی اکبرؑ سے کہا تم ابھی ٹھہرو دلبر — حُرؑ کی امداد کو ہم جائیں گے اے نورِ نظر
کس سے اس وقت کہوں میں جو تلق مجھ پر ہے
لاش اُٹھاؤں گا کہ مہمان کا حق مجھ پر ہے

(۷)
یہ سخن کہہ کے چلے رن کو جنابِ شبیرؑ — واں گرا خاک پہ گھوڑے سے حُرِ باتوقیر
دیکھ کر شاہ کو آتے ہوئے بھاگے بے پیر — پہنچے لاشے پہ امامِ دو جہاں دفعتاً خیر
چمنِ ہستیٔ مہماں کو اُجڑتے دیکھا
خاک پہ ایڑیاں زخمی کو رگڑتے دیکھا

(۸)
گر کے لاشے کے برابر یہ پکارے سرور — مرے مہمان و مددگار و معین و یاور
گُرز کیا تجھ کو لگا ٹوٹ گئی میری کمر — گر پڑے گھوڑے سے اور آہ نہ کی ہم کو خبر
دوست کے ہجر میں کب دوست کو چین آیا ہے
کھول دے چشم کو بھائی کہ حسینؑ آیا ہے

(۹)
نیم وا چشم سے حُرؑ نے رُخِ مولا دیکھا — زیرِ سر زانوئے شبیر کا تکیہ دیکھا
مُسکرا کر طرفِ عالمِ بالا دیکھا — شہ نے فرمایا کہ اے حُرؑ جری کیا دیکھا
عرض کی حُسنِ رُخِ حُور نظر آتا ہے
فرش سے عرش تلک نُور نظر آتا ہے

(۱۰)
مجھ کو لینے چلے آتے ہیں فرشتے یا شاہ
ملک الموت بھی کرتا ہے محبت کی نگاہ
خُلد سے شیرِ خدا نکلے ہیں اللہ اللہ
لو برآمد ہوئے شبّرؑ بھی پدر کے ہمراہ
ننگے سر احمدِ مختارؐ کی پیاری آئی
دیکھئے آپ کے نانا کی سواری آئی

(۱۱)
کہہ کے یہ گود میں شبیرؑ کے لی انگڑائی
آیا ماتھے پہ عرق چہرے پہ زردی چھائی
شہ نے فرمایا ہمیں چھوڑ چلے کیوں بھائی
چل بسے حُرِ جری پھر نہ کچھ آواز آئی
طائرِ رُوح نے پرواز کی طوبا کی طرف
پتلیاں رہ گئیں پھر کے شہِ والا کی طرف

(۱۲)
رو کے اکبرؑ نے کہا حُرِ دلاور ہے ہے
اے مددگارِ جگر بندِ پیمبرؐ ہے ہے
خوں میں سب تر ہے ترا روئے منوّر ہے ہے
تشنہ و بیکس و مظلوم کے یاور ہے ہے
اِدھر آنا تھا کہ تیری اجل آئی بھائی
گھر میں ساداتؑ کے موت بھی نہ کھائی بھائی

مرثیہ ۲۵

شہادت حضرت عونؑ و محمدؑ

(۱)
جب زینبؑ غریب کے رن میں پسر لڑے
تنہا لڑے پہ آہ وہ سب اہلِ شر لڑے
کس خوبصورتی سے علیؑ کے جگر لڑے
اک شور پڑ گیا کہ غضب شیرِ نر لڑے
ورثہ انہیں ملا ہے جنابِ امیرؑ کا
یہ زور سب ہے شیر کی بیٹی کے شیر کا

(۲)
زینبؑ جو ننگے پاؤں کھڑی تھی قریبِ در
عباسؑ جا کے دیتے تھے یہ دمبدم خبر
رو دیں نہ اب حضور مہم ہو چکی ہے سر
لاکھوں سے لڑ رہے ہیں غضب آپکے پسر
زور آج پھر دکھا دیا خیبر کشائی کا
اب تو انہیں کے ہاتھ ہے میداں لڑائی کا

(۳)
آنسو بہا کے بنتِ علیؑ نے کہا کہ ہاں
دے اور ہمتیں انہیں خلّاقِ انس و جاں
بچے کہاں ہزاروں کا وہ معرکہ کہاں
کچھ ہوا نہیں فلک نے نہ ہونے دیا جواں
بیکس ہوں اور اس پہ مجھے اعتماد ہے
خالق وہ دے کہ جو مرے دل کی مراد ہے

(۴)
بھیّا کچھ اپنے بیٹوں کا مجھ کو نہیں خیال
مر جائیں لڑ کے یا کہ ہوں پاؤں سے پائمال
صدقے کروں ہزار جو ایسے ہوں نونہال
سب دولتیں لُٹیں پہ بچے فاطمہؑ کا لال
آوے بہن پہ وہ جو بلا اُن پہ آئی ہو
دنیا میں کوئی ہو کہ نہ ہو میرا بھائی ہو

(۵)
یہ ذکر تھا کہ بھائی کو حضرتؑ نے دی صدا
عباسؑ آؤ گھر گئے زینبؑ کے دلرُبا
دوڑے صدا یہ سُنتے ہی عباسؑ باوفا
اثنائے راہ میں علی اکبرؑ نے یہ کہا
زندہ رکھا فلک نے یہ آنسو بہانے کو
چلئے حضور جاتے ہیں لاشے اُٹھانے کو

(۶)
جھپٹے جو تیغ کھینچ کے عباسؑ نامور
پایا قریبِ فوج شہِ دیں کو ننگے سر
آواز سُن کے شیر کی بھاگے سب اہلِ شر
دیکھا پڑے ہیں خاک پہ وہ غیرتِ قمر
لڑنے میں تھے جُدا پہ دمِ مرگ ساتھ ہیں
ڈھالیں تو چھاتیوں پہ ہیں قبضوں پہ ہاتھ ہیں

۷
پیاری بہن کے بیٹوں کا دیکھا جو تشنہ حال — تن چاک چاک ہے گلِ صد برگ کی مثال
اُلجھے ہیں پیچ کھاتے ہوئے گیسوؤں کے بال — اُودے ہیں ہونٹ چاند سے چہرے لہو سے لال

ماتھے ہیں شق سروں سے عمامے بھی دور ہیں
سب چھوٹی چھوٹی پسلیاں تیغوں سے چور ہیں

۸
چلائے گردنوں کے تلے ہاتھ دے کے شاہ — مُنہ سے ملاؤ مُنہ کہ مرا حال ہے تباہ
آنکھوں میں دم تھا بولتے کیونکر وہ رشکِ ماہ — روتے تھے نبض دیکھ کے عباسِؑ عرش جاہ

دنیا سے کوچ کرتے تھے بچے پلے ہوئے
ہاتھوں میں تھے حسینؑ کے منکے ڈھلے ہوئے

۹
کچھ کچھ ابھی تھا دم کہ اُنھیں لے چلے امام — اک لاش کو تو آپ لئے تھے ستم انام
اور ایک لاش حضرتِ عباسؑ نیک نام — خیمہ تھا سامنے کہ بضاعت ہوئی تمام

جیتے نہ پہنچے ہائے غضب خیمہ گاہ میں
دونوں صغیر مر گئے اثنائے راہ میں

۱۰
چلائے رو کے حضرتِ عباسؑ نامور — چھوٹا تمام ہو گیا یا شاہِ بحر و بر
حضرت پکارے ہاتھ کلیجے پہ مار کر — ہے ہے بڑا بھی مر گیا ویراں ہوا یہ گھر

ماں منتظر ہے چاک گریباں کئے ہوئے
کس مُنہ سے جاؤں خیمہ میں لاشے لئے ہوئے

۱۱
زینبؑ کے دل کو ہو گئی واں خود بخود خبر — جا بیٹھی آپ ماتمی صف پر جُھکا کے سر
لائے حسینؑ دونوں کے لاشے لہو میں تر — فرمایا ہائے لُٹ گیا بیکس بہن کا گھر

دو خنجر ایک بار کلیجے پہ چل گئے
آئے تھے تم سے ملنے کو پر دم نکل گئے

۱۲
یہ سُن کے پیٹتی ہوئی اُٹھی وہ دل حزیں — لاشوں کی دونوں ہاتھوں سے جھک کر بلائیں لیں
چلائی آفریں مرے اے بچو آفریں — اُٹھو یہ کیسی نیند ہے روتے ہیں شاہِ دیں

شوکت دکھاؤ ہاتھوں کو قبضوں پہ ڈال کے
ماموں کے آگے آگے ہو تیغیں سنبھال کے

۱۳
ویران کر گئے مرا گھر اے مسافرو — تھی مجھ کو آج کی نہ خبر اے مسافرو
پہلے پہل کا ہے یہ سفر اے مسافرو — ماں ڈھونڈھنے کو جائے کدھر اے مسافرو

فرقت میں تلخ کر گئے ماں کی حیات کو
واری رہو گے کون سی منزل میں رات کو

۱۴
بجھ جاتا تھا چراغ کسی رات کو اگر — سوتے میں چونک پڑتے تھے تم دونوں خوش سیر
بچوں کے دم گھٹیں نہ کہیں تھا جو مجھ کو ڈر — میں جاگتی تھی بیٹھ کے پہلو میں رات بھر

آواز بھی نہ پہنچے گی مجھ تک جو رو دو گے
بچو اندھیری قبر میں کس طرح سو ؤ گے

۱۵
رستہ بہت ہے سخت خبردار ہوشیار — چھوٹے گا ساتھ چھوڑ نہ دینا یہ جان نثار
واری پیادہ چلتے ہیں اُس راہ میں سوار — یہ روک ٹوک ہے کہ لرزتے ہیں جسمِ زار

رستہ میں ہیں وہ لوگ کہ جو سخت گیر ہیں
کہنا کہ ہم غلامِ جنابِ امیرؑ ہیں

مرثیہ ۲۶

شہادت حضرت عونؑ و محمدؑ

(۱)
اُمّت پہ پسر اپنے فدا کرتی ہے زینبؑ — سینہ سے دل و جاں کو جُدا کرتی ہے زینبؑ
چھُٹتے ہیں پسر شکرِ خدا کرتی ہے زینبؑ — جو صبر کا حق ہے وہ ادا کرتی ہے زینبؑ
گھوڑوں پہ جو وہ دونوں پُر ارمان چڑھے ہیں
ماں کہتی ہے بیٹے مرے پروان چڑھے ہیں

(۲)
شہ کہتے ہیں ہمشیر یہ کیا کرتی ہو دیکھو — اکبرؑ کو مرے بھیجو انہیں رن میں نہ بھیجو
وہ کہتی ہے صدقے گئی تم اس میں نہ بولو — زینب نے اِسی دن کے لئے پالا تھا اِنکو
تم تو انھیں رن میں نہیں بھجواتے ہو بھائی
پھر کس لئے ہمشیر سے شرماتے ہو بھائی

(۳)
بھجوانے کا اکبرؑ کے نہ تم نام لو بھیّا — اکبرؑ کی بلا اِن کو لگے وہ رہے جیتا
اوّل تو وہ ہمشکلِ نبیؐ حسن میں یکتا — اور دوسرے زینبؑ کو ہے مہر کی تمنّا
آسان مجھے بیٹوں کا داغ اے شہِ دیں ہے
اِن میں کوئی اٹھارہ برس کا تو نہیں ہے

(۴)
گھوڑوں پہ غرض عونؑ و محمدؑ ہوئے اسوار — تھی فاطمہؑ کی روح نواسوں کی جلودار
میدان میں وارد ہوئے وہ شیر جو اک بار — ہر صف میں ہوا شور کہ ہوشیار ہشیار
ہیں نیچے ہاتھوں میں دلیروں کی طرح سے
دو لڑکے چلے آتے ہیں شیروں کی طرح سے

(۵)
لشکر کی صفیں چیر کے دریا پہ چلے آئے — لہراتے ہوئے دیکھ کے پانی کو کہا ہائے
کیوں مشکِ سکینہؑ کی نہ کاندھے پہ اُٹھا لائے — کس سے کہیں جو مشک ہمیں خیمہ سے دی جائے
ہاتف نے ندا دی کہ عبث رنج و قلق ہے
سقائی سکینہؑ کی تو عباسؑ کا حق ہے

(۶)
زینبؑ نے درِ خیمہ سے میداں کو جو دیکھا — پایا نہ کہیں بیٹوں کو گھبرائی وہ دُکھیا
فضہؑ سے کہا بیٹے مرے قید ہوئے کیا — وہ بولی کہ کچھ سنتی ہو کیا کہتے ہیں اعدا
لشکر کی صفیں چیر کے دو روز کے پیاسے
دریا پہ گئے ساقیؑ کوثر کے نواسے

(۷)
زینبؑ نے کہا کیوں گئے دریا سے غرض کیا — پی لیں گے جو پانی تو غضب اور بھی ہوگا
بھائی ہے مرا تین شب و روز کا پیاسا — فضہؑ انھیں آواز دے یہ دھیان ہے بیجا
اِک بُوند بھی پانی کی کریں نوش تو سم ہے
اِک دھار نہیں دودھ کی بخشوں گی قسم ہے

(۸)
گر پی لیا پانی تو بس اب گھر میں نہ آئیں — اب شکل بھی مجھ کو نہ دکھائیں نہ دکھائیں
اب سر بھی مرے بھائی کی خاطر نہ کٹائیں — راحت کے عوض ان سے یہ صدمہ ہم اُٹھائیں
مر جائیں گے تو گود میں لاشوں کو نہ لوں گی
ماموں انھیں روئیں گے تو میں رونے نہ دوں گی

(۹)
فضہؑ ہوئی خیمہ سے رواں جانبِ میداں — کیا دیکھتی ہے نہر پہ ہے فوج فراواں
زینبؑ کے جگر گوشوں پہ ہے تیروں کا باراں — ناگاہ ہوا شور کہ مشکل ہوئی آساں
لو جان و دلِ دخترِ زہراؑ گئے مارے
دو روز کے پیاسے لبِ دریا گئے مارے

(۱۰)
لاشوں کے اُٹھانے کو چلے سیدِ ذیجاہ
عباسؑ بھی اکبرؑ بھی چلے شاہ کے ہمراہ
رو کے کہا زینبؑ نے نہ لاؤ انھیں یا شاہ
میری تو نہ مرضی تھی گئے نہر پہ کیوں آہ
گر پی لیا ہے آپ کے پانی تو غضب ہے
مُنہ اِن کا نہ دیکھوں گی ارادہ یہی اب ہے

(۱۱)
رن میں جو گئے شاہ تڑپتا انھیں پایا
اِک لاش کو خود ایک کو اکبرؑ نے اٹھایا
جب دونوں کو لاکر صفِ ماتم پہ لٹایا
زینبؑ کو بُلا کر شہِ دیں نے یہ سُنایا
تھا عشق انہیں فاطمہ زہرؑا کے خلف سے
پیاسے گئے پیاسے پھرے دریا کی طرف سے

(۱۲)
دیکھا جو یہیں زینبؑ نے تو پایا انہیں بیدم
کرنے لگی یہ بین وہ مخدومۂ عالم
میں خوش ہوں اب تم سے خوش خالقِ اکرم
واری گئی تو بخش دیا دودھ بھی اِس دم
قربان میں اے حیدرِ صفدرؑ کے نواسو
ہے ہے گئے پیاسو مرے پیاسو مرے پیاسو

(۱۳)
میں نے جو سُنا نہر پہ تم دونوں سدھارے
ہے ہے نہیں کیا کیا نہ کہا غصہ کے مارے
بخشو مجھے اب پاؤں میں پڑتی ہوں تمہارے
تم ماموں کے پیارے ہو تم اللہ کے پیارے
واللہ تو کچھ ماں نے نہیں تم سے کہا تھا
مجبور تھی قابو مرے دِل پہ نہ رہا تھا

(۱۴)
اب سامنے نانی کے جو فردوس میں جانا
صدقے گئی کچھ ماں کا گِلہ لب پہ نہ لانا
یہ میرا حفا ہوتا گلے سے نہ لگانا
اور خاک پہ یوں لاشوں کو ڈیوڑھی پہ لٹانا
دیتی ہوں قسم فاطمہؑ کے صدمۂ دِل کی
کہہ دو کہ خطا پالنے والی کی بحل کی

مرثیہ ۲۷

شہادت حضرت عونؑ و محمدؑ

(۱)
دوزخ سے جب آزاد کیا حُر کو خدا نے
کھلوا دیئے فردوس کے در عقدہ کشا نے
زانو پہ رکھا سر کو امامِ دوسرا نے
اعلیٰ کیا اُس کو بزرگوں کی دُعا نے
سب جس کے طلبگار تھے جنت میں وہ دُر تھا
حورانِ جناں گرد تھیں اور بیچ میں حُرؑ تھا

(۲)
جب دے چکے سب غیر عزیزوں کی طرح سر
بیتاب ہوئے دو ایلچی شاہ کے دلبر
مرنے پہ کمر باندھتے تھے قاسمِ بے پر
کہتی تھی جھکائے ہوئے سر شاہ کی دختر
ہے سخت عجب دونوں کی دانائی سے مجھکو
اِن بیٹوں نے محجوب کیا بھائی سے مجھ کو

(۳)
یہ ذکر ابھی تھا کہ صدا رونے کی آئی
دروازے سے اکبرؑ نے یہ آواز سُنائی
لُوٹی گئی ہے پھوپھی اماں کی کمائی
مارے گئے دو ساتھ کے کھیلے ہوئے بھائی
روتے ہوئے عباسؑ بھی ہمراہ گئے ہیں
خود لاشے اُٹھانے کیلئے شاہ گئے ہیں

(۴)
یہ سنتے ہی قبلہ کی طرف جُھک گئی زینبؑ
سجدے سے اُٹھیں جب تو کہا شکر ہے یا رب
طالب تھی میں جس کی وہ بر آیا مرا مطلب
سب مٹ گئے دھڑکے کوئی تشویش نہیں اب
لُٹنے سے محمدؐ کی کمائی کو بچالے
سب قتل ہوں پر تو مرے بھائی کو بچالے

فضہؓ کی صدا آئی کہ اے پیٹنے والو (۵) سب مل کے ارے میری خو زادی کو سنبھالو
روتی ہیں کدھر بانوئے عالم کو بلالو
لوٹا گیا گھر خاکِ عزا بالوں پہ ڈالو
مقتل سے حسینؑ ابن علی لاتے ہیں لاشے
سیدانیو ڈیوڑھی پہ چلو آتے ہیں لاشے

در تک گئے ناموسِ نبیؐ کھولے ہوئے سر (۶) لاشوں کو لئے خیمہ میں داخل ہوئے سرور
اک لاش کو لاتے تھے علمدار دلاور
لپٹائے تھے چھوٹے کو گلے سے شبّر
جنباں تھی زمیں غُل تھا یہ فریاد و بکا کا
ہلتا تھا کلس خیمۂ شاہِ شہدا کا

لاشوں کو شہِ دیں صفِ ماتم پہ جو لائے (۷) سب اہلِ حرم پیٹتے روتے ہوئے آئے
زینبؑ نے نہ فریاد کی نے اشک بہائے
بیٹھی رہیں سر زانوئے اقدس پہ جھکائے
لب خشک تھے منہ فق تھا مژہ اشکوں سے تر تھی
نے اپنی نہ بھائی کی نہ لاشوں کی خبر تھی

بانوؑ نے رکھے زانوئے زینبؑ پہ سر اُن کے (۸) جو بیبیاں تھیں آ گئے منہ کو جگر اُن کے
زینبؑ نے جو کی جھک کے رخوں پر نظر اُن کے
دکھلائی دیئے چاند سے منہ خوں میں تر اُن کے
رخسار بھی مجروح تھے ابرو بھی کٹے تھے
شانے بھی جدا چاند سے بازو بھی کٹے تھے

منہ چھاتیوں پر رکھ کے وہ ناشاد پکاری (۹) آرام میں ہوتی ہے غشی پیاس سے طاری
ہوتا ہے بیاں شوکت و ہمت کا تمہاری
تسلیم کرو قبلۂ کونین کو واری
سمجھی میں کہ باعث ہے یہ بیداری شب کا
پیارو یہ طریقہ نہیں اربابِ ادب کا

تعریف امامِ دوسرا کرتے ہیں اٹھو (۱۰) عباسِ علمدار ثنا کرتے ہیں اٹھو
ہمشکلِ نبیؐ مدح و دعا کرتے ہیں اٹھو
سب لوگ اٹھنے کا گلا کرتے ہیں تم اٹھو
آقا سے مصیبت میں جدا ہو نہیں پاتے
صدقے گئی یوں جنگ کے دن سو نہیں جاتے

تم تو کبھی یوں رات کو غافل نہیں سوتے (۱۱) پاتی نہیں کس طرح یہ ماں چہروں کو دھوتے
اب تم نہ ملو گے جو کوئی جان بھی کھوتے
قسمت میں یہ لکھا تھا کہ مادر تمہیں روتے
سر دے کے مری حق سے ادا ہو کے پھرے ہو
سمجھی ہیں کہ ماموں پہ فدا ہو کے پھرے ہو

پیارو تم اکیلے کبھی نکلے نہیں گھر سے (۱۲) رستے سے نہ واقف نہ صعوباتِ سفر سے
راہیں وہ کہ خالی نہیں جو خوف و خطر سے
جو خاصۂ یاری ہیں وہ تھراتے ہیں ڈر سے
اس خوف سے راتوں کو نہ سوتے تھے محمدؑ
جب موت کا ذکر آتا تھا روتے تھے محمدؑ

ہے ہے وہی رستہ تمہیں درپیش ہے پیارو (۱۳) تم مرد ہو جرار ہو ہمت کو نہ ہارو
اب آنکھوں سے چھپ جاؤ گے اے عرش کے تارو
بتلاؤ مجھے منزل کا پتہ دے کے سدھارو
ویرانے میں یا گلشنِ ہستی میں رہو گے
تم آج کی شب کون سی بستی میں رہو گے

اب زیست سے اماں کا بھی دل سیر ہے پیارو (۱۴) جیتی ہوں میں قسمت کا مری پھیر ہے پیارو
کیا جانے مری موت میں کیا دیر ہے پیارو
تم مر گئے دنیا مجھے اندھیر ہے پیارو
ہے کون سی دولت جسے کھونے کو رہی ہوں
معلوم نہیں اب کسے رونے کو رہی ہوں

(۱۵) تاریکی میں واری تمہیں نیند آئے گی کیوں کر — شب ہوگی تو بچوں کو یہ ماں پائے گی کیونکر
مادر دلِ بیتاب کو سمجھائے گی کیوں کر — واں تک مرے رونے کی صدا جائے گی کیونکر

نکلوں جو تجسس میں تو بے جا نہیں واری
ماں ہوں مرا پتھر کا کلیجہ نہیں واری

(۱۶) تم دونوں نے جاں اب جو مرے بھائی پہ واری — شرمندۂ احساں ہے یہ دکھ درد کی ماری
کس منہ سے شہیدو میں کروں شکر گزاری — ماں پہلے تھی پر آج سے لونڈی ہوں تمہاری

بہتر ہے اگر مجھ پہ چھری چل گئی پیارو
کچھ تو مرے بھائی کی بلا ٹل گئی پیارو

(۱۷) مقتل میں قیام آج کہاں ہوگا بتاؤ — ماں صدقے مقام آج کہاں ہوگا بتاؤ
دن تم کو تمام آج کہاں ہوگا بتاؤ — بستر سرِ شام آج کہاں ہوگا بتاؤ

ہموار زمیں شب کے بچھونے کو ملے گی
کیسی ہے جگہ جو تمہیں سونے کو ملے گی

(۱۸) ہمراہ نہ تکیے ہیں نہ راحت کا بچھونا — دو بھائی ہو تم ایک جگہ رات کو سونا
معلوم ہے چھوٹے کا تمہیں چونک کے رونا — صدقے گئی غافل مرے بچے سے نہ ہونا

بے ماں کے سحر ڈرنے میں ہو جاتی تھی اسکو
پہلو مرا ملتا تھا تو نیند آتی تھی اس کو

(۱۹) ٹکڑے تھا کلیجہ یہ بیاں در کے سن کر — اک حشر تھا بیدانیاں جب پیٹتی تھیں سر
بانو نے کہا قبلۂ کونین سے اٹھ کر — مر جائے گی ماں لاشوں کو لے جایئے باہر

فرزندوں کا غم خالقِ عالم نہ دکھائے
اللہ کسی ماں کو یہ ماتم نہ دکھائے

مرثیہ ۲۸

شہادت حضرت عونؑ و محمدؑ

(۱) زینبؑ نے سنی جب یہ خبر شاہِ امم سے — مسلم کے پسر خوب لڑے فوجِ ستم سے
دل ہل گیا رنگ اڑ گیا افراطِ الم سے — آنسو رخِ انور پہ بہے دیدۂ نم سے

کام آتا تھا جو شہ کے خجل ہوتی تھی زینبؑ
فرزندوں کا منہ تکتی تھی اور روتی تھی زینبؑ

(۲) کچھ منہ سے نہ کہتی تھی مگر تھا یہ اُسے دھیاں — شہ پر مرے بیٹے ہوں اسی طرح سے قرباں
آگے تو یہ حسرت تھی کہ ہو بیاہ کا ساماں — اب کوئی تمنا نہیں گر ہے تو یہ ارماں

چرچا ہو کہ حق شہ کا ادا کر گئے دونوں
کس شان سے زینبؑ کے پسر مر گئے دونوں

(۳) دل سے یہ بیاں کرتی تھی زینبؑ جگر افگار — اتنے میں پسر آکے گرے قدموں پہ اکبار
کی دستِ ادب باندھ کے یہ عونؑ نے گفتار — ہے بھائی میں اور مجھ میں بڑی دیر سے تکرار

میں کہتا ہوں مرنے کو مجھے جانے دو بھائی
یہ کہتے ہیں تلواریں مجھے کھانے دو بھائی

(۴) بیٹوں کے سخن سن کے یہ کہنے لگی زینبؑ — ہاں دیر کا باعث تھا یہی مجھ پہ کھلا اب
قرباں گئی سمجھی میں تم دونوں کا مطلب — ماموں پہ ستم ہو یہ گوارا ہے تمہیں کب

جس کام کے تم ہو یہ اُسی کام کا دن ہے
کس طرح سے سبقت نہ کریں نام کا دن ہے

(٥) فرما کے یہ ارشاد کیا اے مرے پیارو — خلعت میں نئے لاؤں یہ ملبوس اتارو
عمامہ رکھو فرق پہ زلفوں کو سنوارو — دولہا سا یہ ماں تم کو بنا لے تو سدھارو
غمخواریٔ فرزندِ ید اللہ کا دن ہے
مہندی کی یہی شب ہے یہی بیاہ کا دن ہے

(٦) آخر انھیں زینبؑ نے وہ پوشاک پہنائی — پہلے ہی سے جو بیاہ کی خاطر تھی بنائی
منہ دونوں کے بھائی کا لگا دیکھنے بھائی — ماں گرد پھری اور سخن لب پہ یہ لائی
روؤں گی مگر شاد بھی اس آن تو ہو لوں
پروان چڑھے آؤ میں قربان تو ہو لوں

(٧) چہروں کی بلائیں تو مجھے لینے دو واری — سہرے کا ہے کو شکلیں نظر آئیں گی تمہاری
اُس وقت تو بیٹوں پہ بھی رقت ہوئی طاری — سر رکھ دیئے مادر کے قدم پر کئی باری
ناشاد تھے حسرت کے بھی پہلو نکل آئے
چاہا کہ نہ روئیں مگر آنسو نکل آئے

(٨) مجرے کئے جھک جھک کے جو دونوں نے برابر — سب بیبیاں کہنے لگیں اے شاہ کی خواہر
سہرے بھی ذرا باندھ دو ان دونوں کے سر پر — بیٹوں نے کہا شرم سے گردن کو جھکا کر
صندوق سے اماں نہ ابھی لائیو سہرے
اب بیٹوں کے تابوت پہ بندھوائیو سہرے

(٩) کچھ سوچ کے اتنے میں اُٹھی بنتِ یداللہ — بیٹوں کو چلی لے کے حضورِ شہِ ذیجاہ
روتے ہوئے سب اہلِ حرم ہو گئے ہمراہ — عباسؑ سے اُس وقت یہ فرمانے لگے شاہؑ
جھک جھک کے جو سمجھاتی ہوئی آتی ہے زینبؑ
لو بیٹوں کو رخصت کے لئے لاتی ہے زینبؑ

(١٠) بس اتنے میں آئی شہِ مظلوم کی خواہر — بیٹوں کے پکڑ ہاتھ پھری گرد برادر
گھبرا کے یہ فرمانے لگے سبطِ پیمبرؐ — صدقے انھیں کیوں کرتی ہو قربان میں تم پر
قسمت سے یہ دو نورِ نظر پائے ہیں تم نے
ہتھیار انہیں کس لئے بندھوائے ہیں تم نے

(١١) واللہ مری جان ہیں فرزند تمہارے — میں برجِ شرف کا ہوں قمر اور یہ تارے
ہے مجھ کو گوارا کوئی ان پر مجھے وارے — یہ اکبرؑ و اصغرؑ سے سوا ہیں مجھے پیارے
ہاتھوں سے نہ کھوتا یہ شجاعِ ازلی ہیں
یہ جوشنِ بازوئے حسینؑ ابنِ علیؑ ہیں

(١٢) زینبؑ نے یہ کی عرض کہ یا سیدِ ابرار — کل شام سے اِن دونوں نے کھولے نہیں ہتھیار
فخر ان کا کہ تعریف کرے آپ سا سردار — باپ ان کا نمک خوار تھا یہ بھی ہیں نمک خوار
بیٹوں میں انھیں آپ نے محسوب کیا ہے
لونڈی نے تو دونوں کو غلامی میں دیا ہے

(١٣) کچھ ان کے سوا اور بضاعت نہیں رکھتی — جوہر کوئی بجز جوہرِ عزت نہیں رکھتی
دنیا میں کسی طرح کی حشمت نہیں رکھتی — نادار ہوں محتاج ہوں دولت نہیں رکھتی
جو کچھ ہے مرے پاس وہ قربان ہے بھائی
دو بیٹے ہیں اور ایک مری جان ہے بھائی

(١٤) کچھ عذر کیا چاہتے تھے سیدِ ابرار — سر پاؤں پہ نہوڑا کے یہ بولی وہ دل افگار
صدقے ہو بہن اب تو مناسب نہیں انکار — محروم نہ رکھئے کہ سخی کا ہے یہ دربار
بہنوں کی مصیبت میں مدد کرتے ہیں بھائی
نادار کا ہدیہ نہیں رد کرتے ہیں بھائی

(۱۵)
یہ سُن کے بہت روئے شہ صابر و شاکر — فرمایا بہن خیر میں ہوں صبر کو حاضر
اچھا یہ کریں کوچ کہ ہم بھی ہیں مسافر — زینبؑ ترے بچوں کا خدا حافظ و ناصر
منظور یہ تھا ہوں نہ جدا ساتھ سے تیرے
دو اور جواہر یہ چلے ہاتھ سے تیرے

(۱۶)
زینبؑ نے اشارہ کیا آداب بجا لاؤ — لو گرد پھرو ماموں کے سر پاؤں پہ بہو لاؤ
حضرت نے کہا ہاتھوں کو پھیلا کے اِدھر آؤ — میں پیار تو کر لوں مری چھاتی سے لگ جاؤ
گھر باپ کا ویران کئے جاتے ہو پیارے
زینت مرے لشکر کی لئے جاتے ہو پیارے

(۱۷)
وہ پاؤں پہ گرنے کیلئے دوڑ کے آئے — شبیرؑ نے سر دونوں کے چھاتی سے لگائے
منہ پھیر کے اشک آنکھوں سے زینبؑ نے بہائے — خیمہ سے چلے شاہ کی ہمشیر کے جائے
کیا دل تھا کہ روتی تھی نہ گھبراتی تھی زینبؑ
سمجھاتی ہوئی پیچھے چلی جاتی تھی زینبؑ

(۱۸)
ڈیوڑھی پہ جو پہنچی تو کہا عونؑ سے رو کر — ٹھہرو کہ پھرا لوں تمہیں گردِ علی اکبرؑ
چھوٹے سے کہا بھول گئے کیا مرے دلبر — جھولے میں ہو تم جا کے نثارِ علی اصغرؑ
اس بات میں لازم نہیں جو دل میں خفا ہو
صدقہ تمہیں دیتی ہوں کہ رَن کی بلا ہو

(۱۹)
ہمشکلِ محمدؐ پہ ہوا عونؑ تو قرباں — چھوٹے نے کہا دستِ ادب جوڑ کے اُس آں
اماں ہیں رخصت کی خوشی میں رہا دھیاں — اولاد پہ ماموں کے تصدق ہے مری جاں
لاش آئے جو رن سے تو نہ دم ماریو اماں
گہوارۂ اصغرؑ پہ ہمیں واریو اماں

(۲۰)
خیمہ سے برآمد ہوا جس وقت وہ مہ رُو — اُس وقت تو دل پر نہ رہا شاہ کے قابو
بس بیٹھ گئے خاک پہ بہنے لگے آنسو — چلاتی تھی پردے سے لگی زینبؑ خوشخو
دو روز کے پیاسو تمہیں اللہ کو سونپا
حیدرؑ کے نواسو تمہیں اللہ کو سونپا

مرثیہ ۲۹

شہادت حضرت قاسمؑ

(۱)
اے مومنو جدائی ہے دولہا دلہن میں آج — خلعت کفن ہے پیکرِ ابنِ حسنؑ میں آج
ہے شورِ الوداع ہر اک مرد و زن میں آج — ہے بیقرار روح حسنؑ کی کفن میں آج
شادی کی جا پہ نوبتِ فریاد و آہ ہے
دُولہا کی تخت گاہ بس اب قتل گاہ ہے

(۲)
روتے تھے ڈاڑھیں مار کے ناموسِ شاہِ دیں — آیا دلہن سے ملنے کو شبرؑ کا نازنیں
روتی تھی سر کو زانو پہ رکھے وہ مہ جبیں — صدمے سے ہل گیا جگر قاسمؑ حزیں
دل تھام کر سوئے رُخِ کبریٰ نگاہ کی
یہ درد اُٹھا کہ بیٹھ کے مسند پہ آہ کی

(۳)
رکھ کر دلہن کے ماتھے پہ ہاتھ اپنا یوں کہا — سر کو اٹھاؤ روتی ہو کیوں تم پہ میں فدا
صاحب تمہارے باپ نے تو ہم کو دی رضا — دو تم بھی اذنِ جنگ کہ نرغے میں ہیں چچا
آتے ہیں تیرِ ظلم شہِ خوش خصال پر
واللہ جانے رحم ہے عمّو کے حال پر

(۴)
ابنِ حسنؑ نے باتوں میں کھولا بہت مگر — قفلِ دہن حیا تھی نہ بولی وہ نوحہ گر
دولہا نے جب کہ رکھ دیا جھک کر قدم پہ سر — پہلو میں دل تڑپ گیا پھٹنے لگا جگر
گھونگھٹ میں آفتاب سا منہ زرد ہو گیا
کانپی یہ شرم سے کہ بدن سرد ہو گیا

(۵)
آخر بہا کے اشک یہ بولی وہ رشکِ ماہ — لٹتے ہیں بیچ بن میں کہیں کیا زباں سے آہ
چھوڑا جب آپ نے تو ہمارا کہاں نباہ — قسمت میں تھا کہ قیدِ ستم میں پھریں تباہ
بستی لُٹا کے قبر کو آباد کیجیے
جو آپ کی خوشی ہمیں برباد کیجیے

(۶)
لایا وطن سے ہائے مقدر کہاں ہمیں — ہے ہے نہ ساز گار ہوا یہ مکاں ہمیں
دیکھیں گے جو دکھائے گا اب آسماں ہمیں — رونا ہے یہ کہ چھوڑ چلے نیم جاں ہمیں
مرنے کا لطف تھا تو تمہارے حضور تھا
بن لیتی تیرا اتنا تامل ضرور تھا

(۷)
صاحب تمہیں خفا نہیں لونڈی سے اس قدر — بیزار موت بھی ہے کہ اب تک نہ لی خبر
کیا بس ہمارا خیر سدھارو کرو سفر — نکلیں گے ہم بھی گھر سے کوئی دم میں ننگے سر
چالے ہمارے سب سے جدا ہیں زمانے میں
تم ہو گے قتل گاہ میں ہم قید خانے میں

(۸)
بابا قریبِ مرگ چچا عازمِ سفر — بھائی گلا کٹانے پہ باندھے ہوئے کمر
جلدی تمہیں کہ خون میں پہلے ہو ہم بھی تو — ڈھونڈوں بتاؤ کس کا سہارا میں نوحہ گر
دو کچھ جواب پاؤں پہ کیوں سر جھکاتے ہو
اک رات کی دلہن کو کسے سونپے جاتے ہو

(۹)
روکا ہے کس نے روتے ہو کاہے کو اس قدر — مالک خدا ہے رانڈوں کی لے گا وہی خبر
ہو جائے گی ہماری بھی ہر حال میں بسر — سمجھیں گے عمر بھر اسی جنگل کو اپنا گھر
بھائی کی آس ہے ہمیں اب تو نہ باپ کی
کاٹیں گے دکھ رنڈاپے کا تربت پہ آپ کی

(۱۰)
گذرے گی زندگی یونہی مجھ سوگوار کی — تسکیں اسی میں ہو گی دلِ بیقرار کی
جاروب کش بنوں گی تمہارے مزار کی — چادر رہے گی فرق پہ گرد و غبار کی
درکار ہے لباس نہ زیور نہ زر مجھے
کافی ہے اک سیہ کفنی عمر بھر مجھے

(۱۱)
جب تک کہ آپ کا نہ ملے گا مجھے سراغ — گل ہائے لختِ دل سے کروں گی لحد کو باغ
صاحب کی قبر کو نہیں کچھ حاجتِ چراغ — راتوں کو واں جلیں گے ہمارے جگر کے داغ
بادِ صبا کو چلنے نہ دوں گی مزار پر
چھڑکاؤ آنسوؤں سے کروں گی مزار پر

(۱۲)
پوچھے گا گر کوئی ہے کس شخص کا مزار — تو کون ہے جو روتی ہے بولے جگر افگار
اس سے یہی کہوں گی میں با چشمِ اشکبار — شہزادہ ایک تھا یہ فلک قدر ذی وقار
نوشاہ بن کے باغِ جہاں سے گذر گیا
سہرا ابھی سر سے کھلنے نہ پایا کہ مر گیا

(۱۳)
اور میں کنیز اس کی ہوں بیوہ ہے میرا نام — اب مجھ فقیرنی کا ہے تکیہ یہی مقام
گھر سے نہ کچھ غرض نہ مجھے بستیوں سے کام — بالوں سے جھاڑتی ہوں میں یاں کی صبح و شام
ہوتی ہے شب تو پاؤں ادب سے سمیٹ کے
پڑ رہتی ہوں لحد کے ادھر منہ لپیٹ کے

صاحب میں کلام کی طاقت نہیں ہے اب (۱۴) یہ تو کہو کہ تم سے ملاقات ہوگی کب
دولہا نے بھر کے آنکھوں میں آنسو کہا یہ تب کوثر پہ روزِ حشر ملوں گا میں تشنہ لب

دادی کے ساتھ جب سوئے فردوس جاؤ گی
جس جا حسینؑ ہوں گے وہیں ہم کو پاؤ گی

رونے لگا دلہن سے یہ کہہ کر وہ نامدار (۱۵) اور واں دہل بجانے لگی فوجِ نابکار
جرأت کا جوش کرنے لگا دل کو بیقرار اُٹھ اُٹھ کے بیٹھ بیٹھ گئے تین چار بار

جز الفراق پھر نہ سخن کچھ کہا گیا
روتے ہوئے چلے تو دُلہن کو غش آگیا

رو کر پکاری ماں کہ میں قربان جاؤں آؤ (۱۶) نرغہ ہے شامیوں کا چچا کی مدد کو جاؤ
بیٹا بس اب دُلہن کی محبت سے ہاتھ اُٹھاؤ لینا ہے باغِ خلد تو پھل برچھیوں کے کھاؤ

صدقے گئی عزیز نہ اپنا لہو کرو
جلدی گلا کٹا کے مجھے سُرخ رو کرو

ٹپکا کے اشک آنکھوں سے بولا وہ نوجواں (۱۷) لو اماں جان خالقِ اکبر نگاہ باں
جب رن سے آئے لاشۂ مجروح خوں چکاں اس تہلکہ میں رکھئے گا اپنی بہو کا دھیاں

روئیں تو آنسو پونچھ کے سمجھائیو انہیں
اماں ہماری لاش نہ دکھلائیو انہیں

گھر سے چلا یہ کہہ کے وہ نورِ خدا کا نور (۱۸) سب سے کہا کہ صاحبو ہوتا ہوں تم سے دُور
بخشو اُسے ہوا ہو کوئی مجھ سے گر قصور تم کو دعائے خیر مرے حق میں ہے ضرور

جا پہنچوں جلد خدمتِ شیرِ الٰہ میں
صدمے بہت ہیں گورِ غریباں کی راہ میں

بانو پکاری قاسمِ ذیجاہ الوداع (۱۹) اے نورِ چشم چودھویں کے ماہ الوداع
آواز دی دلہن نے کہ نوشاہ الوداع اے ابنِ فاطمہؑ کے ہوا خواہ الوداع

پھر چاند سی یہ شکل دکھانا نصیب ہو
دُولہا بنا ہوا تمہیں آنا نصیب ہو

مرثیہ ۳

شہادت حضرت قاسمؑ

زخمی جو رن میں قاسمِ گل پیرہن ہوا (۱) پیدا شہانہ جوڑے سے رنگِ کفن ہوا
باغِ جناں رسولؐ کو بیت الحزن ہوا اور فوجِ کیں میں شاد ہر اک تیغ زن ہوا

غل تھا کہ روند ڈالا ہے شبّر کے باغ کو
ہاں غازیو بجھا دو حسنؑ کے چراغ کو

گھبرا گئے یہ سُن کے صدا سرورِ انام (۲) عباسؑ نامور سے یہ اُس دم کیا کلام
لو بھائی جنگ ہو چکی قصہ ہوا تمام آیا سوئے یتیم حسنؑ موت کا پیام

ہمشکلِ مصطفٰےؐ کو بُلا لو پُکار کے
مانگو دُعا سروں سے عمامے اُتار کے

یہ کہہ کے قبلہ رو ہوئے سلطانِ کائنات (۳) درگاہِ کبریا میں دُعا کی اُٹھا کے ہاتھ
اے خالقِ زمین و زماں ربِّ پاک ذات اِن ظالموں کے ہاتھ سے قاسم کو دے نجات

تو حافظِ جہاں ہے کریم الرحیم ہے
یا رب بچا اِسے کہ یہ بچہ یتیم ہے

نکلا یہ سب کے مُنہ سے کہ ہے ہے حسنؑ کے لال (۴) زینبؑ نے اُٹھ کے کھول دیئے اپنے سر کے بال
سینہ میں ہل گیا دلِ بانوئے خوش خصال چلائی ماں گذر گیا کیا میرا نونہال
عابدؑ کا تپ سے گرم بدن سرد ہو گیا
قاسمؑ کے چھوٹے بھائی کا مُنہ زرد ہو گیا

چلائی رو کے زوجۂ عباسِؑ نوجواں (۵) یارب ہے تو یتیم حسنؑ کا نگاہباں
سُن کر یہ غل دُلہن کے بھی آنسو ہوئے رواں لے کر بلائیں ساس پکاری کہ میری جاں
خالق کرے گا رحم نہ آہ و بکا کرو
دولہا پہ آ بنی ہے یہ صدقے دُعا کرو

اس اضطراب میں جو سنا ساس کا سخن (۶) زانو سے سر اُٹھا کے ہوئی قبلہ رو دُلہن
آہستہ کی یہ عرض کہ اے ربِّ ذوالمنن دشمن پہ فتحیاب ہو لختِ دلِ حسنؑ
لڑنے گئے ہیں تشنہ دہن تیری راہ میں
رکھ میرے ابنِ عم کو تو اپنی پناہ میں

یارب دُلہن بنے مجھے گذری ہے ایک شب (۷) دولہا جو مر گیا تو مجھے کیا کہیں گے سب
اب تک تو شرم سے نہ ہلائے تھے میں نے لب پر کیا کہوں کہ اب ہے مری روح پر تعب
شبرؑ کے آفتاب کا وقتِ غروب ہے
دُولہا سے پہلے مجھ کو اُٹھا لے تو خوب ہے

سہرے کے پھول بھی ابھی سوکھے نہیں ہیں آہ (۸) جو آ گیا پیام رنڈاپے کا یا الٰہ
یہ عقد تھا کہ موت تھی ماتم تھا یا کہ بیاہ بعد اُس کے ہوگا خلق میں کیونکر مرا نباہ
اُٹھوں جہاں سے دلبرِ شبرؑ کے سامنے
عورت کی موت خوب ہے شوہر کے سامنے

مصروف یاں دعا میں تھے اور وہاں پہ آہ (۹) آخر گھرا سپاہ میں وہ چودھویں کا ماہ
روکے تھی فوج نیزوں سے اور برچھیوں سے راہ تلوار چل رہی تھی کہ اللہ کی پناہ
مُنہ سُرخ تھا کھُلے ہوئے تھے زخم سینے کے
بن کر لہو ٹپکتے تھے قطرے پسینے کے

غش میں جھکا فرس پہ جو وہ غیرتِ قمر (۱۰) مارا کسی نے فرق پہ اِک گرز تان کر
برچھی لگی جو پشت کی ٹکڑے ہوا جگر گرتے تھے اسپ سے کہ کمر پہ لگا تبر
طارق کی تیغ کھا کے پکارے امام کو
فریاد یا حسینؑ بچا لو غلام کو

جھپٹے جو شاہ فوج پہ چمکا کے ذوالفقار (۱۱) بجلی گری یزید کے لشکر پہ ایک بار
اس غیظ میں یمیں سے جو آئے سوئے یسار بھاگے پھرا کے گھوڑوں کی باگوں کو سب سوار
بھاگڑ میں خوں سے رن کی زمیں لال ہو گئی
دولہا کی لاش گھوڑوں سے پامال ہو گئی

دیکھا امام نے کہ رگڑتے ہیں ایڑیاں (۱۲) سوکھے ہوئے لبوں پہ ہے اینٹھی ہوئی زباں
داماد سے لپٹ گئے حضرت بصد فغاں بے جاں ہوا حسینؑ کے آگے وہ نیم جاں
جب لاش اٹھائی شہ نے تو چور استخوان تھے
سب چاند سے بدن پہ سموں کے نشان تھے

ڈیوڑھی پہ لاش لائے جو سلطانِ بحر و بر (۱۳) پردہ اٹھایا ڈیوڑھی کا فضہؓ نے دوڑ کر
لاشے کے پاؤں تھامے تھا کوئی تو کوئی سر چادر کمر کی پکڑے تھے عباسؑ نامور
لٹکی تھیں دونوں خاک سے زلفیں اٹی ہوئیں
رُخ پہ پڑی تھیں سہرے کی لڑیاں کٹی ہوئیں

لاشہ اُدھر سے لائے شہنشاہِ کربلا (۱۴) دوڑے ادھر سے پیٹتے ناموسِ مصطفیٰ
فضہؓ تھی آگے آگے کھُلے سر برہنہ پا — آئی جو صحن میں تو یہ رانڈوں کو دی صدا
ہٹ جائیں جن کا دُور کا ناتا ہے صاحبو
دُولہا دُلہن کے لینے کو آتا ہے صاحبو

ناگاہ لاش صحن تک آئی لہو میں تر (۱۵) بیٹھے جو سب عروس کو بھی ہو گئی خبر
تھا سامنا کہ لاش پہ بھی جا پڑی نظر — گھبرا کے تب سکینہؑ سے بولی وہ نوحہ گر
دولہا کی لاش آتی ہے سہرے کو توڑ دو
مسند اُلٹ دو حجرے کے پردے کو چھوڑ دو

رو کر بہن سے کہنے لگے شاہِ بحر و بر (۱۶) اُس بے نصیب رانڈ کو لے آؤ لاش پر
بیٹی لُٹ گئی یوں ہمیں اس کی نہ تھی خبر — اب شرم کیا ہے دیکھ لے دولہا کو اک نظر
بچہ بھی ہے شہید بھی ہے بے پدر بھی ہے
دولہا بھی نام کو ہے چچا کا پسر بھی ہے

حضرت یہ کہہ کے ہٹ گئے با چشمِ اشکبار (۱۷) بیٹی یہ سر کے غش ہوئی بانوئے دل فگار
چادر سفید اُڑھا کے دلہن کو بحالِ زار — گودی میں لائی زینبؑ غمگین و سوگوار
چلائی ماں یہ گر کے تنِ پاش پاش پر
قاسم بنے اُٹھو دلہن آئی ہے لاش پر

جس دم دُلہن نے لاش کے ٹکڑوں پہ کی نگاہ (۱۸) نکلی لہو میں ڈوبی ہوئی اک جگر سے آہ
قدموں پہ سر جھکا کے پکاری وہ رشکِ ماہ — میرا قصور عفو کرا اے میرے بادشاہ
بولی نہ تھی حجاب سے تقصیروار ہوں
اب حکم ہو تو لاش پہ اُٹھ کر نثار ہوں

اے پارۂ دلِ حسنؑ اے فدیۂ حسینؑ (۱۹) کل وہ خوشی تھی آج یہ کیسا ہے شور و شین
کیا کہہ کے رووں اُٹھ گیا اب تو جہاں سے چین — بیوہ کوئی سکھاتے تو صاحب کروں میں بین
چھوڑا دلہن کو لاش پہ رونے کے واسطے
دولہا بنے تھے قبر میں سونے کے واسطے

صاحب بتاؤ میں تمہیں رونے میں کیا کہوں (۲۰) بیکس کہوں کہ فدیۂ راہِ خدا کہوں
پیاسا کہوں شہید کہوں یا بنا کہوں — دُولہا کہوں کہ قاسمِ گلگوں قبا کہوں
ماتم بھی یوں تو ہوتا ہے شادی بھی ہوتی ہے
اک شب کی رانڈ دولہا کو کیا کہہ کے روتی ہے

مرثیہ ۳۱

شہادت حضرت قاسمؑ

گھوڑے سے جب کہ قاسمِ گلگوں قبا گرا (۱) غل پڑ گیا نبیرۂ مشکل کشا گرا
صفدر جری بہادر و شیرِ وغا گرا — خوں میں نہا کے لختِ دلِ مجتبیٰؑ گرا
گرتے ہی فوجِ ظلم کا مجمع بہم ہوا
زخمی پہ آہ نرغۂ فوجِ ستم ہوا

مارا کسی نے پشت پہ نیزے کو تان کے (۲) کھٹکی سنانِ ظلم کلیجہ میں آن کے
کوئی تبر لگا گیا مظلوم جان کے — تیغہ کسی کا چل گیا سر پر جوان کے
پہلو بھی دونوں ہاتھ بھی یکسر فگار تھے
دولہا کا ایک جسم تھا حربے ہزار تھے

(۳)
حضرت کو دی صدا کہ چچا جان آیئے — خادم ہوا حضور پہ قربان آیئے
دنیا میں کوئی دم کا ہوں مہمان آیئے — سر کاٹنے کا ہونا ہے سامان آیئے
جلّاد پہنچے تیغ دو پیکر لیے ہوئے
قاتل کھڑے ہیں ہاتھوں میں خنجر لیے ہوئے

(۴)
دم توڑنے لگا جو یہ کہہ کہ وہ دل فگار — طبلِ ظفر بجا صفِ اعدا میں ایک بار
دوڑے اِدھر سے تیغ بکف شاہِ نامدار — گھوڑوں سے روندنے لگے لاشے کو واں سوار
سب ٹکڑے ٹکڑے سینۂ پُر نور ہو گیا
ٹاپوں سے مرکبوں کے بدن چُور ہو گیا

(۵)
پہنچے حسینؑ لاش پہ جس دم بچشمِ نم — اٹکا ہوا تھا آنکھوں میں ابنِ حسنؑ کا دم
سر اپنا پیٹ کر یہ پکارے شہِ اُمم — قاسمؑ اٹھو کہ آتے ہیں ملنے کو تم سے ہم
موڑو نہ آنکھ فاطمہؑ کے نورِ عین سے
باتیں تو کچھ کرو دمِ آخر حسینؑ سے

(۶)
کیا بولتے کہ موت نے تھا بے خبر کیا — سیدھی نہ آنکھ کی نہ مُنہ اپنا اِدھر کیا
ہچکی کے درد نے تہہ و بالا جگر کیا — بس مُسکرا کے باغِ جہاں سے سفر کیا
حضرت چلے اٹھا کے تنِ پاش پاش کو
کاندھا دیا چچا نے بھتیجے کی لاش کو

(۷)
مقتل سے لاش آنے کی صورت کہوں میں کیا — چادر لپیٹ دی تھی کہ اعضا تھے سب جدا
قطرے لہو کے خاک پہ گرتے تھے جا بجا — گردن ڈھلی ہوئی تھی لٹکتے تھے دست و پا
عباسؑ روتے آتے تھے اور سر پہ ہاتھ تھا
زخمی فرس بھی دُولہا کے لاشہ کے ساتھ تھا

(۸)
نزدیک رہ گیا جو درِ خیمۂ حرم — اکبرؑ وہاں سے بڑھ گئے آگے بچشمِ نم
ڈیوڑھی پہ راہ تکتی تھی زینبؑ اسیرِ غم — پوچھا کہ روتے آتے ہو کیوں کیا ہوا ستم
کی عرض سوئے خلد حسنؑ کا پسر گیا
شب کو جسے بنایا تھا دولہا وہ مر گیا

(۹)
برپا ہوا جب یہ حشر تو کیا آئے دل کو چین — غُل تھا حرم کے بین کا لاشے کے جانبین
تھے آگے آگے دُولہا کی میت لیے حسینؑ — پیچھے یہ کہتی آتی تھی ماں ہائے نورِ عین
پیاسے شہید ہو کے پھرے فوجِ شام سے
واری برات آئی ہے کس دُھوم دھام سے

(۱۰)
مُنہ ڈھانپے رو رہی تھی جہاں غمزدہ دُلہن — دُولہا کی لاش گود میں لائے شہِ زمن
جلدی لِٹا کے میتِ لختِ دلِ حسنؑ — روتے ہوئے چلے گئے باہر بصد محن
ماں ننگے سر گری جسدِ پاش پاش پر
ماتم کا شور بڑھ گیا دُولہا کی لاش پر

(۱۱)
گھونگٹ اُلٹ کے چہرہ سے کھولا دُلہن کا سر — مُنہ پر لگاتے خاک کے چھالے اِدھر اُدھر
پھینکا زمیں پہ ہاتھ سے کنگنا اُتار کر — ماتم پڑا جو گھر میں تو پھٹنے لگا جگر
اُمڈا یہ دل کہ اشکوں کا دریا بہا دیا
ماں نے سرہانے لاشے کے لا کر بٹھا دیا

(۱۲)
چہرے پہ اپنے ڈال کے پھر گوشۂ ردا — کرنے لگی یہ بین دُلہن غم کی مُبتلا
دُولہا مرے یہ شکل بنا لائے رن سے کیا — ٹکڑے ٹکڑے عضوِ بدن سب جُدا جُدا
کٹ کٹ گئے ہیں سہرے کی لڑیاں لڑائی میں
بدّھی رہی گلے میں نہ کنگنا کلائی میں

تم تو خوشی خوشی ہوئے راہیِ سوئے عدم (۱۳) یہ تازہ رانڈ رہ گئی رونے کو اے ستم
سبطِ نبیؐ کی گود میں نکلا تمہارا دم — اے ابنِ عم تباہ ہوئے بچپنے میں ہم
مُنہ پیٹتی ہوں تم کو توجہ ادھر نہیں
آنکھیں پھرائے سوتے ہو کچھ بھی خبر نہیں

اے دلبرِ حسنؑ نہیں تھمتا مرا جگر (۱۴) خنجر کوئی پھراتا ہے رہ رہ کے قلب پر
غربت تمہاری بھولے گی مُجھکو نہ عمر بھر — تم بھی نہ بے کسی کو مری بھولنا مگر
لعنت ہے کچھ تو جلد بُلا لیجئے مجھے
یا ہیں پالحد کے سُلا لیجئے مجھے

کس بات پر کنیز سے صاحب خفا ہوئے (۱۵) مہرد وفا دہ کیا ہوئے کیوں بے وفا ہوئے
غربت میں فدیۂ پسرِ مُصطفٰےؐ ہوئے — بیوہ ہوئے ہم آپ شہیدِ جفا ہوئے
صاحب تو یاں سے گنجِ شہیداں میں جا بسینگے
رسّی میں ہم بندھے ہوئے زنداں میں جا ئینگے

مرثیہ ۳۲

شہادت حضرت قاسمؑ

جب لاشۂ قاسمؑ پہ شہ بحر و برآئے (۱) چاک اپنا گریباں کئے ننگے سر آئے
نیزہ لئے ہم شکلِ نبیؐ نوحہ گر آئے — عباسؑ سنبھالے ہوئے تیغ و سپر آئے
دیکھا صفتِ شیر ستم گاروں کو تن کے
حملہ کیا قاتل پہ جگر بندِ حسنؑ کے

اک تہلکہ برپا ہوا بھاگے جو بد افعال (۲) گھوڑوں سے گُلِ باغِ حسنؑ ہوگیا پامال
دیکھا شہِ مظلوم نے دُولہا کا عجب حال — ٹاپوں کے نشاں سینہ پہ ملبوسِ بدن لال
مُنہ زرد تھا زخموں سے دہن خوں سے بھرے تھے
مہندی لگے ہاتھوں کو کلیجہ پہ دھرے تھے

دم اٹکا تھا آنکھوں میں کہ حضرت نے پکارا (۳) مارے اُنھیں اللہ جنھوں نے تجھے مارا
غنچہ کی طرح کر کے تبسم وہ دل آرا — بس گلشنِ جنت کے بسانے کو سدھارا
افسوس کہ بیاہے ہوئے اک شب کے مرے تھے
وہ ساتھ گئے دل میں جو ارمان بھرے تھے

یوں لاش کو فرزندِ پیمبرؐ نے اُٹھایا (۴) ہاتھوں پہ کمر کو شہِ بے پر نے اُٹھایا
سر خاک سے عباسِ دلاور نے اُٹھایا — ٹکڑے جو الگ تھے انہیں اکبرؑ نے اُٹھایا
شبرؑ کی عبا میں تنِ صد پاش کو لائے
یوں ڈیوڑھی پہ شاہِ شہدا لاش کو لائے

غُل پڑ گیا آئی بنے قاسمؑ کی سواری (۵) روتیں صفِ ماتم سے اٹھیں بیبیاں ساری
فق ہوگئی گھونگٹ میں دُلہن درد کی ماری — سر پیٹ کے فضہؓ درِ خیمہ سے پکاری
غفلت میں خبر کچھ نہیں ان کو سر و پا کی
بند آنکھیں کئے سوتے ہیں گودی میں چچا کی

باہر گئے شہ لاش کو مسند پہ لٹا کر (۶) ماں کھولے ہوئے گیسو گری خاک پہ آکر
کبریٰ سے کہا بالی سکینہؑ نے یہ جاکر — لو آتے ہیں مقتل سے بنے خوں میں نہا کر
تم دیکھو کہ ماتم کو حرم گرد کھڑے ہیں
وہ بیاہ کی مسند پہ جگر تھامے پڑے ہیں

(۷) یہ سُن کے جگر ہل گیا مُنہ صبر نے توڑا — چہرے پہ ملی خاکِ عزا سہرے کو توڑا
معلوم ہوا بَر میں کفن بیاہ کا جوڑا — تکیے کو بھی سرکا دیا مسند کو بھی چھوڑا
دم گھٹنے لگا بیبیاں جب گھیر کے بیٹھیں
رونے کے لئے خاک پہ مُنہ پھیر کے بیٹھیں

(۸) ماں سے کہا اماں مجھے رونے کی رضا دو — کیا کہہ کے دُلہن دُولہا کو روتی ہے بتا دو
چادر کوئی اُجلی سی اگر ہو تو اُڑھا دو — رانڈیں جو پہنتی ہیں وہ پوشاک پہنا دو
ماتم ہے بپا سینہ زنی چاہیئے مجھ کو
اب سوگ میں کالی کفنی چاہیئے مجھ کو

(۹) ماں نے کہا دل کھول کے رولے مری دختر — بٹھلا دیا زینبؑ نے اُسے لاشے پہ لاکر
لٹکاتے ہوئے چہرے پہ رنڈسالے کی چادر — کرنے لگی یہ بین دُلہن جھک کے قدم پر
ہے ہے کہیں تیغوں سے نہ دتفہ ہوا تم کو
کیا شکل بنا لائے بنے کیا ہوا تم کو

(۱۰) دولہا بنے اِس اُجڑے ہوئے گھر کو تو دیکھو — ماتم میں بُرا حال ہے مادر کو تو دیکھو
مُنہ پیٹتی ہے شاہ کی خواہر کو تو دیکھو — اپنی نئی بیوہ کے کھُلے سر کو تو دیکھو
افشاں ہے نہ سہرا ہے نہ پوشاک ہے صاحب
بالوں پہ بھی چہرے پہ بھی اب خاک ہے صاحب

(۱۱) کِس سے کہوں یہ آہ مقدر کی برائی — تم مرگئے اور ہائے مجھے موت نہ آئی
نوشاہ پہ میداں میں گھٹا غم کی تھی چھائی — لُٹتا ہے مرا راج دُہائی ہے دُہائی
پیغام فراق آکے اجل کہہ گئی صاحب
میں پیٹنے رونے کیلئے رہ گئی صاحب

(۱۲) صاحب مجھے رونے کیلئے بیاہ کے لائے — صاحب مجھے رنڈسالہ پہنانے کو ہو آئے
صاحب مجھے برباد کیا خوں میں نہائے — صاحب کہو کیا رنج و الم تم نے اُٹھائے
کچھ بات کرو اب نہیں شرماؤں گی صاحب
لو کھول دو آنکھیں نہیں مرجاؤں گی صاحب

(۱۳) تقدیر نے کیسا یہ مجھے خواب دکھایا — یاں آنکھ جھپک کر جو کھُلی تم کو نہ پایا
کیا بن گئی کچھ حال بھی آکر نہ سُنایا — جانا تھا اِدھر گھر کے کر لاشہ نظر آیا
جا لگے تھے بہت خاک پہ دم توڑ کے سوتے
بیوہ کی خطا کیا ہے جو مُنہ موڑ کے سوتے

مرثیہ ۳۳

شہادت حضرت قاسمؑ

(۱) جب قاسمِ جری نے جہاں سے کیا سفر — مقتل سے لاش لے چلے سلطانِ بحر و بر
فضہؓ پکار دی پیٹ کے سر یہ بہ چشمِ تر — سیدانیو عروس سے ہشیار باخبر
فاقوں سے ہیں نڈھال قدم لڑکھڑاتے ہیں
مسند بچھا دو دُولہا کو شبیرؑ لاتے ہیں

(۲) حالت ہے غم سے غیر شہ خوش خصال کی — ہے ہے جوانی قاسمِ یوسف جمال کی
پوشاک خوں سے سُرخ ہے اس نونہال کی — آؤ برات دیکھ لو شبیرؑ کے لال کی
رونے کا شور چرخ پہ جاتا ہے صاحبو
دولہا چچا کی گود میں آتا ہے صاحبو

دوڑے حرم اِدھر سے کھُلے سر برہنہ پا (۳) خیمہ میں آئے لاش لئے شاہِ کربلا
اِس دشت میں قیامتِ کُبریٰ ہوئی بپا — وا قاسماؑ کی چرخ پہ جانے لگی صدا
بہنیں قریب آگئیں آنسو بہانے کو
پھیلائے ماں نے ہاتھ گلے سے لگانے کو

مسند تک آتے سب حرمِ پاک نوحہ گر (۴) لاشہ لِٹا کے رُونے لگے شاہِ بحر و بر
عباسؑ پیٹنے لگے ہاتھوں سے اپنا سر — اکبرؑ کے پاس رکھ دیا سہرا لہو سے تر
تغیرِ حالِ مادرِ غم ناک ہو گیا
سینہ کے زخم دیکھ کے دِل چاک ہو گیا

لاشے کے گرد پھر کے پکاری وہ خستہ حال (۵) ہے ہے یہ کیا ہوا تجھے اے میرے نونہال
ہے ہے مری کمائی پہ یوں آگیا زوال — ہے ہے ہوئے یہ دستِ حنائی لہو سے لال
میں سوگوار ہو گئی دنیائے زشت میں
دو گھر تباہ کر کے سدھارے بہشت میں

پردے میں رو رہی تھی جو دلہن با صد اضطراب (۶) تھامے ہوئے تھیں بیٹی کو بانوؑ جگر کباب
بولی یہ رو کے خواہرِ شاہِ فلک جناب — لاؤ دلہن کو لاش پہ اب ہے عبث حجاب
زخموں سے چوُر چوُر تنِ زار دیکھ لے
دُولہا کا اپنے آخری دیدار دیکھ لے

فضہؑ نے باندھا خیمہ کا پردہ بصد ملال (۷) لائیں دُلہن کو تھام کے بانوئے خوشخصال
مٹی بھری تھی مانگ میں کربلا کا تھا یہ حال — میلی سی چادر اوڑھے ہوئے کھولے سر کے بال
دکھلا کے زخم سب جسدِ پاش پاش کے
بٹھلا دیا عروس کو پہلو میں لاش کے

جس دم دلہن نے چہرے کے زخموں پہ کی نظر (۸) کانپا کلیجہ اشک بہے شق ہوا جگر
قدموں کے سمت جھک کے یہ بولی وہ نوحہ گر — صاحب اُٹھو ہم آتے ہیں لاشے پہ ننگے سر
کھولے ہے بال بیکس و نالاں کو دیکھ لو
تم بھی ہمارے حالِ پریشاں کو دیکھ لو

یہ کس طرح کا بیاہ تھا کیسی تھی یہ برات (۹) آخر ہوئی جو صبح تو گذری یہ واردات
آپس میں ہونے پائی خوشی کی نہ کوئی بات — آئے تمہاری لاش لئے شاہِ کائنات
کیا کیا ہوئے نہ صدمہ و ایذا کے سامنے
پہلے دُلہن نہ مر گئی دُولہا کے سامنے

تم کس گھڑی کو جانبِ دشتِ جفا گئے (۱۰) جیتے پھرے نہ موت کے پنجے میں آگئے
بیوہ کو چھوڑ کر سوئے مُلکِ بقا گئے — گر شہ نہ کوئی رونے کو میرے تباہ گئے
سب گھر تو آج لٹ گئے پھُولے پھلے ہوئے
جاؤں کہاں میں خاک جبیں پر ملے ہوئے

غم نے تمہارے سینہ میں ٹکڑے جگر کیا (۱۱) ویراں بڑے چچا کا مصیبت میں گھر کیا
دنیا سے کوچ مثلِ نسیمِ سحر کیا — ہم کو نہ ساتھ بھی لیا تنہا سفر کیا
کیا جلد بوستانِ جہاں سے گذر گئے
جہاں وداع ہونے نہ پائے کہ مر گئے

یہ بین کرتے کرتے ہوا دِل جو بے قرار (۱۲) جھُک جھُک کے دیکھنے لگی صورت وہ سوگوار
چہرے پہ ہاتھ رکھ لیے جلدی بحالِ زار — زخموں کا خون لے کے ملا مُنہ پہ چند بار
تھاما جو بیبیوں نے تو خاموش ہو گئی
سر پیٹ کر وہ خاک پہ بے ہوش ہو گئی

مرثیہ ۳۴

شہادت حضرت عباسؑ

جب صدرِ زیں سے گر پڑے عباسِؑ باوفا (۱) جنگل سے آئی گریۂ زہراؑ کی بھی صدا
اکبرؑ نے دوڑ کر شہِ والا سے یہ کہا　　چلئے حضور نہر پہ مارے گئے چچا
بے دست دشمنوں نے کیا اس دلیر کو
روآیئے ترائی میں حیدرؑ کے شیر کو

یہ سُن کے پیٹتے ہوئے اُٹھے زیں سے شاہ (۲) فرمایا ہے غضب کرے بیچے ہوئے تباہ
یہ کیا کہا کہ آنکھوں میں دن ہو گیا سیاہ　　مظلوم سے بچھڑ گئے عباسؑ آہ آہ
مدت ہوئی تمام سکینہؑ کے چین کی
توڑا فلک نے آج کمر کو حسینؑ کی

یہ کہہ کے سوئے نہر چلے شاہِ کربلا (۳) مانند بید کانپتے تھے شہ کے دست و پا
عمامہ تھا نہ فرق پہ نے دوش پر ردا　　تصویر دار تھے ہمہ تن سبطِ مصطفےٰ
مقتل کی خاک سے تنِ انور اٹا ہوا
سینہ کھلا ہوا تھا گریباں پھٹا ہوا

پہنچے جو ہیں ترائی میں بادیدۂ پُر آب (۴) دیکھا تپاں ہے خاک پہ فرزندِ بوترابؑ
شانوں پہ کی نظر تو جگر کو رہی نہ تاب　　بس ہائے بھائی کہہ کے گرا وہ فلک جناب
بیکار دست و پا تھے شہِ خوشخصال کے
لے آئے لاش تک علی اکبرؑ سنبھال کے

مُنہ رکھ کے خوں بھرے ہوئے چہرے پہ دی صدا (۵) بھیّا حسینؑ آیا ہے آواز دو ذرا
ہیہات دونوں ہاتھ بدن سے ہوئے جُدا　　بازو کے صدقے ان ترے شانوں کے میں فدا
بھیّا ہمارے ہاتھ تو بے کار ہو گئے
تم ہاتھ کھو کے جعفرِ طیار ہو گئے

سُن کے صدائے حضرتِ شبیرؑ نامدار (۶) کھولا لہو بھری ہوئی آنکھوں کو ایکبار
سر رکھ کے پائے شہ پہ یہ بولا وہ ذی وقار　　تشریف آپ لائے زہے عزّ و افتخار
جی چاہتا ہے یہ کہ نثارِ حضور ہوں
کس طرح اُٹھ کے گرد پھروں چور چور ہوں

بیٹھے ہیں آپ اور میں لیٹا ہوا ہوں آہ (۷) کیا دُور ہے حضور اگر بخش دیں گناہ
سر شق ہے ضربِ گُرز سے یا شاہِ دیں پناہ　　کروٹ بھی اب تو لے نہیں سکتا ہے خیر خواہ
دُکھتے ہیں بولنے میں جراحت پھٹے ہوئے
دیکھیں حضور میرے ہیں بازو کٹے ہوئے

مُنہ رکھ کے مُنہ پہ کہنے لگے شاہِ خوشخصال (۸) عباسؑ ہیں کن آنکھوں سے دیکھوں ترا یہ حال
اِس دم بھی ہے تمہیں مرے آداب کا خیال　　جب ذبح ہوں گے ہم تو کسے ہووے گا ملال
صدقے حسینؑ تیرے تنِ پاش پاش کے
اک بار ہم کو گردِ تو پھرنے دو لاش کے

یہ سُن کے اس دلیر نے اک سرد آہ کی (۹) مشکیزہ پر تڑپ کے بحسرت نگاہ کی
مُنہ شرم سے چھپا لیا گودی میں شاہ کی　　حالت تباہ ہو گئی حیدرؑ کے ماہ کی
جب دل کو بیکلی ہوئی کسطرح کل پڑے
زانو پہ شہ کے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے

فرمایا شہ نے کس لئے روتے ہو بار بار (۱۰) لو اب کچھ اپنا حال کہو تم پہ میں نثار
کیا جی پہ ہے بنی جو تڑپتے ہو بار بار — کی عرض اس جری نے کہ ہے وقتِ احتضار
آقا سے چھوٹنے کا قلق ہے غلام کو
پاؤں گا اب کہاں شہِ گردوں مقام کو

یہ کہتے تھے کہ پھر گئیں آنکھوں کی پتلیاں (۱۱) ہچکی کے ساتھ آ گئی سوکھے لبوں پہ جاں
حسرت سے دیکھ کر طرفِ شاہِ انس و جاں — دنیا سے کوچ کر گئے عباسؑ نوجواں
چھوڑا جری نے ساتھ شہِ مشرقین کا
اک غل اُٹھا کہ مر گیا عاشق حسینؑ کا

سر اُٹھ کے پیٹنے لگے سلطانِ بحر و بر (۱۲) اکبرؑ نے ہاتھ باپ کے تھامے بچشمِ تر
فضہؓ پکاری خیمے کے پردے کو تھام کر — بچے حرم سرا سے نکلتے ہیں ننگے سر
آقا یہ کیسی رونے کی آواز آتی ہے
جلد آیئے سکینہؑ بھی دنیا سے جاتی ہے

جلدی اُٹھا کے لاشۂ عباسؑ پر وفا (۱۳) مشک و علم کو لے کے چلے شاہِ کربلا
پہنچے جو در پہ خاک بسر سبطِ مصطفےٰ — دیکھا کہ خیمہ گاہ میں اک شور ہے بپا
بکھرے ہیں بال اہلِ حرم بے حواس ہیں
سب بچوں والی بیبیاں پردے کے پاس ہیں

ہاں مومنو یہ وقتِ بکا ہے کرو بکا (۱۴) خیمہ میں لے گئے ہیں علم شاہِ کربلا
گھر میں حرم کے بین سے اک حشر ہے بپا — زیرِ علم ہے ماتمِ عباسؑ باوفا
سب اہلِ بیت خاکِ عزا سر پہ ڈالے ہیں
رانڈیں علیؑ کی چھوٹی بہو کو سنبھالے ہیں

چلاتی ہے یہ زوجۂ عباسؑ نامور (۱۵) چھوڑو مجھے خدا کے لئے پیٹنے دو سر
وارث مرا گزر گیا لوٹا اجل نے گھر — ہے ہے یتیم ہو گئے دونوں مرے پسر
پردیس میں علیؑ کے پسر سے بچھڑ گئی
اب خاک اُڑانے دو کہ مری مانگ اُجڑ گئی

سنتی ہوں ہاتھ کٹ گئے شانوں سے ہائے ہائے (۱۶) ایسے گئے کہ گھر میں علم لے کے پھر نہ آئے
کیا وجہ ہے جو سوتے ہیں جنگل میں منہ چھپائے — نکلوں تو ڈر یہ ہے کہ سکینہؑ مچل نہ جائے
حسرت ہے پیٹنے کی تنِ پاش پاش پر
شب ہو تو رونے آؤں گی صاحب کی لاش پر

مرثیہ ۳۵

شہادت حضرت عباسؑ

جب قتل کیا نہر پہ سقائے حرم کو (۱) بھائی کا دیا داغ شہنشاہِ امم کو
پانی نہ دیا پیاس میں اُس بحرِ کرم کو — تھا شور کہ اب خوف کسی کا نہیں ہم کو
غازی کو جگر بندِ ید اللہ کو مارا
عباسؑ کو کیا قتل کیا شاہ کو مارا

اعدا تو یہ کہتے تھے شہِ دیں کا یہ تھا حال (۲) تر آنسوؤں سے ہوتا تھا رومال پہ رومال
فرماتے تھے کیا ہو گئے عباسؑ خوش اقبال — دُنیا میں نہیں جینے کا اب فاطمہؑ کا لال
بن بھائی بسر ہو گی نہ اک آن ہماری
عباس کے ماتم میں گئی جان ہماری

بے کس ہوئے اب کوئی نہیں ہمدم و یاور (۳) پائیں گے کہاں ایسا وفا دار برادر
بر آئے کہیں آرزوئے سبطِ پیمبرؐ — جلدی مری گردن پہ چلے ظلم کا خنجر
دشمن پہ بھی یہ عالمِ تنہائی نہ ہووے
جینے کا مزہ خاک ہے جب بھائی نہ ہووے

یہ کہہ کے تڑپنے لگے سلطانِ دو عالم (۴) برپا تھا عجب خیمۂ شبیرؑ میں ماتم
چلاتی تھی زینبؑ کہ جگر پھٹتا ہے اس دم — بھائی کے الم میں نہ جئیں گے شہِ اکرم
اندھیر جہاں ہے جو علمدار نہیں ہے
کوئی میرے بھائی کا مددگار نہیں ہے

سمجھا کے اُسے رن کو چلے جب شہِ ابرار (۵) دوڑی عقبِ شاہ سکینہؑ جگر افگار
چلائی کہ بابا مجھے یاں چھوڑو نہ زنہار — دکھلا دو مجھے لاشۂ عباسؑ علمدار
پانی نہ ملا مر گئے وہ خوں میں نہا کر
میں رووں گی اب لاشۂ عباسؑ پہ جا کر

دیکھا جو اُسے شاہ نے با دیدۂ گریاں (۶) کہنے لگے بیٹی سے بصد نالہ و افغاں
مارے نہ کوئی تیر تمہیں دشمنِ ایماں — چلنا ترا لاشہ پہ مناسب نہیں اس آں
وہ کہتی تھی میں جی سے گذر جاؤں گی بابا
واں لے کے نہ چلئے گا تو مر جاؤں گی بابا

آخر اُسے دریا کی طرف لے کے چلے شاہ (۷) یوں کہنے لگے فوج سے بڑھ کر کئی گمراہ
کیا قصد ہے جاتے ہو کدھر اے شہِ ذیجاہ — دریا پہ وہ مارے گئے تھے جن کی تمہیں چاہ
پانی کے لئے لاکھ جوانوں سے لڑے ہیں
اور ہاتھ کٹائے ہوئے ریتی پہ پڑے ہیں

ناگاہ نظر آیا اُنہیں لاشۂ عباسؑ (۸) چلّا کے کہا ہائے ہم اب ہو گئے بے آس
پہنچیں گے نہ تم تک یہی تھا بھائی کو وسواس — اب کون بجھائے گا سکینہؑ کی بھلا پیاس
ہاتھوں کے تصدق تنِ صد پاش کے صدقے
اے جانِ برادر میں تری لاش کے صدقے

آنکھوں کو ذرا کھولو تو قربان ہو بھائی (۹) خیمے سے سکینہؑ تمہیں لینے کو ہے آئی
کیوں ریت میں یہ چاند سی صورت ہے چھپائی — سر پیٹ کے تب کہنے لگی شاہ کی جائی
ہے ہے مجھے صورت نہیں دکھلاتے ہیں عمّو
میں پیاسی رہی اس لئے شرماتے ہیں عمّو

تڑپی جو یہ کہہ کہہ کے سکینہؑ جگر افگار (۱۰) تھرّانے لگا لاشۂ عباسؑ علمدار
لاشے سے لپٹ کر یہ پکارے شہِ ابرار — صدقے تری اُلفت کے حسینؑ اے مرے غمخوار
رونے نہ دیا تھا کبھی اس تشنہ دہاں کو
تھرّاتے ہو اب سُن کے سکینہؑ کی فغاں کو

خاتونِ قیامت کی صدا اتنے میں آئی (۱۱) مارا گیا ہے ہے مرے شبیرؑ کا بھائی
فرزند سے فرمایا یہ دے دے کے دُہائی — پُرسا تمہیں دیتی ہے یہ گردوں کی ستائی
شبرؑ بھی بصد درد و بُکا پیٹ رہے تھے
لاشے کے قریں شیرِ خدا بیٹھ رہے تھے

روتے ہوئے خیمہ میں گئے پھر شہِ اکرم (۱۲) ساماں ہوا رونے کا بچھائی صفِ ماتم
عباس کی زوجہ کا عجب حال تھا اُس دم — سر پیٹ کے کہتی تھی وہ با دیدۂ پُرنم
سینہ میں جگر پھٹ گیا دم گھٹ گیا ہے ہے
میں رانڈ ہوئی راج مرا لُٹ گیا ہے ہے

یہ کہہ کے کھلے گوندھے ہوئے بال پریشاں (۱۳) اور چاک کیا بیٹے کے کُرتے کا گریباں
یوں کوٹ کے چھاتی کہا با دیدۂ گریاں   عباسِ علی مر گئے سر پیٹو مری جاں
رنج و الم غم کی گھٹا چھا گئی بیٹا
اب تم پہ یتیمی کی بلا آ گئی بیٹا

یہ سُن کے تڑپنے لگا عباس کا دلدار (۱۴) چلّایا کہ اب ہو گئے ہم بے کس و ناچار
ہم جیتے رہے قتل ہوا شاہ کا غمخوار   تا حشر نہ اب دیکھیں گے ہم باپ کا دیدار
اس عمر میں کیا ظلم و ستم ہو گئے ہے ہے
فریاد کہ بن باپ کے ہم ہو گئے ہے ہے

مرثیہ ۳۶

شہادت حضرت عباسؑ

جب شہ کے علمدار کو کفار نے گھیرا (۱) غل تھا کہ وفادار کو خونخواروں نے گھیرا
صفدر کو بہشتی کو جفاکاروں نے گھیرا   لختِ دلِ حیدرؑ کو ستمگاروں نے گھیرا
حملے تھے کہ گر کوہِ گراں ہو تو وہ ہٹ جائے
پر کیا کریں جو پیاسوں کی تقدیر اُلٹ جائے

بازوئے یمیں کٹ کے جو گرنے لگا اک بار (۲) اس ہاتھ میں لی جلد سپر ٹیک کے تلوار
دشمن کے سر اُڑ گئے حملے کئے دو چار   ہیہات وہ بازو بھی ہوا تیغ سے بیکار
بے دست علمدار ہیں بے پیر ہزاروں
اب مشک تو دانتوں میں ہے اور تیر ہزاروں

ناگاہ چھدی مشک لگا تیر جگر پر (۳) طاری ہوا غش حیدرِ صفدر کے پسر پر
پہلو پہ تبر گرز لگا کاسۂ سر پر   گرتے تھے کہ طارق کی پڑی تیغ کمر پر
بالائے زمیں خوں میں نہائے ہوئے تڑپے
مشکیزہ کو چھاتی سے لگائے ہوئے تڑپے

اکبرؑ نے کہا دوڑ کے حضرت سے بصد یاس (۴) جلد آیئے گھوڑے سے گرے حضرتِ عباسؑ
بے دست ہوا شیر سکینہؑ ہوئی بے آس   سر تن سے نہ کٹ جائے کہیں اب ہے یہ وسواس
لاشے کی طرف بانئِ بیداد بڑھے ہیں
کھینچے ہوئے خنجر کئی جلّاد بڑھے ہیں

سر پیٹ کے ہاتھوں سے یہ حضرت نے پکارا (۵) تھامو علی اکبرؑ کہ گیا زور ہمارا
اِس شیر جواں کو نہیں مارا ہمیں مارا   اب اور نہیں کوئی ضعیفی کا سہارا
کِس طرح ملوں راہ روِ خلد بریں سے
تم ہاتھ پکڑ لو تو بڑھے پاؤں زمیں سے

یہ کہہ کے چلے پیٹتے دریا پہ کھلے سر (۶) تھا وردِ زباں ہائے اخی ہائے برادر
جاتے تھے کمر باپ کی تھامے ہوئے اکبرؑ   دریا پہ عجب حال سے پہنچے شہِ صفدر
ہر گام پہ گر پڑتے تھے یہ زور گھٹا تھا
عمامہ نہ تھا سر پہ گریبان پھٹا تھا

اکبرؑ شہِ والا کو قریں لاش کے لائے (۷) دریا کی طرح اشک شہِ دیں نے بہائے
جس حال سے عباسِ دلاور نظر آئے   بھائی کوئی اس شکل سے بھائی کو نہ پائے
دم لینے میں حسرت کی نظر سرورِ دیں پر
مشکیزہ تو چھاتی پہ کٹے ہاتھ زمیں پر

گر کر شہِ والا نے کہا ہائے برادر (٨) آزردہ نہ ہو دیر میں ہم آئے برادر
حال اپنا حسینؑ اب کسے دکھلائے برادر تم کوچ کرو اور نہ مر جائے برادر
دولت اسداللہؑ کی کھونے کو جیے تھے
پیری میں جواں بھائی کو رونے کو جیے تھے

اس عالمِ غش میں جو سُنی شاہ کی زاری (٩) عباس کی آنکھوں سے بھی آنسو ہوئے جاری
بولا نہ گیا کچھ کہ زباں خشک تھی ساری لیں ہچکیاں دو چار کراہے کئی باری
مُنہ دیکھ کے بھائی کا سفر کر گئے عباسؑ
مشکیزہ تو چھاتی پہ تھا اور مر گئے عباسؑ

اکبرؑ سے کہا بھائی کو جی بھر کے نہ رووں (١٠) سر پیٹ کے فریاد و فغاں کر کے نہ رووں
اِس چاند سے رخسار پہ مُنہ دھر کے نہ رووں بیٹا کہو لاشہ پہ برادر کے نہ رووں
کچھ شکل قرارِ دلِ شبیرؑ بتا دو
کس طرح کروں صبر وہ تدبیر بتا دو

تب جوڑ کے ہاتھوں کو یہ کہنے لگے اکبرؑ (١١) بندے کو سکینہؑ کے تلف ہونے کا ہے ڈر
روتے ہوئے ناچار اُٹھے سبطِ پیمبرؐ فرمایا کہ تم کڑھیو نہ اے جانِ برادر
اِک دم کے لئے خیمہ میں ہم جاتے ہیں بھیّا
زینبؑ کو علم دے کے ابھی آتے ہیں بھیّا

روتی تھی جو ڈیوڑھی پہ کھڑی دیر سے زینبؑ (١٢) دیکھا علم آتے ہوئے آلودۂ خوں جب
چلّائی کہ لو خاتمہ لشکر کا ہوا اب عباسؑ علی مر گئے فریاد ہے یا ربّ
کوتل فرس تیز قدم آتا ہے لوگو
ماتم کو سب اُٹھو کہ علم آتا ہے لوگو

پُرخوں وہ علم صحن میں خیمے کے جو گاڑا (١٣) عباسؑ کی زوجہ نے گریباں کو پھاڑا
چلّائی کہ نقشہ مرے جینے کا بگاڑا پردیس میں والی مرا گھر تم نے اُجاڑا
یوں ترکِ وفاداری کا شیوہ کیا صاحب
بچوں کو یتیم اور ہمیں بیوہ کیا صاحب

بعد آپ کے جینا مرے حق میں ہے قیامت (١٤) ہاں چند دن اب ہے تو یہی زیست کی صورت
جب قتل کے میداں میں بنے آپکی تربت تربت پہ مجاور رہوں میں باصد غم و حسرت
موت آئے نہ جبتک وہیں کہ درد بھروں میں
جاروب کشی آپ کی تربت پہ کروں میں

مرثیہ ٣٧

شہادت حضرت عباسؑ

آئے دریا پہ علمدارِ شہنشاہِ زمن (١) نہر کے پانی میں چھاتی تلک اُترا توسن
جھک کے چلّو میں لیا آب کہ تھے تشنہ دہن چاہا کچھ منہ پہ چھڑک لوں کہ ہے گرمی کا محن
گھوڑا پیاسا تھا جُدا آپ جُدا پیاسے تھے
گھر کے سب پیاسوں سے عباس سوا پیاسے تھے

وجہ اب اُس کی سُنیں سبطِ نبیؐ کے احباب (٢) صبح ہفتم کو میسّر جو ہوا تھا کچھ آب
اور اطفال تھے سب فرطِ عطش سے بیتاب کم تھا پانی متردد تھے شہِ عرش جناب
سب کو بھر بھر کے کٹوروں میں دیا تھا پانی
پر نہ عباسؑ نے اس دن سے پیا تھا پانی

واہ رے صبرِ علمدارِ شہِ نیک خصال (٣) دھیان آیا کہ ہے پیاسا شہِ لولاک کا لال
ہاتھ سے پھینک دیا آب بصد رنج و ملال   مشک بھر لی پہ کیا اپنے عطش کا نہ خیال
ایک قطرہ بھی دمِ تشنہ دہانی نہ پیا
مُنہ اُٹھاتے رہا گھوڑے نے بھی پانی نہ پیا

گھوڑا پیاسا جو تھا غازی نے کیا اُس سے خطاب (٤) کون مانع ہوا تو نے نہ پیا کس لئے آب
اُس وفادار نے کی عرض کہ اے عرشِ جناب   میرا آقا تو نہ پانی پیئے میں ہوں سیراب
آپ پیاسے حرمِ سبطِ نبیؐ پیاسے ہیں
مع اطفال حسینؑ ابنِ علیؑ پیاسے ہیں

کہہ کے شاباش کیا مرکبِ جانباز کو پیار (٥) مشک پُر آب لئے نہر سے نکلا جرار
رُخ کیا خیمۂ اقدس کا اُڑا کر رہوار   کچھ بڑھے تھے کہ قریب آ گئے سب ظلم شعار
کثرتِ افواج کی پہلے سے بھی دو چند ہوئی
جو نکل جانے کی تھی راہ وہ سب بند ہوئی

ایک راوی نے لکھا ہے بصد درد و بکا (٦) آڑ میں نخل کی تھا ایک شقی دوسرا
اس کا تیغہ جو پڑا دستِ یمیں قطع ہوا   مثلِ پرنالے کے شانے سے لہو بہنے لگا
آہ بھی منہ سے نہ کی زخم کی ایذا سہہ کر
جھک گئے مشک پہ یا حافظ و ناصر کہہ کر

پھر لگی دوسرے شانے پہ ستم کی تلوار (٧) خاک پر کٹ کے گرا بائیں طرف دستِ یسار
حربے ہاتھوں میں لئے پھر جو بڑھے ظلم شعار   نیزہ چھاتی پہ لگا تیر ہوا مشک کے پار
ہے غضب کہہ کے جری رنج و الم سہنے لگا
مل کے پانی سے بہادر کا لہو بہنے لگا

نوبتیں فتح کی بجنے لگیں لشکر میں اُدھر (٨) یاں سے دوڑے شہِ دیں نوحہ کناں خاک بسر
ساتھ تھے اکبرؑ ذیجاہ لئے تیغ و سپر   تھا یہ صدمہ کہ نہ آنکھوں سے کچھ آتا تھا نظر
غمِ عباسؑ تھا برچھی دلِ مضطر کے لئے
راہ میں پیٹتے جاتے تھے برادر کے لئے

لپٹے عباس کے لاشے سے حسینؑ ابنِ علیؑ (٩) رو رو چلانے لگے ہائے اخی ہائے اخی
دیکھیے کن آنکھوں سے یہ حال تیرا سبطِ نبیؐ   ہائے یہ زخم یہ ریت اور یہ تیری تشنہ لبی
داغ اِس غم سے ہوا دل میں ہمارے بھائی
کھول دو آنکھیں میں قربان تمہارے بھائی

غش میں اُس زخمی نے جس دم یہ سنی شہ کی صدا (١٠) یا علیؑ یا علیؑ پہلے تو کئی بار کہا
آنکھیں پھر کھول کے دیکھا سوئے شاہِ شہدا   بولا آہستہ غلام آپ کی الفت پہ فدا
سر برہنہ ہے گریبان پھٹا ہے آقا
میں تو جیتا ہوں یہ کیا حال کیا ہے آقا

مجھ سے فدوی کیلئے آپ کو اس درجہ الم (١١) میں تو اِس رتبہ کے لائق نہیں یا شاہِ امم
رکھے قائم تمہیں دنیا میں خدائے اکرم   ایسے ناچیزوں کے مرنے کا نہ کچھ کیجئے غم
آپ کے صدقے سے فردوس کی اب دید ہے آج
اپنی قربانی کی واللہ مجھے عید ہے آج

یہ بیاں کرتے تھے جو مُردنی رُخ پہ چھائی (١٢) جسم تھرّانے لگا موت کی ہچکی آئی
دیکھ کر شاہ کا مُنہ خشک زباں دکھلائی   بولے شبیرؑ میں اس پیاس کے صدقے بھائی
ساتھ بچپن سے ہے بھائی ہمیں تم چھوڑتے ہو
ہائے تم تشنہ دہن خاک پہ دم توڑتے ہو

(۱۳) کہہ رہے تھے ابھی حضرت یہ سخن با صد یاس — اتنے میں مر گئے آنکھوں کو پھرا کر عباسؑ
خوں جو زخموں سے بہا سُرخ ہوا تن کا لباس — سُوکھے ہونٹوں پہ زباں آ گئی اللہ رے پیاس

ہے بجا اس کی غریبی پہ جو ہم روتے ہیں
ایسے مظلوم بھی آفاق میں کم ہوتے ہیں

(۱۴) لائے بھائی کا نہ لاشہ جو امامِ مظلوم — راویٔ غم نے سبب چار رکھے ہیں مرقوم
ایک یہ وجہ کہ اُس دم ہوا اعدا کا ہجوم — لاش اُٹھاتے تھے شہِ دیں کہ بڑھا لشکرِ شوم

نیزہ و تیر چلے جنگ و جدل ہونے لگی
یاں بھی تلوار کھنچی رد و بدل ہونے لگی

(۱۵) دوسرا تھا یہ منظورِ خدائے اکرم — اِن کا دنیا میں بڑھے مرتبہ جاہ و حشم
واں بنے اِن کی لحد یہ ہوئے جس جا بیدم — بہرہ ور فیض سے ان کے بھی ہو سارا عالم

ہیں یہ مانندِ علیؑ خلق میں رحمت کے لئے
آئیں زوّار جُدا ان کی زیارت کے لئے

(۱۶) تیسرے لاش نہ لانے کا یہ لکھا ہے سبب — پاش پاش آپ کا تھا جسم گرے خاک پہ جب
فرق پر گرز پڑے تھے جو کئی ہائے غضب — مغز سر بہہ گیا تھا کاسۂ سر چُور تھا سب

گھر میں ٹکڑے جسدِ پاک کے لاتے کیوں کر
• لاش اُٹھانے کے نہ قابل تھی اُٹھاتے کیونکر

(۱۷) وجہ چوتھی یہ نہ لانے کی ہے اے اہلِ عزا — کی تھی غازی نے وصیّت یہ بصد درد و بکا
میں تو یا شاہ سکینہؑ کا بنا تھا سقّا — پیاسی وہ رہ گئی نادم ہے بھتیجی سے چچا

صدمہ رنج والم روح کو سہنے دیجے
تنِ صد پاش ہمارا یہیں رہنے دیجے

مرثیہ ۳۸

شہادت حضرت عباسؑ

(۱) جان و جگرِ سیّدِ ابرار ہیں عباسؑ — نورِ نظرِ حیدرؑ کرار ہیں عباسؑ
دریائے وفا کا دُرِ شہوار ہیں عباسؑ — شبیرؑ کے لشکر کے علمدار ہیں عباسؑ

یوں صدقے ہیں عباسؑ شہنشاہِ زمن پر
جس طرح سے بلبل ہوا فدا سروِ چمن پر

(۲) یوں بھائی کو بھائی سے محبت نہیں دیکھی — یہ پیار یہ اخلاص یہ الفت نہیں دیکھی
یہ خُلق یہ خدمت یہ مُروّت نہیں دیکھی — اس طرح کی دُنیا میں اطاعت نہیں دیکھی

قربان ہیں یوں قامتِ سلطانِ زمن پر
جس طرح کہ قمری ہو فدا سروِ چمن پر

(۳) جاتے ہیں اگر گھر سے کہیں شاہِ خوش اقبال — ہمراہ ہے یہ سرورِ رواں سایہ کی تمثال
تابندہ جہاں ہوتا ہے وہ فاطمہ کا لال — خادم کی طرح سر پہ ہلاتے ہیں یہ رومال

جو پوچھتا ہے کون ہو تم سبطِ نبیؐ کے
کہتے ہیں کہ خادم ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ کے

(۴) فرماتے ہیں شبیرؑ یہ بھائی ہیں ہمارے — یہ کہتے ہیں حضرت کے یہ الطاف ہیں سارے
بھائی ہیں حسنؑ ان کے یہ زہراؑ کے ستارے — اور ہم تو فقط خادمِ ادنیٰ ہیں تمہارے

مولا جگرِ احمدِؐ مرسل کے جگر ہیں
ہم خادمۂ فاطمۂ زہراؑ کے پسر ہیں

عباسؑ کی تقریر سے رُوتے تھے مولا (۵) اور کہتے تھے لپٹا کے گلے سے شہ والا
تم قوتِ بازو ہو جگر ہو مرے بھیا — وہ کہتے ہیں یہ عینِ عنایت ہے سراپا
دربان درِ پُرنور کے جبرئیلؑ امیں ہیں
ہم آپ کے خادم کے برابر بھی نہیں ہیں

بتلایئے ماں فاطمہؑ سی میری کہاں ہے (۶) آفاق میں ماں آپ کی خاتونِ جناں ہے
قدر آپکی اللہ و پیمبرؐ پہ عیاں ہے — کہئے مرا نانا بھی رسولِ دوجہاں ہے
ہیں آپ گُلِ گلشنِ آئینِ محمدؐ
سرسبز ہے جس سے چمنِ دینِ محمدؐ

کیوں یاروُسنی تم نے وفاداریٔ عباسؑ (۷) اب وقت ہے نوحہ کا کرو نوحہ بصد یاس
جس بھائی کو تھا بھائی کا ایسا ادب و پاس — تقدیر اُسی بھائی سے اب کرتی ہے بے آس
عباس تو سر قدموں پہ نہوڑائے ہوئے ہیں
حضرت کا عجب حال ہے گھبرائے ہوتے ہیں

فرماتے ہیں کیا قصد ہے بھائی مجھے بتلاؤ (۸) اے قوتِ بازو مرے سرپاؤں سے سرکاؤ
کس شئے کے طلبگار ہو کچھ مُنہ سے تو فرماؤ — گھبراتا ہے یاں دل تو مدینہ کو چلے جاؤ
وہ کہتے ہیں کیا عرض کروں اب جو تعب ہے
سب مر گئے میں جیتا ہوں کیا قہر و غضب ہے

للہ عطا ان کی رضا کیجئے مولا (۹) خادم کو بھی اُمّت پہ فدا کیجئے مولا
مشکل مری حل بہرِ خدا کیجئے مولا — نادم نہ شہیدوں سے سوا کیجئے مولا
سب قافلہ جنت کو چلا جاتا ہے بھائی
اور پیچھے علمدار رہا جاتا ہے بھائی

یہ سُنتے ہی غش کھا کے گرے سیّدِ والا (۱۰) اور آہ کی ایسی کہ ہلا عرشِ معلےٰ
چلائے کمر تھام کے کیوں اے مرے شیدا — شبیرؑ کی تنہائی ہوئی تم کو گوارا
رُلا چکے سب تم تو نہ رُلاؤ برادر
بھائی کی ضعیفی پہ ترس کھاؤ برادر

میں جانے نہ دونگا تجھے اے حیدرِ ثانی (۱۱) مجھ سے نہ اُٹھے گا یہ ترا داغِ جوانی
چوبیس پہر سے ہے مجھے تشنہ دہانی — لیکن نہ کہا تم سے کہ لا دو مجھے پانی
اب دل پہ ذرا زور ہمارا نہیں عباسؑ
فرقت تری واللہ گوارا نہیں عباسؑ

سب کچھ کہو یہ بات نہ ہم سے کہو بھائی (۱۲) بھائی سے اُٹھے گا نہیں یہ داغِ جدائی
انتیس ۲۹ برس کی مری محنت ہے بھلائی — اِک آن میں شبیرؑ سے بول آنکھ پھرائی
کیا سِن تھا بھلا عہد میں احمدؐ کے وصی کے
نو سال تلک تم پلے سایہ میں علیؑ کے

یہ ذکر تھا جو شور اُٹھا خیمے سے اک بار (۱۳) جلد آؤ علمدار علمدار علمدار
لو پیاس سے مرتی ہے سکینہؑ جگر افگار — یہ سُن کے گئے خیمہ میں عباسِ خوش اطوار
دیکھا کہ ہر اک بی بی تو خاموش کھڑی ہے
اور دخترِ سلطانِ اُمم غش میں پڑی ہے

عباسؑ سے اُس دم نہ ہوا ضبطِ بُکا کا (۱۴) یہ روئے کہ تر ہو گئے رخسارۂ زیبا
ناگاہ سکینہؑ پہ گرا اشک کا قطرا — تب آنکھ ذرا کھول کے عباسؑ کو دیکھا
چپکے سے کہا آپ کو کس بات کا غم ہے
عباسؑ چچا پانی۔ لبوں پر مرا دم ہے

اس وقت جگر پیاس سے جلتا ہے چچا جاں (۱۵) ہاتھوں سے کلیجہ کوئی ملتا ہے چچا جاں
دِل ننھا سا سینہ میں اُچھلتا ہے چچا جاں — اب دم کوئی ساعت میں نکلتا ہے چچا جاں
جینے کی نہ اب آس رکھو میں نہ جیوں گی
بچ جاؤں گی اِک بوند اگر پانی پیوں گی

للہ چچا جاں ہمیں پانی تو پلا دو (۱۶) مرتی ہوں اِس آفت سے مری جان بچا دو
پانی ہمیں اک بوند پلا دو تو جِلا دو — عباسؑ پکارے ہمیں تم مشک تو لا دو
دو مشک تو اِک اُن میں پلواتے ہیں پانی
کوثر سے ترے واسطے ہم لاتے ہیں پانی

یہ سُن کے پئے مشک جو اُٹھنے لگی مضطر (۱۷) تھرّائے قدم اور گری خاک کے اوپر
گودی میں لیا حضرتِ عباس نے بڑھ کر — اِک مشک غرض جا کے اُٹھا لائی وہ مضطر
بولی کہ یہ زہرؑا پہ ہیں احسان تمہارے
جلد آیو دریا سے ہیں قربان تمہارے

مرثیہ ۳۹

شہادت حضرت عباسؑ

جب رن میں سکینہؑ سے چھٹے سیدِ ذیجاہ (۱) اِک طفل درِ خیمے سے پیدا ہوا ناگاہ
عباسؑ کو چلّایا بڑا قہر ہوا آہ — اے بابا چلو جلد نہ عرصہ کرو زیادہ
پانی کے لئے آپ نے کوشش نہ ذرا کی
کھیلوں گا میں کس سے کہ سکینہؑ نے قضا کی

بھیجا ہے مجھے ماں نے کہ بابا کو بُلا لا (۲) شہزادی کے بچنے کا نہیں اُن کو بھروسا
نے نبض ہی چلتی ہے نہ جنبش میں ہیں اعضا — پھرتی ہیں چچی چار طرف پکڑے کلیجہ
نے آنکھوں کو گردش ہے نہ گویائی ہے بابا
ننھی سی زباں مُنہ سے نکل آئی ہے بابا

یہ سُنتے ہی تھرّا گئے عباسؑ علمدار (۳) فوراً ہوئے راہی طرفِ عترتِ اطہار
بھائی کے پسِ پشت چلے سیدِ ابرار — کہتے ہیں کہ اب خیر کرے خالقِ غفّار
ہے درد کلیجہ میں عطش دل میں نئی ہے
ہوتا ہے یہ ثابت کہ کمر ٹوٹ گئی ہے

خیمہ میں جو داخل ہوئے عباسؑ کو دیکھا (۴) بالائے زمیں غش میں ہے بنتِ شہِ والا
حیران ہیں سیدانیاں باندھے ہوئے حلقا — فرمایا کہ ہے ہے یہ تغافل کیا کیسا
پہلے سے نہ تدبیر کی اِس تشنہ جگر کی
جب اُس کی یہ حالت ہوئی تب مجھ کو خبر کی

رو کر کہا بانو نے کہ اے حیدرِؑ ثانی (۵) دو بار کہا مجھ سے کہ اے والدہ پانی
میں دیکھ کے مُنہ رہ گئی اور تڑپی یہ جانی — اب تو نہ تڑپتی ہے نہ نبضوں کی روانی
چپ ہو کے نہ پھر ماں کو پکاریں میری بی بی
دادی کی زیارت کو سُدھاریں میری بی بی

یہ سُن کے جو رونے لگا شبیرؑ کا بازو (۶) چہرے پہ سکینہؑ کے بھی ٹپکے کئی آنسو
پلکوں کو وہ جھپکا کے بدلنے لگی پہلو — اور نرگسی آنکھوں کو پھرانے لگی ہر سو
چپکے سے کہا گھر میں چچا کے قدم آئے
مُنہ چوم کے عباسؑ پکارے کہ ہم آئے

۷ لے لے کے بلائیں کہا اس ماہ جبیں نے — پانی مرے منہ پر ابھی چھڑکا تھا تمہیں نے
کیا غش پہ مرے رحم کیا فوجِ شقی نے — پانی کا کوئی جام دیا لشکرِ کیں نے
اِن قطروں سے سوزش نہیں بجھنے کی جگر کی
عباسؑ چچا پیاسی ہوں چوبیس پہر کی

۸ سوکھے ہوئے لب ساغر کو لگا دو — صدقہ شہِ مرداں کا مری پیاس بجھا دو
اک مرتبہ جی بھر کے مجھے پانی پلا دو — غازی نے کہا خیر مجھے مشک تو لا دو
یہ سُن کے اُٹھی گرد پھری ان کو دُعا دی
سوکھی ہوئی مشکوں میں سے اک مشک اُٹھا دی

۹ گردوں کی طرف دیکھ کے رونے لگے سرور — بانو نے کہا زوجۂ عباسؑ سے پھر کر
روئے گی سکینہ تو مناؤں گی میں دم بھر — تم داغ رنڈاپے کا نہ لو اپنے جگر پر
پیاسوں کے نہ اب دن کسی عنوان پھریں گے
جیتے نہ سکینہؑ کے چچا جان پھریں گے

۱۰ سمجھانے سے بانوؑ کے جو وہ سامنے آئی — عباسؑ نے غصّہ کی اُسے آنکھ دکھائی
فرمایا کہ تشریف یہاں رکھتے ہیں بھائی — جو کہنا سمجھ بوجھ کے ادغم کے ستائی
بھائی نے نوازش مرے احوال پہ کی ہے
مرنے کی خبر اب یہ تجھے بانوؑ نے دی ہے

۱۱ جس کا کوئی دُنیا میں نہیں اسکا خدا ہے — میرا تو پسر بھی تری پیری کا عصا ہے
دامن نہ پکڑ تو اگر انصاف وحیا ہے — کبریٰ کا رنڈاپا تجھے کیا بھول گیا ہے
گو ہم نے بھی اس عمر میں کیا کیا نہیں دیکھا
یہ بیاہ یہ بچپن یہ رنڈاپا نہیں دیکھا

۱۲ اس نے کہا جو آپ نے سمجھایا بجا ہے — ہاں بھائی کا دل آپکی فرقت سے حزیں ہے
پر مجھ کو بھی کچھ عقل ہے آخر کہ نہیں ہے — لونڈی مع فرزند فدائے شہِ دیں ہے
جانے سے تمہارے نہیں گھبرائی ہوں صاحب
مہر اپنا بحل کرنے کو میں آئی ہوں صاحب

مرثیہ ۴

شہادت حضرت علی اکبرؑ

۱ کسی کا خانۂ اُمید بے چراغ نہ ہو — جوان بیٹے کا دل کو پدر کے داغ نہ ہو
ہزار باغ لُٹیں پر خزاں یہ باغ نہ ہو — پسر کے غم سے پریشاں دل و دماغ نہ ہو
فلک بلا کا شہِ کربلا پہ ٹوٹا ہے
مسافری میں برابر کا لال چھوٹا ہے

۲ وہ لال جس کو نہ پہنچے کوئی دُرِ شہوار — وحیدِ عصر شباہت میں احمدِ مختار
ہمیشہ مثلِ علیؑ روزہ دار شب بیدار — شجاع و متقی و خوش مزاج غیرت دار
یہ سب کمال ملے زیرِ خاک اِک دن میں
تمام ہو گئے اٹھارہ سال کے سِن میں

۳ بتولؑ کہتی تھی فریاد یا علیؑ فریاد — مری بہو ہوئی برباد یا علیؑ فریاد
بجائے رحم ہے بیداد یا علیؑ فریاد — خدا کے واسطے دو داد یا علیؑ فریاد
دُہائی یوسفِ آلِ عبا کو مارا ہے
جواں کو مارا ہے ناکتخدا کو مارا ہے

لکھا ہے دا ابنا کی جو ہیں صدا آئی (۴) حسینؑ امام کے چہرے پہ مُردنی چھائی
وہ آہ کی کہ ضریحِ رسول تھرّائی — روانہ ہو گئی اشکوں کے ساتھ بینائی
سوارِ دوشِ پیمبر کی آس ٹوٹ گئی
عنانِ صبر تو تھامی لگام چھوٹ گئی

ہلے خیام گرے قبے تھرتھرائے جگر (۵) اُٹھا یہ شور کہ مارے گئے علی اکبرؑ
اُٹھا کے پردہ حرم دیکھنے لگے باہر — تڑپ کے خاک پہ چلاتی زینبِؑ مضطر
زمین ہلتی ہے کیا رن میں آسماں گرے
پکاری فضہؓ کہ حضرت کے بھائی جان گرے

پکارتے ہیں پسر کو پسر نہیں آتا (۶) جگر میں درد ہے لختِ جگر نہیں آتا
کوئی رفیقِ شہِ بحر و بر نہیں آتا — تمہارے بھائی کو رستہ نظر نہیں آتا
پسر کے غم میں خوزادہ مرا ہلاک ہوا
بسا بسایا گھر اُنسٹھ برس کا خاک ہوا

یہاں تو فضہؓ یہ کرتی تھی درد کی تقریر (۷) عصائے آہ اُٹھا کر اُدھر چلے شبیرؑ
اندھیرا سامنے آنکھوں کے اور دل تغیر — ہر ایک بار یہ نعرہ کیا جنابِ امیرؑ
کبھی اُٹھے کبھی سلطانِ مشرقین گرے
لکھا ہے یہ کہ بہتّر جگہ حسینؑ گرے

قدم قدم پہ ٹھہرتے تھے شاہِ تشنہ گلو (۸) ہوا میں سونگھتے تھے اپنے لال کی خوشبو
زمیں پہ بیٹھ کے گاہے بہاتے تھے آنسو — تلاش کرتے تھے ہاتھوں سے لاش کو ہر سو
جو کوئی پوچھتا تھا کیا حضور ڈھونڈتے ہیں
تو رو کے کہتے تھے آنکھوں کا نور ڈھونڈتے ہیں

قریبِ فوج جو سلطانِ بحر و بر آئے (۹) پکارے ہنس کے عدو خیر ہے کدھر آئے
یہ کون مر گیا جو آپ ننگے سر آئے — پیادہ دھوپ میں تھامے ہوئے جگر آئے
یہ کون چاند ہوا آج دور آنکھوں سے
کہ چین دل سے گیا اور نور آنکھوں سے

کہا حسینؑ نے رو کر تمہیں نہیں معلوم (۱۰) ہمارے گھر میں ہے محشر تمہیں نہیں معلوم
مٹی شبیہِ پیمبرؐ تمہیں نہیں معلوم — چھٹا حسینؑ سے اکبرؑ تمہیں نہیں معلوم
رُلانے کو یہ امامِ اُمم سے پوچھتے ہو
چھری پھرا کے کلیجہ پہ ہم سے پوچھتے ہو

اے آنکھیں والو مرا نورِ عین کس جا ہے (۱۱) جو ان کو بولو مرے دل کا چین کس جا ہے
جوانِ فاتحِ بدر و حنین کس جا ہے — ضعیف و عینکِ چشمِ حسینؑ کس جا ہے
کہو رسولؐ کی تصویر کو کہاں کھویا
عصائے پیری شبیرؑ کو کہاں کھویا

پکارا شمرِ لعین کہ کوئی نہیں بتانے کا (۱۲) بڑا ثواب ہے سادات کے رُلانے کا
نہ زندہ چھوڑیں گے بچہ بھی اس گھرانے کا — ارادہ ہے علی اصغرؑ کے خوں بہانے کا
جو تیر پار ہو ننھے گلے سے عید کریں
تمہاری گود میں ششماہے کو شہید کریں

گر آپ دیکھیں گے لاشِ پسر تو کیا ہو گا (۱۳) لحد میں تڑپیں گے خیر البشرؐ تو کیا ہو گا
جنابِ فاطمہؑ پیٹیں گی سر تو کیا ہو گا — نکل پڑے گا جو منہ سے جگر تو کیا ہو گا
پھرا ہے حاکمِ وقت آپ کے گھرانے سے
تمہارے واسطے رحم اُٹھ گیا زمانے سے

(۱۴) دشمن کے اور طرف شاہِ حق شناس چلے — کبھی حواس ہیں اور گاہ بے حواس چلے
نہ تھا یہ ہوش کدھر آئے کس کے پاس چلے — پکارتے ہوئے ہر سو بہ درد و یاس چلے
مرے جوان مرے عاشق مرے جگر بولو
کہاں سدھارے کدھر چھپ رہے پسر بولو

(۱۵) ضعیف باپ کی پیری پہ رحم فرماؤ — قدم قدم پہ نہ جنگل کی خاک چھنواؤ
جو مجھ پہ ہنستے ہیں تم ان کو آنکھ دکھاؤ — علی کا نام لو اور دوڑ کر چلے آؤ
بلا لو دادا کو نزدیک ہے نجف بیٹا
اکیلے پاؤں رگڑتے ہو کس طرف بیٹا

(۱۶) یہ کہتے تھے کہ پکارا کوئی ترس کھا کر — کہ ایک شیر وہ گھائل پڑا ہے زیرِ شجر
کہاں کہاں کہا اور دوڑے سبطِ پیغمبرؐ — دعائیں دے کے اسے پوچھنے لگے سرور
بھلا نشاں تو دے کیا ثبوت ہوتا ہے
وہ شیر او ہے یا شیرِ حق کا پوتا ہے

(۱۷) وہ رو کے بولا سنو لمبے لمبے گیسو ہیں — ستارے خال قمر رخ ہلال ابرو ہیں
علیؑ کے زور کا سانچہ وہ گول بازو ہیں — پسینہ عطر ہے کپڑے تمام خوشبو ہیں
بڑا پتہ تو یہ ہے وہ نبیؐ کا ثانی ہے
وداعِ عمر ہے اور موسمِ جوانی ہے

مرثیہ ۱۴

شہادت حضرت علی اکبرؑ

(۱) کس یوسفِ ثانی کو قضا لائی ہے رن میں — سر پیٹتی جنت سے بتولؑ آئی ہے رن میں
اک چاند پہ اعدا کی گھٹا چھائی ہے رن میں — بن بیاہے پہ یہ عالمِ تنہائی ہے رن میں
آپہنچی قضا اب نہ یہاں آئیں گے اکبرؑ
کیا جانئے کس نیزہ کا پھل کھائیں گے اکبرؑ

(۲) راضی ہو جو اکبرؑ تو وہ برچھی میں نکالوں — جاں اپنی تصدق کروں پیارے کو بچالوں
غیرت سے ہے یہ دور اگر رن سے بلالوں — اکبرؑ یہ بلا آئی ہے کس طرح سے ٹالوں
آگے بھی کسی اور نے یہ داغ سہا ہے
ہوتا ہے پسر قتل پدر دیکھ رہا ہے

(۳) بانوؑ نے صدا دی کہ میں اکبرؑ کو بلاؤں — سر تا بہ قدم اوڑھ کے چادر نکل آؤں
اور اصغرؑ بے شیر کو ہاتھوں پہ اٹھالوں — دم توڑتا بھائی کا میں بھائی کو دکھاؤں
گر حال پہ میرے نہ ترس کھائیں گے اکبرؑ
اصغرؑ کی تو الفت سے چلے آئیں گے اکبرؑ

(۴) اکبرؑ کو بھی قسمت نے یہ آواز سنائی — بے ساختہ گردن طرفِ خیمہ پھرائی
چاہا تھا کہیں کیا میری اماں نکل آئی — جو سینہ پہ برچھی کسی ظالم نے لگائی
گردن کو فقط باپ نے پھرتے ہوئے دیکھا
پھر گھوڑے سے فرزند کو گرتے ہوئے دیکھا

خوش ہو کے ستمگاروں نے یہ شور مچایا (۵) لو مرّہ نے تصویر پیمبرؐ کو مٹایا
بے رحم نے سینہ پہ غضب نیزہ لگایا   بانوؑ کے کلیجے کا کلیجہ نکل آیا
شبیرؑ کو اب نقشہ پیمبرؐ کا دکھا دو
برچھی کی اَنی میں جگر اکبرؑ کا دکھا دو

شہ وا ولدا کہہ کے چلے جانبِ صحرا (۶) یاں خیمے سے خاتونِ جلیل اک ہوئی پیدا
ماتم کے طمانچوں سے رُخِ پاک تھا نیلا   نکلی تھی جو گھبرا کے نہ تھا پاؤں میں موزا
اِس غم میں نہ چادر تھی سرِ پاک کے اُوپر
دو کونے لٹکتے تھے مگر خاک کے اُوپر

سیدانیاں چلّاتی تھیں چادر کو سنبھالو (۷) زہرؑا کی ردا خاک میں بھرتی ہے اُٹھا لو
وہ کہتی تھی اکبرؑ مجھے پاس اپنے بُلا لو   شبیرؑ کا صدقہ مجھے چھاتی سے لگا لو
خوں میں تری تصویر غضب بھر گئی پیارے
یہ پالنے والی نہ تیری مر گئی پیارے

ہے ہے مرے محبوب مرے گیسوؤں والے (۸) ایراں کے ستارے عربستاں کے اُجالے
ہے ہے مرے جانی مرے آغوش کے پالے   یہ پھول سا دل اور وہ نوکِ سے بھالے
پیارے کی بلا زینبؑ مُضطر پہ نہ آئی
ہے ہے تری آئی ہوئی سب گھر پہ نہ آئی

لوگو مجھے بچھڑے ہوئے یوسف سے ملا دو (۹) لوگو مرے ماتھے پہ لہو اس کا لگا دو
رستہ نجفِ اشرفِ حیدرؑ کا بتا دو   بابا سے کہو ظالموں کو چل کے سزا دو
گھر لوٹ لیا گیسوؤں والے کو بھی مارا
بیٹوں کو بھی مارا مرے پالے کو بھی مارا

پہنچے درِ خیمہ پہ جو شہ سر کو جھکائے (۱۰) غُل پڑ گیا ہم شکلِ نبیؐ دولہا بن آئے
بیٹھی ہے کہاں دولہ کی ماں پردہ اُٹھائے   اور رانڈ بہن ڈال کے آنچل اُسے لائے
آتے ہی یہ نوشاہ چلے جاتے ہیں لوگو
پڑھتے ہوئے یٰسین حسینؑ آتے ہیں لوگو

ارمان بھری ماں نے جو پردے کو اُٹھایا (۱۱) میدانِ شہادت کا بنا خیمہ میں آیا
رانڈ سالہ کے آنچل کا بہن کیا سایا   چلّانے لگی بانوؑ کہ ہے ہے مرا جایا
زینبؑ نے کہا لُوٹے سب ارماں ہوتے بی بی
جیتے ہیں مرے لال کہ بے جاں ہوتے بی بی

مرثیہ ۴۲

شہادت حضرت علی اکبرؑ

چھٹا جو شاہ سے پیری میں نوجواں فرزند (۱) حسینؑ خوش قد و خوش رو و خوش بیاں فرزند
سعیدؑ عابدؑ ذیجاہ و رتبہ داں فرزند   پدر کے تن کی تواں سارے گھر کی جاں فرزند
بہار جس کی نہ دیکھی خزاں وہ باغ ہوا
قیامت آگئی گھر شہ کا بے چراغ ہوا

بدن سے جان چلی جسم تھرتھرانے لگا (۲) پسینہ آگیا جی شہ کا سنسنانے لگا
پسر جہاں سے چلا تن سے زور جانے لگا   چلے جو رن کو تو ہر گام پر غش آنے لگا
کبھی اُٹھے تو کبھی کر کے آہ بیٹھ گئے
جگر میں درد یہ اُٹھا کہ شاہ بیٹھ گئے

تھا جو درد پکارے کہ ہائے ہائے پسر (۳) ہزار حیف جئیں ہم جہاں سے جائے پسر
یہ یا کہ ہم تلک آتی نہیں صدائے پسر — پدر کی زیست کہاں جب نظر نہ آئے پسر

پسر کے داغ نے خنجر گلے پہ پھیرا ہے
چراغ جس میں نہ ہووے وہ گھر اندھیرا ہے

خبر نہیں کہ تڑپتے ہو تم کہاں بیٹا (۴) ہماری آنکھوں میں اندھیر ہے جہاں بیٹا
جُدا نہ ہو کبھی ماں باپ سے جواں بیٹا — پدر پہ ٹوٹ پڑا غم کا آسماں بیٹا

یہ داغ عالمِ پیری میں دے گئے ہم کو
گلہ یہ ہے کہ نہ ہمراہ لے گئے ہم کو

پتہ تو ہم کو بتا دو کدھر گئے بیٹا (۵) ہزار حیف جواں ہو کے مر گئے بیٹا
پدر سے رُوٹھ کے دادی کے گھر گئے بیٹا — جہاں میں باپ کو بے آس کر گئے بیٹا

بسایا دشت کو خالق نے جب جوان کیا
ہمارے گھر کی تباہی کا کچھ نہ دھیان کیا

اب اُن کو نہیں سُوکھی زبان دکھلاتے (۶) ہماری پیاس پہ تم اشک بھر نہیں لاتے
اکیلے پھرتے ہیں جنگل میں ٹھوکریں کھاتے — گلے سے باپ کے آ کر لپٹ نہیں جاتے

خفا ہو کچھ جو بلاتے نہیں ہو بابا کو
صدا بھی اپنی سُناتے نہیں ہو بابا کو

یہ بین کرتے ہوئے رن میں پہنچے جب شہِ دیں (۷) تلاش کی پہ نہ بیٹے کی لاش پائی کہیں
ستمگروں کو پکارے کہ تاب مجھ کو نہیں — بتاؤ جلد کہاں ہے ہمارا ماہ جبیں

پدر کی گود کے پالے کو کیا کیا تم نے
ہمارے گیسوؤں والے کو کیا کیا تم نے

علیؑ کے لال کا پیارا کدھر سدھارا ہے (۸) ہماری آنکھوں کا تارا کدھر سدھارا ہے
بتاؤ لال ہمارا کدھر سدھارا ہے — وہ بھوک پیاس کا مارا کدھر سدھارا ہے

جری کو گھیر کے مقتل میں کس نے مارا ہے
ہمارے شیر کو جنگل میں کس نے مارا ہے

یہ سُن کے شاہ سے بولے وہ ظلم کے بانی (۹) کسے بتائیں کہاں ہے وہ یوسفِ ثانی
دمِ اخیر بھی اُس کو نہیں دیا پانی — ملے گی لاش نہ اب اے رسول کے جانی

چھدا ہے جس کا جگر وہ پسر تمہارا ہے
ابھی تو نیزے سے اُس نوجواں کو مارا ہے

یہ سُن کے روتے نہایت امامِ ہر دوسرا (۱۰) کہ یک بیک علی اکبرؑ نے دی یہ شہ کو صدا
جگر پہ کھائی ہے برچھی گلے پہ تیرِ جفا — جہاں سے جاتے ہیں ہم جلد آیئے بابا

اجل قریب ہے رخصت غلام ہوتا ہے
مدد کرو علی اکبرؑ تمام ہوتا ہے

صدا یہ سُنتے ہی دوڑے جگر کو تھام کے شاہ (۱۱) ہر ایک گام پہ کرتے تھے نالۂ و جانکاہ
سرہانے پہنچے جو فرزند کے بحالِ تباہ — زمیں پہ پاؤں رگڑتے تھے اکبرِؑ ذی جاہ

زباں سقی ہونٹوں پہ ہنگامِ دم شماری تھا
گلے سے اور کلیجے سے خون جاری تھا

یہ حال دیکھ کے مطلق رہی نہ دل کو تاب (۱۲) بسانِ برق جو تڑپے تو رو دیئے مثلِ سحاب
جگر جو آتشِ فرقت سے ہو گیا تھا کباب — یہ کہہ کے لاش سے لپٹے امامِ عرش جناب

ہمارے حال سے اللہ خوب ماہر ہے
جواب دو علی اکبرؑ یہ باپ حاضر ہے

(۱۳) کھلی نہ آنکھ یہ بولا وہ یوسفِ ثانی — فنیم چشمۂ کوثر کے دلربا پانی
کہا حسینؑ نے پانی کہاں مرے جانی — سحر سے گھاٹ کو روکے ہیں ظلم کے بانی
اگرچہ پیاس سے حالت عجیب ہے بیٹا
نہ تڑپو چشمۂ کوثر قریب ہے بیٹا

(۱۴) بجدّو کدعلی اکبر نے چشم کو کھولا — نگاہِ یاس سے حضرت کو دیر تک دیکھا
دمِ اخیر پدر سے کہا تو بس یہ کہا — خدا کی حفظ وحمایت میں آپ کو سونپا
سخن یہ کہہ کے جہاں سے گذر گئے اکبرؑ
حسینؑ رو کے پکارے کہ مر گئے اکبرؑ

(۱۵) پدر نے خاک سے رو کر اُٹھائی لاشِ پسر — اِک آہ کر کے گلے سے لگائی لاشِ پسر
حرم کے خیمہ میں لا کر لٹائی لاشِ پسر — نظر جو بانوئے بے کس کو آئی لاشِ پسر
پکاری اس مہ انور کو کیا ہوا صاحب
بتایئے مرے اکبر کو کیا ہوا صاحب

(۱۶) کہا امام نے سر پیٹ کر بحالِ تباہ — نہ گذرا خیر سے اٹھارواں برس واللہ
سدھارا برچھی کا پھل کھا کے اکبرِ ذیجاہ — تڑپ کے لاش پہ بیٹے کی ہم نہ مر گئے آہ
دمِ اخیر وصیت بھی کچھ نہ کی بانوؑ
ہماری گود میں اکبرؑ نے جان دی بانوؑ

(۱۷) یہ سُن کے بانوئے بیکس پچھاڑیں کھانے لگی — سکینہؑ لاش پہ بھائی کی بلبلانے لگی
سر اپنا کھول کے زینبؑ بھی خاک اُڑانے لگی — صدائے شیون وماتم فلک پہ جانے لگی
پڑے تھے خاک پہ کھائے سناں علی اکبرؑ
حرم میں شور تھا ہے ہے جواں علی اکبرؑ

مرثیہ ۴۲

شہادت حضرت علی اکبرؑ

(۱) گھوڑے جب حسینؑ کا یوسف لقا گرا — کروٹ کے بل نبیرۂ مشکل کشا گرا
غُل تھا حسینؑ کا پسرِ باوفا گرا — جلتی زمیں پہ اکبرِؑ گلگوں قبا گرا
ہر عضو ریگِ گرم پہ تھرا کے رہ گیا
اک پھول تھا کہ خاک پہ مرجھا کے رہ گیا

(۲) دوڑے اِدھر سے شاہ عمامہ اُتار کے — ہے ہے کبھی کہا کبھی روئے پکار کے
دُنیا سیاہ ہجر میں اُس گلعذار کے — چلاتے تھے یہ ہاتھ کو سینے میں مار کے
بابا بغیر حلق سے بیٹا نہ جائیو
منزل عدم کی سخت ہے تنہا نہ جائیو

(۳) پہنچے حسینؑ جب تو دیکھا پسر کا حال — ہونٹوں پہ جان خون تر گیسوؤں کے بال
چھاتی میں گھاؤ پشت کے باہر سناں کی بھال — زخمِ جگر پہ ہاتھ بدن ضعف سے نڈھال
تن کانپتا ہے جب نفسِ سرد بھرتے ہیں
مُنہ کھولتے ہیں گاہ کبھی بند کرتے ہیں

(۴) کوتل کھڑا ہے پہلوئے مجروح میں عقاب — پامال کر رہی ہے اجل گلشنِ شباب
زخمی کے سوکھے حلق کو ہے آرزوئے آب — ٹکڑے جگر سناں سے ہے دل پیاس سے کباب
تر ہے لہو بھرا ہوا ماتھا پسینے سے
ہچکی کے ساتھ خون اُبلتا ہے سینے سے

۵
چلّائے شاہ ہائے مرے نونہال ہائے — دیکھوں کس آنکھ سے میں تمہارا یہ حال ہائے
جلتی زمیں پہ لوٹتے ہو میرے لال ہائے — کرتے ہوتے خلق سے مری جاں انتقال ہائے
وقتِ اخیر بیکس و تنہا سے مل تو لو
گردن میں ہاتھ ڈال کے بابا سے مل تو لو

۶
چونکا یہ سُن کے غش سے وہ مجروحِ تشنہ کام — کی عرض مہماں کوئی دم کا ہے اب غلام
اُٹھنے کا ذکر کیا کہ نہیں طاقتِ کلام — لے چلئے ہم کو خیمہ میں اب یا شہِ انام
حضرت کو دیکھا ان کا بھی دیدار دیکھ لیں
اماں کو اور پھوپھی کو پھر اک بار دیکھ لیں

۷
شہ نے اُٹھائی لاشِ علی اکبرِؑ حسیں — گھوڑا زمیں پہ بیٹھ گیا با دلِ حزیں
رکھ کر فرس پہ لاشۂ فرزندِ مہ جبیں — آہستہ تھاما جسم کو صدمہ نہ ہو کہیں
دستِ یسار گردنِ انور میں ڈالے تھے
دستِ یمیں سے سینۂ زخمی سنبھالے تھے

۸
پیدل چلے پسر کو سنبھالے ہوئے امام — تھم کر قدم اٹھاتا تھا رہوارِ تیز گام
پہنچے قریبِ خیمہ جو شبیرؑ تشنہ کام — فضہ پکاری اے حرمِ سیّدِ انام
دوڑو کمائی لُٹ گئی اٹھارہ سال کی
آئی ہے لاش اکبرؑ یوسف جمال کی

۹
دوڑے یہ سُن کے پیٹتے ناموسِ مصطفٰےؐ — ہے ہے کا غل ہوا کہ فلک کانپنے لگا
زینبؑ تھی آگے آگے کھلے سر برہنہ پا — پہنچیں تمام بیبیاں با نالہ و بُکا
سب ایک بار گھر سے کھلے سر نکل پڑے
حوروں کے غول خلد سے باہر نکل پڑے

۱۰
دیکھا یہ حال جب تو پکارے شہِ زمن — ہاں ہاں ابھی نہ رو دو یہ کیا کرتی ہو بہن
زندہ ابھی ہیں اکبرِؑ ناشاد و بے وطن — زینبؑ کہیں خفا نہ ہو تم سے یہ صف شکن
ہم نے تو ہر ملال میں شکرِ خدا کیا
تم سر برہنہ کیوں نکل آئیں یہ کیا کیا

۱۱
سب لاش سے لپٹ گئیں رانڈیں بصد الم — ماں جھک کے چومنے لگی لٹکے ہوئے قدم
نبضوں پہ ہاتھ رکھے تھی زینبؑ اسیرِ غم — کہتے تھے رو کے شاہ یہ مہماں ہیں کوئی دم
رہوار سے اُتار کے اب گھر میں لے چلو
سب مل کے ان کو خیمۂ اطہر میں لے چلو

۱۲
اکبر نے آنکھ کھول کے دیکھا ہر اک کا حال — مادر کو روتا دیکھ کے رویا وہ خوش خصال
باہر پھوپھی کے آنے کا صدمہ ہوا کمال — بولا گیا نہ کچھ کہ نہ تھی طاقتِ مقال
خنجر ملال کا دلِ زخمی پہ چل گیا
گھوڑے سے لاش اُتارتے ہی دم نکل گیا

۱۳
حضرت پکارے ہائے مرا لال مر گیا — وہ کیا مرے یہ مضطرب الحال مر گیا
زینبؑ تمہارا صاحبِ اجلال مر گیا — عاشق تھیں جس کی تم وہ خوش اقبال مر گیا
اُٹھے جہاں سے آس غریبوں کی توڑ کے
جنت میں پہنچے پالنے والوں کو چھوڑ کے

۱۴
یہ کہہ کے گھر میں لے چلے شہ لاشۂ پسر — مادر نے تھامے پاؤں تو بنتِ علیؑ نے سر
پکڑی تھی ٹکیے ہاتھ سکینہؑ بچشمِ تر — زیرِ کمر تھے دست شہنشاہِ بحر و بر
گرے جو گھاؤ تھے جسدِ چاک چاک پر
سب خوں ٹپکتا جاتا تھا زخموں سے خاک پر

(۱۵) مسند پہ لاکے لاشں لِٹا دی امام نے — بیٹیا سروں کو آلِ رسولِ انام نے
تھامے بہن کے ہاتھ شہ خاص و عام نے — غل تھا جہاں سے کوچ کیا تشنہ کام نے

ماتم تھا اور اس مہ انور کی لاش تھی
زینبؑ کی گود میں علی اکبرؑ کی لاش تھی

(۱۶) لے کربلائیں چہرے کی ماں نے کئے یہ بین — صدقے تری غریبی کے اے دلبرِ حسینؑ
لاشے پہ تیرے پیٹنا رونا یہ شور و شین — تم آنکھ کھولتے نہیں اے میرے نورِ عین

کیا جان پر گزر گئی واری یہ کیا ہوا
اب تک پھڑک رہا ہے کلیجہ چھدا ہوا

(۱۷) دولت مری لُٹ گئی واری ہزار حیف — جیتی رہی یہ درد کی ماری ہزار حیف
چہرے پہ زخم کیسے ہیں کاری ہزار حیف — بھیگیں مسیں لہو میں تمہاری ہزار حیف

سبزہ نمود تھا کہ جہاں سے گذر گئے
پورے جواں بھی ہونے نہ پائے کہ مر گئے

(۱۸) کس کی دلہن میں لاؤں گی اب وا مصیبتا — دولہا کیسے بناؤں گی اب وا مصیبتا
گھر میں تمہیں نہ پاؤں گی اب وا مصیبتا — میں سر پہ خاک اڑاؤں گی اب وا مصیبتا

انیسویں گرہ ہوئی نہ بیاہ ہو گیا
رشتہ تمہاری عمر کا کوتاہ ہو گیا

مرثیہ ۴۴

شہادت حضرت علی اکبرؑ

(۱) دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر — راحت کو آرام جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر — نکہت کوئی بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر

صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے
ریحاں ہے یہی روح یہی روح یہی ہے

(۲) مالک سے بھرے گھر کے اجڑ جانے کو پوچھو — گھر والوں سے یہ تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو — شبیرؑ سے اکبرؑ کے بچھڑ جانے کو پوچھو

اللہ نہ دکھلائے الم نورِ نظر کا
بہہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

(۳) جس وقت کہ اکبر کو لگا زخم جگر کا — سینہ میں رکا آکے دم اس رشکِ قمر کا
گرتے ہوئے گھوڑے سے خیال آیا پدر کا — چلائے کہ اب کوچ ہے دنیا سے پسر کا

بیکس کی مسافر کی خبر لیجئے بابا
اپنے علی اکبرؑ کی مدد کیجئے بابا

(۴) بیٹے کی صدا سن کے ہوا صدمۂ جانکاہ — اک ہوک کلیجہ میں اٹھی بیٹھ گئے شاہؑ
معلوم ہوا جان چلی آہ کے ہمراہ — دل تھام کے ہاتھوں سے کہا یا اسد اللہ

رنگ اڑ گیا تھا گیسوؤں پر گرد پڑی تھی
تیورا کے جو سنبھلے تو بصارت میں کمی تھی

چلّائے بتا دو علی اکبرؑ کدھر آئیں (۵) ڈھونڈیں تمہیں اب بحر میں یا سوئے بر آئیں
بیتاب ہے دل قلب میں لشکر کے در آئیں تم اُٹھ نہیں سکتے تو ہمیں لاش پر آئیں
ماں باپ کے جینے کا مزا لے گئے بیٹا
عہدہ جو تمہارا تھا ہمیں دے گئے بیٹا

بیٹا ہمیں پھر یا ابا کہہ کے پکارو (۶) مظلوم و غریب الغربا کہہ کے پکارو
ناشاد گرفتار بلا کہہ کے پکارو لب تشنہ و مذبوحِ قضا کہہ کے پکارو
جو وقت معیّن ہے وہ ہرگز نہ ٹلے گا
خنجر مری گردن پہ اِسی طرح چلے گا

لے آئی جو بے تابیٔ دل لاشِ پسر پر (۷) جھکتے ہی نظر پہلے پڑی زخمِ جگر پر
اِک تیر لگا قلبِ شہ جن و بشر پر سینہ پہ کبھی ہاتھ کو مارا کبھی سر پر
اوپر کے دم اِس شیر کو بھرتے ہوئے دیکھا
بابا نے جواں بیٹے کو مرتے ہوئے دیکھا

ہونٹوں پہ زباں رُخ پہ عرق خاک پہ گیسو (۸) پتھرائی ہوئی آنکھیں کٹے تیغوں سے بازو
گردن تو کج اور حلق پہ اک تیر سہ پہلو چہرے پہ لہو گالوں پہ ڈھلکے ہوئے آنسو
تھی زیرِ لب آواز کہ آقا نہیں آتے
نزدیک اجل آگئی بابا نہیں آتے

اے دردِ جگر تھم کہ شہ بحر و بر آلیں (۹) اے جان نہ گھبرا شہ جن و بشر آلیں
اے رُوح توقف شہِ والا اِدھر آلیں اے موت ٹھہر جا پدر آلیں پدر آلیں
ارمان دِل زارِ پسر ہوش میں نکلے
حسرت ہے کہ دم باپ کی آغوش میں نکلے

چلائے شہِ دیں علی اکبرؑ پدر آیا (۱۰) اُٹھو مرے پیارے مرے دلبر پدر آیا
تم ڈھونڈتے تھے اے مہ انور پدر آیا ناشاد پدر بے کس و بے پر پدر آیا
کچھ دل کی کہو بات کرو ہوش میں آؤ
صدقے پدر آؤ مری آغوش میں آؤ

مُنہ کھولے ہو کیوں تیر کو گردن سے نکالوں (۱۱) گر درد نہ ہو ہاتھوں سے بازو کو سنبھالوں
گرتا ہے پہاڑ اس کو میں کسطرح سے ٹالوں مرتے اُسے دیکھوں جسے آغوش میں پالوں
بہہ بہہ کے لہو میں جگر آتا ہے تمہارا
سینہ سے کلیجہ نظر آتا ہے تمہارا

کچھ مُنہ سے تو بولو علی اکبرؑ علی اکبرؑ (۱۲) آنکھوں کو تو کھولو علی اکبرؑ علی اکبرؑ
رخصت بھی تو ہو لو علی اکبرؑ علی اکبرؑ لو باپ کو رو لو علی اکبرؑ علی اکبرؑ
دولہا بھی اس آرام سے سوتے نہیں بیٹا
ہم روتے ہیں اور تم ہمیں روتے نہیں بیٹا

غش میں جو سنی باپ کی آواز پسر نے (۱۳) بس ہاتھوں کو پھیلا دیا اس تشنہ جگر نے
لپٹا لیا چھاتی سے شہ جن و بشر نے مُنہ کھول کے دکھلائی زباں تشنہ جگر نے
فرمایا کہ قطرہ مرے جانی نہیں ملتا
مجبور ہوں بیٹا مجھے پانی نہیں ملتا

یہ سنتے ہی بس آنکھوں سے آنسو ہوئے جاری (۱۴) منہ پھیر کے دیکھا سوئے صحرا کئی باری
کی عرض حضور آئی ہے زہراؑ کی سواری پھر درد اُٹھا سینہ میں اور غش ہوا طاری
کھولے ہوئے آنکھوں کو مسافر ہوئے اکبرؑ
ہچکی کا بس آنا تھا کہ آخر ہوئے اکبرؑ

نکھا ہے کہ نکلا علی اکبرؑ کا اِدھر دم (۱۵) نکلی درِ خیمہ سے اِدھر زینبؑ پُرغم
سر ننگے تھیں پیچھے کئی سیدانیاں باہم　　سر پیٹتی تھی کوئی کوئی کرتی تھی ماتم
ہلتا تھا فلک نالہ و فریاد و فغاں سے
اِک حشر تھا ہے ہے علی اکبرؑ کی صدا سے

چلاتی تھی جنگل کی مجھے راہ بتا دو (۱۶) سیدانی ہوں رستہ مجھے للہ بتا دو
لاشہ پہ کدھر ہیں شہ ذیجاہ بتا دو　　کس ابر میں پنہاں ہے مرا ماہ بتا دو
آنکھوں میں بصارت نہیں میں جاؤں کدھر کو
میں پہلے پہل ڈھونڈنے نکلی ہوں پسر کو

زینبؑ کی صدا سنتے ہی دوڑے شہِ والا (۱۷) دامانِ عبا فرق پہ ہمشیر کے ڈالا
فرمایا قدم گھر سے ہے کیوں تم نے نکالا　　اے بنتِ علیؑ مر گیا وہ گیسوؤں والا
ٹکڑے ہے بدن کشتۂ شمشیر ہیں اکبرؑ
دیکھو گی کیسے خاک کی تصویر ہیں اکبرؑ

مرثیہ ۴۵

شہادت حضرت علی اکبرؑ

پدر کی موت ہے مرنا جوان بیٹے کا (۱) سفر جہان سے کرنا جوان بیٹے کا
غضب ہے خون میں بھرنا جوان بیٹے کا　　ستم ہے جی سے گزرنا جوان بیٹے کا
شباب تھا کہ شہِ مشرقین سے چھوٹے
مجھو پیٹو کہ اکبر حسینؑ سے چھوٹے

خدا پدر کو نہ دکھلائے مرگِ راحتِ جاں (۲) کلیجہ زخمی ہو جب دل کو پھر قرار کہاں
اُدھر تو سینۂ اکبرؑ سے گذری نوکِ سناں　　لہو اِدھر ہوا چشمِ امامِ دیں سے رواں
تڑپ کے جانبِ گردوں نگاہ کی شہ نے
زمین ہل گئی اک ایسی آہ کی شہ نے

پکارتے ہوئے دوڑے مرے شہید پسر (۳) مرے جواں مرے مہ رُو مرے سعید پسر
مرے حسین مرے یوسف مرے رشید پسر　　قریب ہو کہیں میداں سے یا بعید پسر
پدر پہ آج نئی واردات ہے بیٹا
خبر نہیں مجھے دن ہے کہ رات ہے بیٹا

کدھر گئے مرے گل پیرہن علی اکبرؑ (۴) مرے خلیق مرے کم سخن علی اکبرؑ
جوانا مرگ غریب الوطن علی اکبرؑ　　اُجاڑ کر گئے میرا چمن علی اکبرؑ
بُلا کے گھر سے یہاں اشقیا نے لُوٹ لیا
دُہائی ہے کہ مجھے کربلا نے لُوٹ لیا

پکارتے تھے کہ اے شیر پھر پکارو مجھے (۵) نہیں بتانے کے لاشہ یہ نابکار مجھے
ترے فراق میں ہے زیست ناگوار مجھے　　صدا سنا دے میں صدقے تیرے پھر ایکبار مجھے
گلے لگا لو کہ سینہ ہمارا جلتا ہے
کلیجہ مُنہ سے کوئی دم میں اب نکلتا ہے

پُکاری ڈیوڑھی سے بانوؑ پسر ملا کہ نہیں ( ) بتاؤ مرہم زخمِ جگر ملا کہ نہیں
ستم کے ابر میں میرا قمر ملا کہ نہیں　　علیؑ کے لال وہ عالی گوہر ملا کہ نہیں
شتاب لاؤ مرے منتوں کے پالے کو
تمہیں سے لونگی میں اپنے مرادوں والے کو

یہ ذکر تھا کہ صدا آئی دور سے ناگاہ (۶) جنابِ قبلہ و کعبہ اب آیئے للہ
حضور حال سے بیٹے کے کیا نہیں آگاہ — زبان اینٹھ گئی ہے غلام کی یا شاہ
اکھڑ رہا ہے دم اب موت جان لیتی ہے
پکارنے کی بھی طاقت جواب دیتی ہے

صدا یہ سنتے ہی سلطانِ بحر و بر دوڑے (۷) یہ دردِ دل تھا کہ تھامے ہوئے جگر دوڑے
کبھی تو فوج پہ مانندِ شیرِ نر دوڑے — کبھی اُدھر گئے روتے کبھی اِدھر دوڑے
لٹی ہوئی وہ کمائی بصد تلاش ملی
زمیں پہ خون میں غلطاں پسر کی لاش ملی

عجیب حالتِ فرزندِ نوجواں دیکھی (۸) عطش سے ہونٹوں پہ نکلی ہوئی زباں دیکھی
قمر سے چہرے پہ زردی لبوں پہ جاں دیکھی — کلیجہ پھٹ گیا سینہ میں جب سناں دیکھی
پدر کے سامنے بیٹے کا دم اکھڑتا تھا
حسینؑ دیکھتے تھے اور گھر اجڑتا تھا

قریبِ لاشِ پسر بیٹھ کر یہ فرماتے (۹) زمینِ گرم سے بیٹا اُٹھو کہ ہم آئے
صدا یہ سنتے ہی اکبرؑ نے ہاتھ پھیلائے — لپٹ کے لاش سے شہ لب پہ یہ سخن لائے
گلے لگا لو محمدؐ کا میں نواسا ہوں
زباں دکھا کے کہا یا حسینؑ پیاسا ہوں

یہ کہہ کے شاہ سے کھینچی غریب نے اک آہ (۱۰) جگر میں ہونے لگا درد آہ کے ہمراہ
عجیب یاس کی نظروں سے دیکھ کر رُخِ شاہ — کہا کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
بس اور کہہ نہ سکے کچھ یہ حال غیر ہوا
سوئے بہشت گئے خاتمہ بخیر ہوا

رقم یہ کرتا ہے راوی بصد تلاش و ملال (۱۱) پسر کی لاش پہ غش تھے امام نیک خصال
کہ نکلی خیمہ سے اک سیدہؑ پریشاں حال — منہ آفتاب سا تھا اور کھلے تھے سر کے بال
پکارتی تھی مرا نورِ عین کس جا ہے
کوئی بتا دے کہ ابن حسینؑ کس جا ہے

کنیزِ فاطمہؑ ہوں خادمہ ہوں سرور کی (۱۲) دکھا دو لاش مجھے اُس شہید اکبرؑ کی
وہ آفتاب ہے دولت حسینؑ کے گھر کی — شباب میں ہے قضا آئی اُس دلاور کی
ستمگرو مرا بچہ مرادوں والا ہے
میں دائی ہوں علی اکبرؑ کو میں نے پالا ہے

صدائے نالۂ زینبؑ جو شہ نے پہچانی (۱۳) قلق سے زرد ہوا رنگِ روئے نورانی
ہلا کے لاش کا بازو پکارے اے جانی — اب آنکھیں کھول کے دیکھو تو گھر کی ویرانی
تمہاری ماں درِ خیمہ پہ دھاڑیں مارتی ہے
اُٹھو اُٹھو علی اکبرؑ پھوپھی پکارتی ہے

مرثیہ ۴۶

شہادت حضرت علی اکبرؑ

جب خیمہ میں باندھے کمر آئے علی اکبرؑ (۱) رخصت کے لئے چشمِ تر آئے علی اکبرؑ
بانوؑ کو جو آتے نظر آئے علی اکبرؑ — بولی کدھر آئے کدھر آئے علی اکبرؑ
تم صبح سے نکلے ہو مری جان کہاں تھے
اس چاند سی صورت کے میں قربان کہاں تھے

(۲)
تم نور کا تڑکا تھا جو باہر گئے واری
اور عصر کے نزدیک پھری رن سے سواری
یہ تین پہر گزرے ہیں کرتے مجھے زاری
تھا دھیان تمہارا مجھے اور یاد تمہاری
یہ تم سے گلہ ہے مجھے اس بات کا غم ہے
واری گئی بانوؑ کی محبت نہیں کم ہے

(۳)
اس وقت بھی آئے نہیں میرے لئے بیٹا
بابا نے کسی کام کو شاید نہیں بھیجا
ماں تم پہ فدا ہے تمہیں ماں کی نہیں پروا
تم کیا کرو اے لال مرا شکوہ ہے بیجا
اُلفت تو خدا داد ہے یہ رسم جہاں ہے
ماؤں کو جو اُلفت ہے وہ بیٹوں کو کہاں ہے

(۴)
ماں بیٹے بہت دیکھے ہیں بانوؑ نے بھی پیارے
سب بیٹے نہیں ہوتے ہیں مانند تمہارے
تم خوش نہیں ماں تم پہ اگر جان بھی وارے
رہتے ہو ہمیشہ سے الگ دُور کنارے
مادر کا بڑا حق ہے اُترتا نہیں سر سے
باور نہ ہو تو پوچھ لو تم اپنے پدر سے

(۵)
یہ ذکر تو حضرت سے سُنا ہوئے گا بیٹا
بابا کو تمہارے تھی بہت اُلفتِ زہرؑا
دن رات نہ ہوتے تھے جُدا اُنس بڑا تھا
رو دیتے ہیں جب نام کبھی لیتے ہیں ماں کا
تم بھی تو اُنھیں کے ہو خلف کیوں علی اکبرؑ
آتے نہیں تم ماں کی طرف کیوں علی اکبرؑ

(۶)
دن رات رہا کرتے ہو تم باپ کے ہمراہ
کچھ ماں کی کبھی بات نہیں پوچھتے اے ماہ
بانوؑ نہیں پیاری تمہیں پیارے ہیں بہت شاہ
پھپھیوں کی تمہیں ماں سے زیادہ ہے کہیں چاہ
زینبؑ کے گلے آکے لپٹ جاتے ہو کیسے
میں سینہ سے لپٹاؤں تو ہٹ جاتے ہو کیسے

(۷)
خیمہ میں سدا کھیلتے ہو ہنستے ہو سب سے
میں تم کو جو نزدیک بلاؤں کبھی ڈھب سے
گردن کئے خم بیٹھتے ہو دُور ادب سے
آگاہ ہوں میں ترکِ محبت کے سبب سے
ناچیز ہوں کیسرائی ہوں آلِ عجم ہوں
بے قدر ہوں سیدانیوں کے رُتبہ سے کم ہوں

(۸)
ماں ہوتی اگر فاطمہؑ زہرا سی تمہاری
یا زینبؑ و کلثومؑ سی بی بی کوئی واری
واللہ مری جاں وہ ہوتی تمہیں پیاری
میں قید میں آئی ہوں بصد ذلّت و خواری
بے وقر مجھے سمجھے ہو تم اے علی اکبرؑ
شرماتے ہو کہتے ہوئے اُم اے علی اکبرؑ

(۹)
نفرت تمہیں مجھ ماں سے بجا ہے مرے دلبر
دائی کہو مجھ کو نہ کہو آج سے مادر
لونڈی مجھے شبیرؑ کی سمجھو علی اکبرؑ
پر چاہیئے چاہو مجھے فضّہؑ کے برابر
گو بنتِ پیمبرؐ کے عزیزوں میں نہیں ہوں
کیا فاطمہؑ کی خاص کنیزوں میں نہیں ہوں

(۱۰)
کرتی تھیں بہت پیار مجھے فاطمہ زہرؑا
اسلام مجھے خواب میں تلقین کیا تھا
پھر شیرِ خدا نے مجھے شبیرؑ کو سونپا
تم سا ہوا فرزند مرے بطن سے پیدا
پالا ہے تمہیں جوگ گنوا کر علی اکبرؑ
لگ جاؤ مرے سینہ سے آکر علی اکبرؑ

(۱۱)
اکبرؑ نے سُنی جب گلہ آمیز یہ گفتار
دل جوش لگا مارنے آنکھیں ہوئیں خونبار
پھر کہنے لگے دستِ ادب باندھ کے اکبرؑ
تم قبلہ و کعبہ ہو یہ فدوی ہے گنہگار
تقصیر ہوئی دیر سے حضرت سے جُدا ہے
نادم ہے پشیماں ہے شکوہ بھی بجا ہے

اُلفت کا یہ عالم ہے کہ میں دل سے فدا ہوں (۱۲) ہرگز یہ گوارا نہیں اِک لحظہ جُدا ہوں
حضرت تو مجھے چاہیں میں حضرت کو نہ چاہوں واللہ میں ایسا نہیں بے مہر و دغا ہوں
پر کیا کروں بابا پہ مرے وقت پڑا ہے
اِس دھوپ میں لبِ تشنہ کمر باندھے کھڑا ہے

گر آپ کہیں جا کے ہو بابا کے مددگار (۱۳) جاتا ہوں خوشی سے ابھی کھینچے ہوئے تلوار
گر ہو یہ اشارہ کہ نہ جا اے مرے دلدار رکھ دیتا ہوں اللہ ابھی کھول کے ہتھیار
ہر چند قلق دل کو ہو پر اُف نہ کروں گا
ارشاد سے حضرت کے تخلف نہ کروں گا

پر دل کو یقیں ہے کہ ابھی ہوئیگا ارشاد (۱۴) جا ہم نے رضا دی تجھے کر شاہ کی امداد
فرزند کی ذلت ہو تو ماں ہوتی ہے کب شاد منظور ہے ماؤں کو سدا عزتِ اولاد
سر دوش سے اُترا تو سُبک بار رہوں گا
جیتا ہوں تو ذلت میں گرفتار رہوں گا

یہ سُن کے سخن بیٹے سے ماں ہو گئی مُضطر (۱۵) فریاد لگی کرنے کلیجہ کو پکڑ کر
چلائی کہ مارا مجھے تم نے علی اکبرؑ اِک تیر کلیجہ پہ لگا مر گئی مادر
کیا وار مرے دل پہ لگایا مرے جانی
مادر پہ تمہیں رحم نہ آیا مرے جانی

کِس مُنہ سے کہوں سر کو کٹاؤ علی اکبرؑ (۱۶) کِس دل سے کہوں جان گنواؤ علی اکبرؑ
میں اپنی زباں سے کہوں جاؤ علی اکبرؑ انصاف کرو بولو بتاؤ علی اکبرؑ
کِس کو کہہ چلی ماں نے کہا ہے جو کہوں میں
اِس داغ کو کِس دل نے سہا ہے جو سہوں میں

مرثیہ ۴۷

شہادت حضرت علی اکبرؑ

رن سے جب کھا کے سناں اکبرِ ذیشاں آئے (۱) ماں کی خدمت میں کوئی آن کے مہماں آئے
گھر میں لاشے کو لئے شاہِ شہیداں آئے نوحہ گر خاک بسر چاک گریباں آئے
دی صدا قتل ہوئے یوسفِ ثانی بانوؑ
مِل گئی خاک میں اکبر کی جوانی بانوؑ

دیکھ لے آخری دیدار پسر مرتا ہے (۲) سامنے آنکھوں کے یہ نورِ نظر مرتا ہے
اب کوئی دم میں مرا رشکِ قمر مرتا ہے مُنہ سے باہر ہے زباں تشنہ جگر مرتا ہے
دم ہے سینہ میں رُکا زخموں سے خوں جاری ہے
ہائے بانو شہر بانوؑ ترا گھر لُٹنے کی تیاری ہے

پہنچی خیمہ میں جو حضرت کی یہ پُر درد صدا (۳) مضطرب ہو گئے ناموسِ رسولِ دوسرا
کہا چلا کے سکینہؑ نے کہ ہے ہے بھیا فضہ دوڑی سوئے در پھینک کے سر سے ردا
پیٹتی زینبؑ بے پر نکل آئی باہر
بانو گھبرا کے کھُلے سر نکل آئی باہر

شہ کے کاندھے پہ جو دیکھا علی اکبر کو نڈھال (۴) ہاتھ پھیلا کے یہ چلائی کہ ہے ہے مرے لال
کیا غضب ہو گیا اے بادشہِ نیک خصال راس آیا نہ مرے بچے کو اٹھارواں سال
ٹکڑے تیغوں سے بدن ہو گیا سارا ہے ہے
کون تھا جس نے مرے شیر کو مارا ہے ہے

روکے بانوؑ سے یہ فرمانے لگے سرورِ دیں (۵) سر نہ پیٹو ابھی زندہ ہے مرا ماہ جبیں
سانس آتی ہے یہ ہر دم ہے دمِ بازپسیں کوچ اِن کا بھی ہے اور ہم بھی ہیں ان کے قریں
سب چھٹے اب نہ رہا کوئی ہمارا بانوؑ
اس جواں بیٹے کے غم نے ہمیں مارا بانوؑ

کہہ کے یہ لاشِ پسر خیمہ میں لائے سرور (۶) ہاتھ اکبرؑ کے سنبھالے تھا کوئی اور کوئی سر
شہ نے فرزند کو آہستہ لٹایا جا کر گر کے پہلو میں تڑپنے لگی ماں خستہ جگر
دل پہ سنانِ ظلم کی کھائی بیٹا
آنکھ کھولو نہیں مرتی ہے یہ دائی بیٹا

نزع میں بھی مجھے پوچھا تری الفت کے نثار (۷) مادر اس خون میں ڈوبی ہوئی صورت کے نثار
جنگ کی لاکھوں سے تنہا تری جرأت کے نثار تیری مظلومی کے صدقے تری غربت کے نثار
نام پانی کا زباں پر بھی نہ لائے بیٹا
کھا کے پھل برچھی کا چپکے چلے آئے بیٹا

سن کے مادر کی صدا کھول دیئے دیدۂ نم (۸) ہاتھ اُٹھا کے کہا رو نہ مرے سر کی قسم
پاس آکر ہمیں چھاتی سے لگا لو اس دم رن سے آئے ہیں تمہاری ہی ملاقات کو ہم
پھر یہ گھر شاہ کے اقبال سے دیکھا ہم نے
پر تمہیں آکے عجب حال سے دیکھا ہم نے

بال کیوں بکھرے کیوں پھینک دی سر سے ردا (۹) نیل کیوں سینے پہ ہے کیوں ہے گریباں پھٹا
خاک کیوں منہ پہ ملی ہو یہ پسر تم پہ فدا شاہ دنیا میں سلامت رہیں یہ کیا یہ کیا
لُٹ گئی یہ نہ سخن منہ سے نکالو اماں
میں تو جیتا ہوں کلیجے کو سنبھالو اماں

زخمی ہونے کی مرے کس نے خبر پہنچائی (۱۰) جھوٹ ہے میں نے تو ہرگز نہیں برچھی کھائی
آپ تک بیٹے کو تقدیر سلامت لائی دیکھیے حضرت کے قدم تن میں مرے جاں آئی
مرگ سے پہلے ہو ماتم یہ زبوں ہے اماں
میرے کپڑوں پہ تو عباسؑ کا خوں ہے اماں

بولی بانوؑ کہ جو کہتے ہو خدا یوں ہی کرے (۱۱) اے مرے لال یہ ماں تیری بلا لے کے مرے
لاؤ دھو ڈالوں میں جو خوں میں کپڑے ہیں بھرے چاند سے ہاتھ ہیں پھر کس لئے چھاتی پہ دھرے
مجھ کو معلوم ہوا خلق سے جاتے ہو تم
میرے رونے کے لئے زخم چھپاتے ہو تم

بانو صدمہ سے نہ مر جائے یہ ڈر ہے بیٹا (۱۲) سب ترے دل کی مرے دل کو خبر ہے بیٹا
ہائے سینہ یہ ترا خون میں تر ہے بیٹا پھر یہ کیا ہے جو نہیں زخمِ جگر ہے بیٹا
سنسناتا ہے جگر جان چلی جاتی ہے
اِس لہو سے تو مرے دودھ کی بُو آتی ہے

آرزو ہے کہ پھلے پھولے مرا نخلِ مراد (۱۳) تم دلہن بیاہ کے لاؤ مرا گھر ہو آباد
دیکھ لوں آنکھوں سے اپنی میں تمہاری اولاد پھر میں دنیا سے جو گزروں تو رہے روح بھی شاد
دادی کہلاؤں گی زینب مرا بر تو ہوگا
تیرا فرزند بھی ہمشکلِ پیمبرؐ ہوگا

آہ کی سن کے یہ اکبرؑ نے بصد رنج و ملال (۱۴) درد چھاتی میں اُٹھا غیر ہوا اور بھی حال
دل میں یہ سوچ کے رونے لگا وہ نیک خصال ہم سفر کرتے ہیں اماں کو ہے شادی کا خیال
بر میں ہوئے گا کفن خاک پہ چہرا ہوگا
نہ دلہن ہوگی نہ اولاد نہ سہرا ہوگا

۱۵ — سرد اک آہ بھری سینے سے یہ سوچ کے بات　ملک الموت نے چاہا کہ کرے قطع حیات
ہچکی اک آئی تڑپنے لگا وہ نیک صفات　ہٹ گئے سینے سے وہ خون میں ڈوبے ہوئے ہاتھ
بانوؑ چلائی مگر دم نہ پسر میں دیکھا
زخم سے چھاتی کے سوراخ جگر میں دیکھا

۱۶ — دونوں ہاتھوں سے لگی پیٹنے وہ سینہ و سر　خاک پر گر کے کہا ہائے پسر ہائے پسر
مجھ سے کہتے تھے کہ زخمی نہیں ہیں تو مادر　زخم اس طرح کا اور ماں سے چھپایا دلبر
جانِ شیریں کے نہ جانے کا نہ دسواس کیا
میرے غم کھانے کا قربان گئی پاس کیا

۱۷ — ترے صدقہ مرے اٹھارہ برس کے پالے　پاس اپنے کسی صورت سے مجھے بلوا لے
تیری چھاتی پہ لگے ظلم و ستم کے بھالے　خوں خون میں بھیگیں یہ مَیں اے مرے زلفوں والے
نہ لگی مجھ کو بلا چاند سے اس سینے کی
میں نہیں جینے کی اے لال نہیں جینے کی

۱۸ — اے مرے شیر تجھے لطفِ جوانی نہ ملا　چین پردیس میں اے یوسفِ ثانی نہ ملا
قطرۂ آب بجز اشک فشانی نہ ملا　دودھ پی پی کے پلے اور تمہیں پانی نہ ملا
مر گئے مجھ کو دلہن بھی نہ دکھائی بیٹا
خاک میں مل گئی برسوں کی کمائی بیٹا

مرثیہ ۴۸

شہادت حضرت علی اکبرؑ

۱ — رن میں ہمشکلِ پیمبرؐ نے جو کھائی برچھی　توڑ کے سینہ کلیجہ میں در آئی برچھی
کھینچ کر شمر کو ظالم نے دکھائی برچھی　غل پڑا فوج میں کیا خوب لگائی برچھی
بے اجل سرورِ دلگیر کو مارا تو نے
جنگ آخر ہوئی شبیرؑ کو مارا تو نے

۲ — تیری یہ برچھی محمدؐ کے کلیجے پہ چلی　ہو گئے قتل حسنؑ ڈوب گئے خوں میں علیؑ
تو نے اِس شاخ کو توڑا جو نہ پھولی نہ پھلی　باپ مجروح ہوا مر گئی ماں کو کھ جلی
دستِ شہ سینۂ زینبؑ دلِ زہراؑ توڑا
اک تیرے وار نے کِس کِس کا کلیجہ توڑا

۳ — سُن کے یہ فوجِ مخالف میں گئے صورتِ شیر　ہاتھ میں تیغ و سپر آنکھوں میں عالم اندھیر
جستجو اکبرِؑ مظلوم کی دل زیست سے سیر　وہیں دوڑے گئے جس غول میں چمکی شمشیر
واں بھی ہمشکلِ پیمبرؐ نظر آئے نہ کہیں
دیکھا ایک ایک کو اکبرؑ نظر آئے نہ کہیں

۴ — کبھی دہنے کبھی بائیں گئے گھبراتے ہوئے　کبھی اعدا کو ہٹا کر پھرے جھنجلاتے ہوئے
لاشیں ڈھونڈیں کبھی سر شرم سے ہوڑائے ہوئے　گہ پکارے کہ پھرے جاتے ہیں ہم آتے ہوئے
نہیں ملتا کہیں احمدؐ کی نشانی کا پتا
کوئی بتلا دو مرے یوسفِ ثانی کا پتا

اے مرے راحتِ جاں قوتِ دل نورِ نگاہ (۵) دم نکلتا ہے اب آواز سنا دو للہ
اے مرے چاند مری آنکھوں میں عالم ہے سیاہ جس طرف تم ہو اُدھر کی مجھے ملتی نہیں راہ
کیا کروں تم کہ ہے برگشتہ زمانہ اکبرؑ
میری تقدیر میں ہے ٹھوکریں کھانا اکبرؑ

غش میں سُن لی علی اکبرؑ نے جو آوازِ حسینؑ (۶) گر پڑے اُٹھ کے یہ سینے میں ہوا دل بے چین
بیقراری میں پکارے یہ بصد شیون و شین اے محمدؐ کے پسر عقدہ کشائے کونین
دم ہے چھاتی میں رکا کوچ کی تیاری ہے
آیئے جلد کہ ہنگامِ مددگاری ہے

سُن کے آوازِ پسر سیدِ والا دوڑے (۷) نیم بسمل کی طرح گرتے ہر اک جا دوڑے
کبھی کھولے ہوئے آغوشِ تمنا دوڑے کبھی تھامے ہوئے ہاتھوں سے کلیجہ دوڑے
جاں بلب ہو گئے صدمے یہ جگر پر پہنچے
ٹھوکریں کھاتے ہوئے لاشِ پسر پر پہنچے

کھول کے آنکھوں کو حضرت سے یہ اکبرؑ نے کہا (۸) صدقے اِس لطف کے اس بندہ نوازی کے فدا
مجھ کو آغوشِ مبارک میں لئے تھیں زہراؑ جامِ کوثر مجھے دیتے تھے ابھی شیرِ خدا
دیکھ کر پانی کو دل غم سے پھٹا جاتا ہے
آپ کی پیاس کا صدمہ مجھے یاد آتا ہے

اتنے میں آئی یہ فضہؓ کی صدائے جانکاہ (۹) علی اکبرؑ ہیں کدھر آپ کہاں ہیں یا شاہ
آیئے جلد کہ اب بانوؑ کی حالت ہے تباہ بال بکھرے ہوئے ہیں آنکھوں میں عالم ہے سیاہ
اپنے فرزند کو گھر میں جو نہیں پاتی ہے
رن میں سر پیٹتی زہراؑ کی بہو آتی ہے

شاہ گھبرا گئے یہ سنتے ہی فضہؓ کی صدا (۱۰) جانبِ خیمہ کئی مرتبہ پھر کر دیکھا
اشک آنکھوں سے بہا کر علی اکبرؑ نے کہا جلد اب خیمہ میں لے چلئے مجھے بہرِ خدا
صدمۂ نزع تو ہے اور تعب ہووے گا
نکل آئیں گی جو اماں تو غضب ہووے گا

شاہ جلدی سے اُٹھانے لگے لاشِ اکبرؑ (۱۱) کانپتے ہاتھوں سے لیکن نہ سنبھلتا تھا مگر
منکا ڈھل جاتا تھا کاندھے سے لگاتے تھے جو سر ورنہ تھا دل کو کہ دُکھنے نہ لگے زخمِ جگر
یا علیؑ کہہ کے کبھی لاش اُٹھا لیتے تھے
ہچکی آتی تھی تو گھبرا کے لٹا دیتے تھے

کبھی یہ کہتے تھے عباسِؑ دلاور آؤ (۱۲) اے مرے شیر ترائی سے اب اُٹھ کر آؤ
ہم گرفتارِ مصیبت ہیں برادر آؤ اُٹھ نہیں سکتی ہے لاشِ علی اکبرؑ آؤ
ابنِ زہراؑ سے برابر کا پسر چھوٹ گیا
پہلے ٹوٹی تھی کمر اب مرا دل ٹوٹ گیا

کہہ کے یہ شاہ نے کاندھے پہ اُٹھایا لاشہ (۱۳) دل کے مانند کلیجے سے لگایا لاشہ
لائے خیمہ میں تو مسند پہ لٹایا لاشہ غُل پڑا بانوؑ کے فرزند کا آیا لاشہ
پیٹتی سینہ و سر زینبؑ مضطر دوڑی
ماں جگر تھام کے ہاتھوں سے کھلے سر دوڑی

بانوؑ کرتی تھی یہ فریاد پچھاڑیں کھا کر (۱۴) پھیر دے حلق پہ میرے کوئی خنجر لا کر
اے اکبرؑ تجھے کس دشت میں ڈھونڈوں جا کر مر گئے شانِ جوانی کی مجھے دکھلا کر
آ کے یاں لٹ گئی یہ پالنے والی بیٹا
آج اماں کا بھرا گھر ہوا خالی بیٹا

اماں واری مجھے سہرا نہ دکھایا ہے ہے (۱۵) ماں کا تابوت نہ کاندھے پہ اُٹھایا ہے ہے
تم نے اِس دائی کا مرقد نہ بنایا ہے ہے سال اٹھارواں کس ظلم کا آیا ہے ہے
جب مسیں بھیگیں تو خوں میں ہوئے غلطاں اکبرؑ
میرے بیکس میرے ناشاد پُر ارماں اکبرؑ

مرثیہ ۴۹

شہادت حضرت علی اکبرؑ

دل صاحبِ اولاد سے انصاف طلب ہے (۱) دنیا میں پسر باپ کی زینت کا سبب ہے
اولاد کا ہونا بھی بڑی بخششِ رب ہے یہ سچ ہے مگر داغ بھی بیٹے کا غضب ہے
رونے کی ہے جا ظلم نیا کرتی ہے تقدیر
شبیرؑ سے اکبرؑ کو جدا کرتی ہے تقدیر

بیٹا بھی وہ بیٹا جو ہے تصویرِ پیمبرؐ (۲) اخلاق میں مانندِ حسنؑ زور میں حیدرؑ
خوش لہجہ و خوش خصلت و خوش وضع سراسر معشوقِ جہاں رونقِ دیں عاشقِ داور
انصاف سے سب صاحبِ اولاد بتا دیں
اس طرح کے فرزند کو مرنے کی رضا دیں

مہرِ پدری اک طرف اکبر کا ہے وہ حال (۳) غیروں کا بھی دل غم سے ہوا جاتا ہے پامال
آغازِ جوانی ہے اور اٹھارواں ہے سال ماں کی یہ تمنا ہے کہ دولہا بنے یہ لال
کیا طرفہ مصیبت علی اکبرؑ پہ پڑی ہے
ہیں بیاہ کے دن اور اجل سر پہ کھڑی ہے

اِس دم شہِ بیکس پہ ہے تشویش نہایت (۴) بابا پہ غضب لائی ہے فرزند کی رخصت
کر دیتے ہیں رخصت تو گوارا نہیں فرقت رد کیں تو نہیں ہوتی ہے اُمت کی شفاعت
کیا صدمہ ہے کیا فکر ہے کیا رنج و تعب ہے
ہر طرح سے مشکل ہے ہر اک طرح غضب ہے

فرماتے ہیں یہ دل سے کہ اے مونس و ہمدم (۵) عباسؑ نہیں جس سے کریں مشورہ اِس دم
فرزند رضا مانگتا ہے دیں کہ نہ دیں ہم دِل کہتا ہے اِک کام کر دلے شہِ عالم
پیاری ہے جو اُمت تو انہیں ان کی رضا دو
یہ پیارے ہیں تو دِل سے تم اُمت کو بھلا دو

شہ کہتے ہیں اُمت کو تو بھولوں گا نہ زنہار (۶) اُمت کے تو بخشانے کا نانا سے ہے اقرار
رخصت علی اکبرؑ کو جو دوں یہ بھی ہے دشوار ہمشکلِ پیمبرؐ سا کہاں پاؤں گا دلدار
ہم کہتے تھے اکبرؑ ہمیں مدفون کریں گے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی پہلے مریں گے

اکبرؑ ہو جواں قتل نہیں ضبط کا یارا (۷) اُمت جلے دوزخ میں نہیں یہ بھی گوارا
کیا کیجئے یہاں ہو نہیں سکتا کوئی چارا اُمت بھی ہے پیاری علی اکبرؑ بھی ہے پیارا
خالق پہ توکل ہے اس اندوہ و قلق میں
اللہ کرے وہ جو ہو بہتر مرے حق میں

اِس فکر میں مغموم کھڑے تھے شہِ والا (۸) ناگاہ یہ آواز علیؑ کی ہوئی پیدا
شبیرؑ تمہیں تو یہ تامل نہیں زیبا کہتی ہے سخی ابنِ سخی تم کو یہ دنیا
کیا تم نے فراموش کیا میرے چلن کو
دے ڈالا تھا ہم نے تو رہِ حق میں حسنؑ کو

(۹)
اکبرؑ کے جواں مرنے کا کرتے ہو عبث دھیاں   بیٹھے ہوئے زینبؑ کے فدا تم پہ مری جاں
عباسؑ کو اُمت پہ کیا آپ نے قرباں   فرزند کی رخصت میں یہ تشویش ہے اس آں
مرنے کی رضا دیجئے ہم شکلِ نبیؐ کو
اُمت سے زیادہ نہ کرو پیار کسی کو

(۱۰)
یاں حیدرؑ و شبیرؑ سے ہوتی تھی یہ گفتار   اور خیمے کے در پر تھی کھڑی بانوئے ناچار
سن کر یہ سخن رو کے پکاری بہ دلِ زار   کیا مشورہ فرماتے ہو اے سیدِ ابرار
گھبرائی ہے اس وقت مری جان بدن میں
یہ کون مرے لال کو بھجواتا ہے رن میں

(۱۱)
شہ نے کہا بانو سے کھلا تم پہ یہ اسرار   یہ کون اجازت کے لئے کرتا ہے تکرار
یہ اُس کی ہے آواز جو ہے کل کا مددگار   یہ وہ ہے پکارا جو کہ رہِ حق میں کئی بار
خیبر شکن و صفدر و شیرِ احدی ہے
اے بانو یہ دادا علی اکبرؑ کا علیؑ ہے

(۱۲)
یہ سنتے ہی غش ہوگئی بانوئے خوش اوقات   شہ خیمہ میں آئے علی اکبرؑ کو لئے ساتھ
ایک ایک سے چلا کے کہی شاہ نے یہ بات   اے بی بیو ہے آخری اکبرؑ کی ملاقات
اب تم سے جدا ہو کے یہ دلبر نہ ملے گا
یوسفؑ تو ملے تھے علی اکبرؑ نہ ملے گا

(۱۳)
سب لینے لگے اُن کے اکبرؑ کی بلائیں   روتی تھی کوئی اور کوئی دیتی تھی دعائیں
اکبرؑ نے کہا بی بیاں عابدؑ کو بھی لائیں   وہ ہم سے ملیں ہم انھیں چھاتی سے لگائیں
جاؤں گا نہ مل کر تو میں حسرت میں ہوں گا
کچھ دل میں ہے ارمان سو عابدؑ سے کہوں گا

(۱۴)
سجادؑ جب آئے انھیں چھاتی سے لگایا   قرآں کی آیت پڑھی پہلو میں بٹھایا
گیسو کو ہٹا کان میں منہ اپنا لگایا   وہ بات کہی جس سے کہ عابدؑ کو غش آیا
اک حشر ہوا بیبیوں کی آہ و فغاں سے
غل تھا کہ ہوئی رحلتِ سجادؑ جہاں سے

(۱۵)
اکبرؑ سے کھڑی کہتی تھی ماں غم کی ستائی   کیا تم نے کہا لال کہ غش ہوگیا بھائی
سجادؑ نے تسکین ذرا غش سے جو پائی   بانو نے قسم روحِ پیمبرؐ کی دلائی
بولی کہ کلیجے میں مرے درد اُٹھا ہے
سچ ہم سے کہو کیا علیؑ اکبرؑ نے کہا ہے

(۱۶)
عابدؑ نے کہا کیا کہوں کرتے ہیں جو ارشاد   کہتے ہیں مدینے میں اگر جانا ہو سجاد
اور پوچھیں جوانانِ مدینہ مری روداد   کہنا کہ گلا خشک تھا اور خنجرِ فولاد
مت بھولیو ہم کو جو کہیں پاؤ پانی
پیاسوں کو مرے نام پہ پلوائیو پانی

(۱۷)
یہ سن کے حرم کرنے لگے گریہ و زاری   زینبؑ نے کہا کچھ تو کہو ہم سے بھی واری
اکبرؑ نے کہا تم سے ہے یہ عرض ہماری   خوش آتی ہے تو فدوی کو چھٹپن سے تمہاری
مقتل میں مری لاش پہ جب آئیو زینبؑ
تم اپنی ردا میں مجھے کفنائیو زینب

(۱۸)
اکبرؑ نے غرض شاہ کو روتے ہوئے چھوڑا   رہوار کو مہمیز کیا مار کے کوڑا
مانندِ نظر دوڑ گیا دشت میں گھوڑا   رخ مثلِ کماں اپنا کمانداروں نے موڑا
وار علی اکبرؑ جو ہوئے تیر کے مانند
سرخم تھے شجاعوں کے بھی شمشیر کے مانند

یاں خیمے کے در پہ شہ ابرار تھے اِستاد (۱۹) بے ہوش و سراسیمہ مصیبت زدہ ناشاد
سر ننگے گریبان پھٹا ہونٹوں پہ فریاد　　　دُکھ اپنا فراموش تھا اکبرؑ کی فقط یاد
نقشِ قدم اکبرؑ کا تھا جس خاک کے اوپر
اُس خاک کو ملتے تھے رُخِ پاک کے اوپر

کہتے تھے کہ بے موت ہمیں بیٹے نے مارا (۲۰) اب سینہ کوئی آن میں پھٹتا ہے ہمارا
گر پوچھتا کوئی کہ ہے کیا حال تمہارا　　　کہتے تھے جواں بیٹا ہے مرنے کو سدھارا
آباد میں آیا تھا پر اِس بَن میں لُٹا ہوں
اٹھارہ برس بعد میں اکبرؑ سے چُھٹا ہوں

یہ کہتا تھا اور روتا تھا زہراؑ کا پیارا (۲۱) جو آئی صدا قتل کے میداں سے تضارا
اے شاہِ شہید آؤ کہ حق دم گیا مارا　　　سینے سے کلیجہ نکل آیا ہے ہمارا
رُخصت مجھے فرماؤ قضا پیشِ نظر ہے
دنیا کا سفر ہو چکا عقبیٰ کا سفر ہے

لکھا ہے کہ لاشے پہ جو پہنچے شہ والا (۲۲) زانو پہ دھرا پیار سے سر اپنے پسر کا
اس وقت یہ شک اکبرِ مظلوم کو گذرا　　　قاتل کوئی سر کاٹنے کو آیا ہے میرا
غش ایسے تھے کھولا نہ گیا دیدۂ تر کو
سرکا لیا زانو سے کئی مرتبہ سر کو

پھر باندھ کے ہاتھوں کو وہ آہستہ یہ بولا (۲۳) اے شخص میں دنیا میں ہوں مہماں کوئی دم کا
سر کاٹیو میرا مگر اک لحظہ ٹھہر جا　　　آلیں مری بالیں پہ بے کس مرے بابا
آنکھوں سے ذرا دیکھ لوں دیدارِ پدر کو
پھر شوق سے تو کاٹ کے لے جائیو سر کو

مظلوم ہوں بے کس ہوں مرا جد ہے پیمبرؐ (۲۴) اس وقت ذرا میری غریبی پہ نظر کر
سینے میں تو دم رکتا ہے او جان ہے لب پر　　　اور پاس نہ بھائی ہے نہ بابا ہے نہ مادر
رکھ لوں میں ذرا سر قدمِ شاہِ امم پر
سر کاٹیو میرا مرے بابا کے قدم پر

مرثیہ ۵۰

شہادت حضرت علی اکبرؑ

دشتِ بلا میں گم علی اکبرؑ کی لاش ہے (۱) فرزندِ فاطمہؑ کو پسر کی تلاش ہے
داغِ جگر کو ناخنِ غم کی خراش ہے　　　سنگِ الم سے شیشۂ دل پاش پاش ہے
بانُو کو غش ہے اہلِ حرم دردمند ہیں
ہے ہے پسر کی گھر میں صدائیں بلند ہیں

اللہ رے جوشِ ماتمِ فرزندِ گلعذار (۲) غم سے سفید ہو گئی ریشِ خضاب دار
مثلِ کماں خمیدہ ہیں شاہِ فلک وقار　　　کھوتے ہوئے پسر کے الم سے ہیں بیقرار
گھوڑے کی باگ ہاتھ سے ہر بار گرتی ہے
صورت جوان بیٹے کی نظروں میں پھرتی ہے

چلاتے ہیں کہ باپ کے پیارے کدھر گئے (۳) اے نورِ چشم آنکھوں کے تارے کدھر گئے
اے میری زندگی کے سہارے کدھر گئے　　　پہنچا کے مجھ کو گور کنارے کدھر گئے
اندھیر ہے اگر نہ تمہیں پائے گا پدر
آواز دو گے تم۔ تو چلا آئے گا پدر

روٹھے ہو کس لئے علی اکبرؑ جواب دو (۴) صدقے ہو باپ اے مرے دلبر جواب دو
اے میرے ہم شبیہ پیمبرؐ جواب دو — تم سے بچھڑ کے زیست ہو کیونکر جواب دو
جو راہ ہے تمہاری وہی اپنی راہ ہے
لازم ہے رحم باپ کی حالت تباہ ہے

کس جا پہ تم پڑے ہو بتاؤ پدر نثار (۵) آواز ہم کو اپنی سناؤ پدر نثار
ہم گر پڑے ہیں آکے اٹھاؤ پدر نثار — چھاتی سے پھر پدر کو لگاؤ پدر نثار
رخصت ہے اپنے گھر کو ذرا دیکھ بھال لو
لغزش ہے ہاتھ پاؤں میں اکبرؑ سنبھال لو

کس سے میں پوچھوں کون تمہارا پتہ بتائے (۶) یہ بیکس و غریب مسافر کدھر کو جائے
قسمت میں میری ٹھوکریں لکھی ہیں ہائے ہائے — اس زندگی سے کاش خدا ہم کو بھی اٹھائے
اندھیر ہے کہ گود کے پالوں سے چھٹ گئے
منزل پہ آکے قافلہ والوں سے چھٹ گئے

اب ہاتھ بھی پکڑ کے اٹھاتا نہیں کوئی (۷) رونے پہ میرے رحم بھی کھاتا نہیں کوئی
یوسفؑ کی میرے شکل دکھاتا نہیں کوئی — بیٹا تمہاری لاش بتاتا نہیں کوئی
حالت ہماری کا ہے کو دیکھی ہے آپ نے
تم کو خیال ہوگا خبر لی نہ باپ نے

اے ارضِ کربلا مرا دلبر کدھر گیا (۸) اے دشتِ نینوا مہ انور کدھر گیا
مقتل سے ہم شبیہ پیمبرؐ کدھر گیا — اے نہر علقمہ علی اکبرؑ کدھر گیا
نکلا ہوں میں شہید پسر کی تلاش کو
بتلا مجھے مرے دُرِ یکتا کی لاش کو

اے فوجِ ظلم بانو کے دلبر کو کیا کیا (۹) بیکس کو تشنہ کام کو بے پر کو کیا کیا
اے ظالمو شبیہ پیمبرؐ کو کیا کیا — ملتا نہیں مرے علی اکبرؑ کو کیا کیا
للہ دو پتہ کہ بھٹکتے ہیں راہ میں
شاید گرا دیا مرے یوسفؑ کو چاہ میں

تم نے بلا کے گھر سے نہ میرا ادب کیا (۱۰) مہماں پہ بے وطن پہ ستم بے سبب کیا
بیبیاں بھتیجے بھانجوں کو تشنہ لب کیا — فرزندِ نوجواں کو بھی مارا غضب کیا
اب دشمنی کرو نہ شہِ مشرقین سے
بچھڑے ہوئے پسر کو ملا دو حسینؑ سے

یہ کہہ کے ہر طرف گئے با چشمِ اشکبار (۱۱) لیکن ملا نہ لاشۂ فرزندِ نامدار
خیمہ کی سمت آئے جو روتے بحالِ زار — چلائی سر کو پیٹ کے فضہؓ جگر فگار
یا شاہ میں بھی آنے کو تھی فوجِ شام میں
ملتی نہیں ہیں زینبِ بیکس خیام میں

سب بیبیاں ہیں ڈیوڑھی پہ یا شاہِ بحر و بر (۱۲) کیا جانئے کدھر گئیں زینبؑ برہنہ سر
دیکھ آئی ہوں میں خیمہ میں یا شاہِ نامور — غش تھی ابھی تو فرطِ قلق سے وہ نوحہ گر
پیارا ہے کس طرف یہی لب پر کلام تھا
جاری زباں پر علی اکبرؑ کا نام تھا

یہ سن کے خاک اڑاتے چلے سرورِ زماں (۱۳) جا پہنچے لاشۂ علی اکبرؑ پہ ناگہاں
دیکھا کہ بنتِ فاطمہؑ با چشمِ خوں فشاں — کرتی ہے لاشِ اکبرؑ مظلوم پر فغاں
نہ دوش پر ردا ہے نہ رخ پر نقاب ہے
کانوں کے بندے ہلتے ہیں یہ اضطراب ہے

مرثیہ ۵۱

شہادت حضرت علی اکبرؑ

زخمی ہوئے جب رن میں جنابِ علی اکبرؑ (۱) تاراج ہوا باغِ شبابِ علی اکبرؑ
تنہائی تھی ہمراہ رکابِ علی اکبرؑ صحرا کو چلا لے کے عقابِ علی اکبرؑ
زخمی ہوا راکب کا گلا نیزۂ کیں سے
ریتی پہ بہا جاتا تھا خوں دامنِ زیں سے

زخمی تھا گلا نیزے سے تلوار سے بازو (۲) لی جاتی تھی نہ سانس نہ ہاتھ میں قابو
چہرے پہ لٹکتے تھے بھرے خون کے گیسو ہلتا تھا کلیجہ تو ٹپک پڑتے تھے آنسو
تھا سوچ کہ جلادوں میں ہم گھِر گئے بابا
میداں میں ہمیں ڈھونڈ کے کیا پھر گئے بابا

اعدا میں یہ تھا شور کہ اکبر کو بھی مارا (۳) اب سامنا شبیرؑ کا ہے اور ہمارا
پہنچی یہ صدا گوشِ شہِ دیں میں قضارا سر پیٹ کے چلائے کہ ہے ہے میرا پیارا
ہمشکلِ محمدؐ کو کہاں پائے گا شبیرؑ
میداں میں نہ پہنچے گا کہ مرجائے گا شبیرؑ

خیمہ میں طلاطم ہوا سنتے ہی یہ زاری (۴) سب ساتھ گئیں ڈیوڑھی تلک بیبیاں ساری
حضرت کی طرف دیکھ کے زینبؑ یہ پکاری کھایا کسے جلادوں نے برچھی کسے ماری
کس دشمنِ دیں نے تمہیں غمناک کیا ہے
کیوں تم نے گریبانِ قبا چاک کیا ہے

سر پیٹ کے حضرت نے کہا مر گئے اکبرؑ (۵) ہم بیکس و تنہا ہوئے اے زینبؑ مضطر
لڑتا تھا ابھی فوجِ ستم سے وہ دلاور پر اب نظر آتا نہیں ہم شکلِ پیمبرؐ
ہوں مرگ طلب زیست سے دل سیر ہے بیٹیا
اس وقت جہاں آنکھوں میں اندھیر ہے بیٹیا

یہ کہہ کے چلے روتے ہوئے رن کی طرف شاہ (۶) کہتے تھے کہ اکبرؑ کا پتہ دو کوئی لِللہ
کس ابر میں پوشیدہ ہوا ہے وہ مرا ماہ تب ہنس کے لگے کہنے یہ وہ ظالم و گمراہ
لو دیکھ لو پہچان لو گر ہوش بجا ہے
یہ برچھیوں میں خوں اُسی زخمی کا لگا ہے

اعدا نے جو اکبرؑ کا یہ احوال سنایا (۷) مُنہ سوئے فلک کر کے پکارے شہِ والا
اس قوم نے ناحق ترے بندے کو ستایا مارا گیا اٹھارہ برس کا مرا جایا
زہراؑ کا تو منصب ایا جاگیر کو چھینا
مجھ سے ترے محبوب کی تصویر کو چھینا

میں کہتا تھا کٹ جائے گا تن پر سے مرا سر (۸) تم ہائے پدر ہائے پدر روؤ کہہ کر
لو اب ہمیں لاشے پہ تمہارے مرے دلبر چلاتے ہیں ہے ہے علی اکبرؑ علی اکبرؑ
ہم دیکھتے کیونکر کہ تقاضائے خدا تھا
یہ داغ تو بابا ہی کی قسمت میں لکھا تھا

یہ سنتے ہی شبیرؑ کو اکبرؑ نے پکارا (۹) اے سبطِ نبیؐ آؤ اِدھر اب تو خدارا
برچھی سے ہمیں اک ستم ایجاد نے مارا سینہ میں ہوا چھید کلیجہ ہوا پارا
دم توڑتا ہوں بس مرا چلتا نہیں بابا
پھل برچھی کا سینہ سے نکلتا نہیں بابا

دیکھا کہ تڑپتا ہے پسر صورتِ بسمل (۱۰) چھاتی بھی ہے زخمی جگر و دل بھی ہے گھائل
بند آنکھیں ہیں دم لیتے ہیں رہ رہ کے بمشکل چلائے یہ بیٹے سے لپٹ کر شہِ عادل

زخمی تمہیں دیکھا یہ ہمیں کیا نظر آیا
تم جس کو بلاتے تھے وہ بےکس ادھر آیا

بیٹے نے سنی باپ کی آواز جو اک بار (۱۱) ہوشیار ہوئے کھول دیئے دیدۂ خونبار
لیکن بہت آہستہ یہ کی باپ سے گفتار تکلیف ہوئی آپ کو یا سیدِ ابرار

یہ حسرتیں جی سے ہیں دمِ مرگ نکالوں
نعلین کو میں چوم کے آنکھوں سے لگالوں

حضرت نے کہا آہ یہ کیا کہتے ہو پیارے (۱۲) جلادوں نے بیٹے تجھے نیزے مجھے مارے
جب تم سا پسر باپ تلک جان کو وارے باپ آنکھیں ملے جاتے ہیں قدموں پہ تمہارے

تم خون میں سرتابقدم بھر گئے بیٹا
مجروح تمہیں دیکھ کے ہم مر گئے بیٹا

اکبرؑ نے یہ کی عرض کہ اے شاہِ خوش اقبال (۱۳) فرمایئے تو گھر میں میری ماں کا ہے کیا حال
رو رو کے یہ پھر کہنے لگا فاطمہ کا لال ڈیوڑھی پہ کھڑی روتی ہے وہ کھولے ہوئے بال

چلاتی ہے کہہ دو کوئی زہراؑ کے پسر سے
اب ڈھونڈنے اکبرؑ کو نکلتی ہوں میں گھر سے

سن کر یہ سخن رونے لگے اکبرؑ ذیشاں (۱۴) شہ نے کہا کیوں روتے ہو اس رونے کے قرباں
کیا درد بہت زخمِ جگر میں ہے مری جاں اکبرؑ نے کہا درد تو ایسا نہیں اس آں

باغ ان کا پھلا خاک میں اب مل گیا بابا
ماں کا جو سنا حال تو دل ہل گیا بابا

حضرت نے کہا گھر میں چلو اے علی اکبرؑ (۱۵) مر جائے گی بن دیکھے نہیں جینے کی مادر
رو کر کہا ہم شکلِ پیمبرؐ نے کہ بہتر گودی میں اٹھالے چلے فرزند کو سرور

زہراؑ کی صدا آئی یہ اس خستہ جگر کو
کس طرح سنبھالو گے برابر کے پسر کو

یہ بولے کہ اے والدہ پھر کیا کریں تدبیر (۱۶) گھوڑے پہ تو لے جا نہیں سکتا اسے شبیرؑ
کھاتے ہوئے ہیں جسم پہ زخمِ تبر و تیر ڈرتا ہوں کہ بےچین نہ ہو اکبرِؑ دلگیر

برچھی ہے لگی چھاتی سے خوں جاری ہے اماں
دنیا سے سفر کرنے کی تیاری ہے اماں

ناچار ہوئے خاک پہ اکبرؑ کو لٹایا (۱۷) دی رو کے صدا بانوؑ تجھے بےکس کو بلایا
خیمہ سے وہ نکلی تو یہ حضرت نے سنایا مل لے کہ سفر کرتا ہے بانوؑ ترا جایا

تم سب کے نہ ملنے کا نہایت اسے غم تھا
اب آنکھوں میں آیا ہے جو کہ سینہ میں دم تھا

زینبؑ یہ بیاں کرتی تھی باگریہ و زاری (۱۸) اے رشکِ قمر اس تری صورت کے میں واری
ہے ہے ترا گل سا بدن اور زخم یہ کاری برچھی ترے بیٹے مجھے جلاد نے ماری

زینبؑ پہ فلکِ ظلم کا ٹوٹا علی اکبرؑ
امت نے نبیؐ کی مجھے لوٹا علی اکبرؑ

تھے نزع میں اور دخترِ زہراؑ کا تھا یہ پاس (۱۹) دیکھا کبھی ماں کو کبھی زینبؑ کو بصد یاس
کس درد سے روتی تھی سکینہ بھی کھڑی پاس آنکھوں سے لگاتی تھی قدم زوجۂ عباسؑ

لے لے کے بلائیں کبھی غش کھاتی تھی بانوؑ
منہ تکتی تھی اکبرؑ کا کبھی روتی تھی بانوؑ

باؔنو نے کہا مر گیا ہے ہے میرا پیارا (۲۰) کلثوم گری خاک پہ زینب کو غش آیا
سر پیٹ کے یہ شور سکینہؑ نے مچایا — تقدیر نے ہے ہے مرے بھیا سے چھڑایا
ثابت ہوا اب سیّدِ والا نہ جئیں گے
اس داغ سے لوگو مرے بابا نہ جئیں گے

مرثیہ ۵۲

شہادت حضرت علی اکبرؑ

شبیرؑ سے جب رن میں جدا ہو گئے اکبرؑ (۱) حضرت پہ بصد شوق فدا ہو گئے اکبرؑ
سرور کے شریکِ شہدا ہو گئے اکبرؑ — شہ نے کہا مقبولِ خدا ہو گئے اکبرؑ
یاور نہ رہا کوئی شہِ تشنہ دہن کا
اب خاتمہ رن میں ہوا ہفتاد و دو تن کا

اب کون ہے زندہ جو مجھے روکنے آتے (۲) وہ کون ہے جو میرے لئے سر کو کٹاتے
عباس نہیں ہے جو مرا درد بٹاتے — اکبرؑ ہے کہاں پاؤں پہ جو سر کو جھکاتے
اب خاتمہ رن میں ہوا لشکر کا ہمارے
دل چھد گیا نیزے سے دلاور کا ہمارے

یہ کہہ کے جو مقتل میں گئے سرورِ عالی (۳) لاش اکبرِؑ ذیجاہ کی حضرت نے اٹھالی
حسرت سے وہ پھر سینۂ اقدس سے لگا لی — پھر گود میں وہ میتِ معصوم سنبھالی
منہ چوم کے فرمایا کہ تم مر گئے اکبرؑ
ناشاد پُر ارمان ہمیں کر گئے اکبرؑ

حضرت کی صدا آئی جو یہ کان کے اندر (۴) بیہوشی سے بس ہوش میں آئے علی اکبرؑ
آنکھوں کو وہیں کھول کے نوبادہ حیدرؑ — آہستہ سے یہ بولا کہ سبطِ پیمبرؐ
اب جاتی سوئے خلد مری روح ہے بابا
نیزے سے میرا سینہ یہ مجروح ہے بابا

ظالم نے جو برچھی مرے سینہ پہ لگائی (۵) وہ توڑ زرہ پشت سے باہر نکل آئی
اب دیتے نہیں زیست کے آثار دکھائی — لے چلئے مجھے خیمہ میں اب حق کے فدائی
گر دیکھیں گی مجھ کو تو سنبھل جائیں گی اماں
عرصہ جو ہوا گھر سے نکل آئیں گی اماں

کہتا تھا ابھی شہ سے یہ ہم شکلِ پیمبرؐ (۶) جو خیمے سے واں آیا غلامِ علی اکبرؑ
شہ نے کہا ہے خیر تو وہ بولا یہ رو کر — آقا مرا مولا میرا کس سمت ہے سرور
حضرت نے کہا ہم کو الم ان کا بڑا ہے
لے دیکھ لے آقا ترا مجروح پڑا ہے

اکبرؑ کی جوں ہی لاش کو اس شخص نے دیکھا (۷) منہ پیٹ لیا اس نے کہ آخر ہوا اندھا
شہزادۂ آفاق نے تب باپ سے پوچھا — یہ کون یہاں روتا ہے اس دم مرے بابا
فرمایا کہ جو کھو رہا یہ لاش پہ جی ہے
ہے نام صدیقؑ اس کا غلامِ حبشی ہے

اکبرؑ نے غلامِ حبشی کا جو سنا نام (۸) آہستہ سے فرمایا کہ اے یار خوش انجام
دے جان نہ تو اپنی کہ ہے تجھ سے مجھے کام — ہے صبر کا یہ وقت تو اب دل کو ذرا تھام
زنہار نہ تو نالہ و فریاد میں رہنا
اب آج سے تو خدمتِ سجاد میں رہنا

اور قید سے چھٹ کر جو وطن ہو تیرا جانا (۹) یاروں کو مرے یہ میرا پیغام سنانا
اس واسطے اکبرؑ کا ہوا واں پہ نہ آنا آفت میں گرفتار تھا سلطانِ زمانا

تم تشنگی میں پانی جو واں پی جیو یارو
تب یاد بہت پیاس میری کیجیو یارو

اور فاطمۂ صغریٰ سے یہی کیجیو تقریر (۱۰) وعدہ تھا کیا آنے کا جو اے مری ہمشیر
پر کیا کروں کچھ بس نہ چلا پھر گئی تقدیر پاؤں میں مرے پڑ گئی یاں موت کی زنجیر

دنیا سے ہے عقبیٰ کا سفر کر گیا اکبرؑ
بابا کی ترے لے کے بلا مر گیا اکبرؑ

یہ کہہ کے بھری سینہ اکبرؑ نے پھر اک آہ (۱۱) اور باپ سے کی عرض بصد نالۂ جانکاہ
اب لاش اٹھاؤ مری اے ابنِ ید اللہ لے چلیے بس اب خیمۂ عصمت میں مجھے شاہ

جو کچھ ہے مرے دل میں وہ ارمان نکل جاتے
سر گود میں اماں کے ہو اور جان نکل جاتے

شبیرؑ نے تب خاک سے اکبرؑ کو اٹھایا (۱۲) اور پشت پہ رہوار کی حضرت نے لٹایا
خیمہ میں غلامِ حبشی پیٹتا آیا اور آلِ محمدؐ کو یہ رو رو کے سنایا

سر کھولے ہوئے رن سے چلے آتے ہیں شبیرؑ
فرزند کی لاش اپنے لیے آتے ہیں شبیرؑ

یہ ذکر تھا جو خیمہ میں آئے شہِ والا (۱۳) اور زین سے ہم شکلِ پیمبر کو اتارا
مسند ہی پہ عباسؑ کی حضرت نے لٹایا جو گرد پھر اس لاش کی حلقہ وہیں باندھا

شہ نے کہا مت رو نا مرے سر کی قسم ہے
جیتا ہے مرا لال ابھی سینہ میں دم ہے

سر پیٹ کے شبیرؑ نے بازو کو ہلایا (۱۴) اک سیب تھا وہ پیاس میں اکبرؑ کو سنگھایا
اس سیب کی خوشبو سے افاقہ جو نہی آیا آنکھوں کو وہیں کھول کے سرور کو سنایا

یا شاہ مری مادرِ دلگیر کہاں ہے
بتلاؤ یہاں آپ کی ہمشیر کہاں ہے

آہستہ سے بانوؑ نے کہا پیٹ کے یہ سر (۱۵) سر زانو پہ رکھے ہوئے موجود ہے مادر
فرمایا یہ زینبؑ نے کہ اے دلبرِ حیدر حاضر پھوپھی اماں ہے تری لاش کے اوپر

اس سن میں نظر کس کی تجھے کھا گئی بیٹا
اٹھارہویں سال آہ قضا آ گئی بیٹا

اکبرؑ نے کیا اس گھڑی یہ سب سے اشارا (۱۶) ہم جاتے ہیں اللہ نگہبان تمہارا
بانوؑ سے کہا بخشو ہمیں دودھ خدارا اب خلد کا ہم جاتے ہیں کرنے کو نظارا

ہم نے تمہیں اب خالقِ ذیجاہ کو سونپا
زہراؑ کو محمدؐ کو ید اللہ کو سونپا

اکبرؑ نے جوں ہی بانوؑ کو یہ بات سنائی (۱۷) رونے لگی آہستہ سے وہ غم کی ستائی
اک آہ کی پھر اس نے کہ بس جان گنوائی رونے لگا چلا کے شہ کرب و بلائی

فرمایا کہ برباد ہمیں کر گئے اکبرؑ
لو بیبیو سر پیٹو کہ اب مر گئے اکبرؑ

بانوؑ نے کہا پیٹ کے سر مر گئے بیٹا (۱۸) بیکس مجھے بے آس مجھے کر گئے بیٹا
پانی نہ ملا برلبِ کوثر گئے بیٹا پر داغ کلیجہ پہ مرے دھر گئے بیٹا

یہ عشق تھا بابا پہ فدا ہو گئے اکبرؑ
اٹھارہ برس بعد جدا ہو گئے اکبرؑ

مرثیہ ۵۳

۱
گرے جو گھوڑے سے کھا کے سناں علی اکبرؑ   ہوئے لہو میں زمیں پر تپاں علی اکبرؑ
پکارے شاہ مرے نوجواں علی اکبرؑ   کدھر گئے تمہیں ڈھونڈوں کہاں علی اکبرؑ
گلا نہ کیجیو مجھ تک پدر نہیں آتا
ہمیں کچھ آنکھوں سے بیٹا نظر نہیں آتا

۲
سنبھلنے دیتی نہیں ہم کو بیقراریٔ دل   چلے جہاں سے بس اب زندگی ہوئی مشکل
اگر جئے بھی کوئی دم تو اس سے کیا حاصل   تمہارے خنجرِ فرقت نے کر دیا بسمل
خبر نہیں کہ کہاں ہیں کدھر تڑپتے ہیں
اُدھر تڑپتے ہو تم ہم اِدھر تڑپتے ہیں

۳
یہ نیزہ کاش مرے دل پہ چل گیا ہوتا   جگر سے خون کا دریا اُبل گیا ہوتا
ہماری زیست کا نقشہ بدل گیا ہوتا   تمہارے بدلے مرا دم نکل گیا ہوتا
پسر کے سامنے زیبا ہے گر پدر مر جائے
غضب ہے باپ جئے اور جواں پسر مر جائے

۴
جگر پہ زخمِ سناں بھوک پیاس میں کھایا   یہ اپنی نخلِ جوانی کا تم نے پھل پایا
تمہارا بیاہ نہ قسمت نے ہم کو دکھلایا   دن آئے شادی کے تب موت کا پیام آیا
سفر میں چھوڑ کے تنہا چلے گئے بیٹا
یہ کیا کہ ساتھ پدر کو نہ لے گئے بیٹا

۵
صدا تو دو علی اکبرؑ کدھر کو آئے پدر   مرے پسر ترے لاشے کے صدقے جائے پدر
حواس گم ہیں تمہیں کس طرح سے پائے پدر   یہ داغ اپنے جگر کا کسے دکھائے پدر
پہاڑ ظلم کا مجھ بے وطن پہ ٹوٹا ہے
مری کمائی کو غربت میں کس نے لوٹا ہے

۶
تڑپتا پھرتا ہوں میں با دلِ حزیں بیٹا   نہ آسماں نظر آتا ہے نہ زمیں بیٹا
ہمارے رونے پہ ہنستے ہیں اہلِ کیں بیٹا   تباہ ہو گیا زہراؑ کا نازنیں بیٹا
تمہارے داغ کا خنجر جگر پہ چلتا ہے
پکار لو تمہیں بابا کا دم نکلتا ہے

۷
گئے جو رن میں تو ہمشکلِ مصطفےٰ نہ ملا   ستم کی فوج میں وہ کشتۂ جفا نہ ملا
پکارتے رہے بانو کا دلربا نہ ملا   علیؑ کے لال کو وہ لعلِ بے بہا نہ ملا
تمام دشت کو جا کر اِدھر اُدھر دیکھا
کہیں نہ اُس مہِ انور کو جلوہ گر دیکھا

۸
ستم کی فوج سے رو رو کے تب یہ فرمایا   پسر کا داغ ضعیفی میں ہم کو دکھلایا
لگا کے برچھیاں سینے پہ کچھ بھی پھل پایا   بتاؤ جلد کہاں ہے حسینؑ کا جایا
پھنسا ہوں رنج میں ناحق مجھے ستاتے ہو
پسر کی لاش کو بابا سے کیوں چھپاتے ہو

۹
ستم رسیدہ ہوں مجھ بے وطن پہ رحم کرو   غریب و بیکس و تشنہ دہن پہ رحم کرو
ڈرو خدا سے امامِ زمن پہ رحم کرو   قریبِ مرگ ہوں مجھ خستہ تن پہ رحم کرو
نہیں قرار دلِ پُر ملال کو میرے
ملا دو بہرِ خدا مجھ سے لال کو میرے

۱۰
کہا لعینوں نے کس کو بتائیں ہم یا شاہ   سوئے عدم گیا پیاسا تمہارا نورِ نگاہ
ابھی تو نیزہ سے مارا گیا وہ غیرتِ ماہ   کسے پکارتے پھرتے ہو تم بحالِ تباہ
تلف ہے احمدِ مختارؐ کی نشانی کا
ہمیں بھی رنج ہے اس کی وہ نوجوانی کا

(۱۱) یہ حال بیٹے کا سُن سُن کے روتے پھرتے تھے شاہ ۔ صدا یہ دشت سے آئی بتولؑ کی ناگاہ
پسر کو ڈھونڈ رہے ہو کدھر یہ نالہ و آہ ۔ ہے میری گود میں بیٹا تمہارا نورِ نگاہ
تڑپ رہا ہے کہ سینہ کا زخم کاری ہے
لبوں پہ دم ہے کلیجے سے خون جاری ہے

(۱۲) صدا یہ سُن کے اُسی سمت کو گئے سرور ۔ ملے زمیں پہ تڑپتے ہوئے علی اکبرؑ
نظر جو آگیا لختِ جگر کا زخمِ جگر ۔ قریبِ لاش گرے کہہ کے شاہ ہائے پسر
سنبھالا دل کو تو بھالے جگر پہ چلنے لگے
لپٹ کر خوں بھرے مُنہ سے مُنہ کو ملنے لگے

(۱۳) صدا جو باپ کی اکبرؑ نے غش میں پہچانی ۔ تو آکے ہوش میں بولا وہ یوسفِ ثانی
زبان دہن میں ہے خشک اے رسولؐ کے جانی ۔ برائے ساقیٔ کوثر پلا دیجئے پانی
یہ لال آپ کا مشتاقِ آب ہے بابا
جگر وفورِ عطش سے کباب ہے بابا

(۱۴) کہا امام نے بیٹے کے مُنہ پہ مُنہ رکھ کر ۔ فدا یہ باپ تری تشنگی کے اے اکبرؑ
اُٹھا دو پیاس کی تکلیف اور اک دم بھر ۔ کریں گے پھر تمہیں سیراب ساقیٔ کوثر
مگر شرابِ طہورا جو پائیو بیٹا
پدر کی پیاس نہ تم بھول جائیو بیٹا

(۱۵) کہا پسر نے زباں کو نہیں ہے تابِ کلام ۔ نہ دیکھا ماں کو یہ صدمہ ہے یا امامِ انام
یہ کیا کریں کہ ہے یاں اب تو اپنا کام تمام ۔ یہ آپ والدہ صاحب سے کہئے گا پیغام
غلام نزع میں کرتا تھا بار بار افسوس
نہ نکلا آپ کی گودی میں دم ہزار افسوس

(۱۶) ہجوم فوج میں دوڑا اِدھر اُدھر ہر چند ۔ چلا نہ زور کہ تھیں ہر طرف سے راہیں بند
صفیں بھی کیں تہ و بالا اُٹھا اُٹھا کے سمند ۔ مگر نکلنے نہ پایا یہ آپ کا فرزند
ستم کی تیغوں سے تن چور ہو گیا اماں
جگر کے زخم سے مجبور ہو گیا اماں

(۱۷) قدم نہ آپ کے دیکھے یہ رہ گیا ہمیں غم ۔ اِسی قلق میں تڑپتے رہے خدا کی قسم
نہ پہنچا پانی کا اک بوند مرتے وقت بہم ۔ یونہی جہاں سے چلے تین دن کے پیاسے ہم
ہوئی ہو مجھ سے جو تقصیر بخش دو اماں
خوشی سے اپنا ہمیں شیر بخش دو اماں

(۱۸) یہ کہتے کہتے ہوا زرد چہرۂ انور ۔ سمٹ کے آ بادم آنکھوں میں پھر گئے تیور
زمیں پہ ہاتھ پٹکنے لگا وہ رشکِ قمر ۔ پکارے شاہ اجل لے چلی تمہیں اکبرؑ
سدھارو جانبِ ملکِ بقا خدا حافظ
مرے شہید مرے مہ لقا خدا حافظ

مرثیہ ۵۴

شہادت حضرت علی اکبرؑ

(۱) جب موسمِ جوانی میں اکبرؑ گذر گیا ۔ یعقوبؑ کربلا کا قرارِ جگر گیا
نکلے جو ڈھونڈنے کو تو نورِ نظر گیا ۔ چلاتے تھے ارے مرا یوسفؑ کدھر گیا
زندان میں اسیر ہوا یا سپاہ میں
تپتی ہوئی زمیں پہ گرا یا کہ چاہ میں

امت نے کچھ رعایتِ خیر البشر نہ کی (۲) ہمشکلِ مصطفیٰ سے بھی کچھ درگزر نہ کی
بن بیاہے بن پہ ہائے کسی نے نظر نہ کی — بانو کا باغ لوٹ لیا اور خبر نہ کی
کاٹا نہالِ تازہ ہمارا غضب کیا
زینبؑ کے پالے پوسے کو مارا غضب کیا

گم ہو گیا ہے کھا کے سناں یوسفِ حسینؑ (۳) بن بیاہا نامراد جواں یوسفِ حسینؑ
صابر غریب تشنہ زباں یوسفِ حسینؑ — ہونٹوں پہ پھیرتا ہے زباں یوسفِ حسینؑ
گر گر کے لوٹتا نہیں بے جا حسینؑ کا
برچھی کی نوک میں ہے کلیجہ حسینؑ کا

بیٹا لہو میں لال ہے منہ ان کا زرد ہے (۴) زلفوں میں بال بال بیاباں کی گرد ہے
واں لب پہ العطش ہے یہاں آہِ سرد ہے — واں نیزہ ہے جگر میں یہاں دل میں درد ہے
رونے پہ شہ کے صاحبِ اولاد روتے ہیں
وہ حال ہے کہ دیکھ کے جلاد روتے ہیں

یعقوبؑ یوں پھرتے تھے نہ یوسفؑ کی چاہ میں (۵) تاریک آسماں و زمیں تھی نگاہ میں
تھالے لہو کے سونگھتے ہیں قتل گاہ میں — ہاتھوں سے لاش ڈھونڈتے ہیں گر کے راہ میں
جو پوچھتا ہے گم ہوئی کیا شے حضور کی
فرماتے ہیں تلاش ہے آنکھوں کی نور کی

دولت ملی ہے خاک میں اٹھارہ سال کی (۶) سو خاک چھانتا ہوں میں دشتِ قتال کی
چھائی ہے میرے چاند پہ بدلی زوال کی — للہ دے خبر کوئی بانو کے لال کی
ڈھونڈے کہاں حسینؑ کدھر جائے کیا کرے
معذور آنکھوں سے نہ کسی کو خدا کرے

ہر سو پکارتے تھے کہ اکبرؑ پکار لو (۷) جانی جواب دو مرے دلبر پکار لو
اے ثانیِ جنابِ پیمبرؐ پکار لو — میرے جوان مرگ دلاور پکار لو
پوچھا ہے سب سے چار طرف کی تلاش ہے
بچھڑے تھے کس گھڑی کہ نہیں ملتی لاش ہے

اے عاشقِ حسینؑ سنبھالو حسینؑ کو (۸) نرغے سے ظالموں کے نکالو حسینؑ کو
تلواریں پڑ رہی ہیں بچا لو حسینؑ کو — کس جا ہو کس طرف ہو بلا لو حسینؑ کو
پالا تھا تم کو ہاتھ پکڑنے کے واسطے
یا ایڑیاں زمیں پہ رگڑنے کے واسطے

کہتے ہیں دست و پا نہیں قابو میں جی نہیں (۹) قوت نہیں حواس نہیں زندگی نہیں
زینبؑ کی اور سکینہؑ کی یاد اس گھڑی نہیں — تم تھے تو سب تھے تم جو نہیں اب کوئی نہیں
سینہ سے سینہ آ کے نہ پیارے لگا گئے
بابا کو اپنے گور کنارے لگا گئے

دنیا سے میرے قافلہ والے گذر گئے (۱۰) تم بھی کنارہ وقتِ ضعیفی میں کر گئے
سن لینا ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے ہم تم کو مر گئے — بیٹا کدھر گئے علی اکبرؑ کدھر گئے
زائل ہماری آنکھوں کی بینائی ہو گئی
تنہا تو تھے اب اور بھی تنہائی ہو گئی

اے میرے نامراد پسر اے بلا نصیب (۱۱) دو روز سے نہیں نہیں آب و غذا نصیب
برچھی بھی اب لگی تو کلیجہ میں یا نصیب — پر خوش ہوا جنابِ الٰہی خوشا نصیب
کل محکمہ میں حشر کے عزت سے آؤ گے
شیعوں کے نوجوانوں کو تم بخشواؤ گے

خنجر بکف کھڑے ہیں رسالے مدد کرو (۱۲) گھیرے ہوئے ہیں برچھیاں والے مدد کرو
اب تو جگر پہ چلتے ہیں بھالے مدد کرو بنتِ علیؑ کے گود کے پالے مدد کرو
بیٹا جواب دو کہ مرے دل کو کل پڑے
وہ وقت ہے کہ منہ سے کلیجہ نکل پڑے

کیا کیا تڑپ تڑپ کے بیاں شاہؑ نے کیا (۱۳) اکبرؑ کو دردِ دل نے نہ واں بولنے دیا
دردِ جگر سے بیٹھ گئے شاہِ کربلا تڑپے حسینؑ اور کلیجہ پکڑ لیا
چلاتے آہ کون سی صورت نکالوں میں
فرزند کو پکاروں کہ دل کو سنبھالوں میں

اے کردگارِ لم یزلی آہ الغیاث (۱۴) نانا چھری جگر پہ چلی آہ الغیاث
یا مرتضیٰؑ علیؑ ولی آہ الغیاث زینبؑ نے خاک منہ پہ ملی آہ الغیاث
اے موت تو ہر ایک سہارے کو لے گئی
مقتل سے کس طرح مرے پیارے کو لے گئی

اے آسماں زمیں کا ستارا کدھر گیا (۱۵) اے آفتاب چاند ہمارا کدھر گیا
اے عرش فرش نور ہمارا کدھر گیا اے نہر تشنہ لب مرا پیارا کدھر گیا
اے خاکِ پاک دُرِّ نجف کی تلاش ہے
اے کربلا بتا کدھر اکبرؑ کی لاش ہے

ناگاہ اک طرف سے صدا آئی الوداع (۱۶) بابا حسینؑ آ و قضا آئی الوداع
لینے کو روحِ شیرِ خدا آئی الوداع سر ننگے دادی خیر النسا آئی الوداع
لیکن یہ عرض ہے کہ نہ گھبرا کے آیئو
اماں کو میری خیمہ میں بٹھلا کے آیئو

بچے کہیں نہ ہو کے ہراساں نکل پڑیں (۱۷) بھینیں نہ بال کر کے پریشاں نکل پڑیں
سیدانیاں نہ با سرِ عریاں نکل پڑیں ایسا نہ ہو مری پھوپھی اماں نکل پڑیں
ہو گا مقامِ خندہ زنی اہلِ شام کو
اللہ آبرو سے اٹھا لے غلام کو

بولے حسینؑ کنبہ کے پردے کا دھیان ہے (۱۸) اس آن بھی تمہاری وہی آن بان ہے
سینے میں پھل ہے برچھی کا ہونٹوں پہ جان ہے یہ سب ہمیتِ شہ مرداں کی شان ہے
خاطر نشاں رکھو ابھی سب ہیں خیام میں
مغرب کے وقت ہوئیں گی بلوائے عام میں

مرثیہ ۵۵

شہادت حضرت علی اصغرؑ

رن میں ابرو کماں کی آمد ہے (۱) اصغرِ بے زباں کی آمد ہے
بھوکے کی ناتواں کی آمد ہے پیاسے کی نیم جاں کی آمد ہے
یہی خیمہ میں شور ہوتا ہے
وعدہ ان کا بھی پورا ہوتا ہے

پیاس نے کر دیا ہے یہ عالم (۲) غش پہ غش آتے ہیں انھیں پیہم
ہلتے ہیں ہاتھ پاؤں بھی کم کم سینہ میں اب نہیں سماتا دم
غم سے ماتم زدوں کو سکتا ہے
ننھا سید بڑا سسکتا ہے

(۳) رو نہیں سکتے منہ بناتے ہیں — آنکھیں اُلٹی ہوئی پھراتے ہیں
خشک کام و زباں دکھاتے ہیں — غل سے رونے کے سہمے جاتے ہیں
مُنہ کھلا ہے دھڑکتی چھاتی ہے
سانس بھی اب اٹکتی آتی ہے

(۴) سینہ گرمی کے مارے جلتا ہے — ننھا سا دل بڑا اُچھلتا ہے
دم بدم رنگ کو بدلتا ہے — بس نہیں کچھ کسی کا چلتا ہے
نام پانی کا سب جو لیتے ہیں
مُنہ کو گھبرا کے کھول دیتے ہیں

(۵) ہونٹ نیلے ہیں اور چہرہ ہے زرد — جسم ہے گرم ہاتھ پاؤں ہیں سرد
جم گئی ہے جھنڈولے بالوں پہ گرد — روتے ہیں تو جگر میں ہوتا ہے درد
پیاس سے ایڑیاں رگڑتے ہیں
گڑے پاؤں سے نکلے پڑتے ہیں

(۶) رو کے کہتی ہے بانوئے دلگیر — میں کدھر جاؤں کیا کروں تدبیر
ہائے بچے مرے تری تقدیر — نہ تو پانی ملا تجھے نہ شیر
حال جب دیکھتی ہے بد زینبؑ
کہتی ہے یا علیؑ مدد زینبؑ

(۷) ہائے کیا وقت ہے پڑا ہم پر — کرنے پائے نہ ماتمِ اکبرؑ
ہوئی درپیش رحلتِ اصغرؑ — اب میں نکلوں گی اوڑھ کر چادر
لشکرِ شام پاس جاؤں گی
حال بے شیر کا سناؤں گی

(۸) کہوں گی جا کے ہوں میں سیدانی — دیکھو مرتا ہے یہ مرا جانی
تشنگی کی ہے اِس پہ طغیانی — واہ کیا خوب کی ہے مہمانی
کرو سیراب لال کو میرے
پانی دو نونہال کو میرے

(۹) فضّہ چِلاتی ہے حسینؑ آؤ — پانی بے شیر کو پلا لاؤ
اپنی بہنوں کو آ کے سمجھاؤ — علی اکبرؑ کا پُرسا دے جاؤ
آؤ برپا کرو غمِ اکبرؑ
مرگِ اصغرؑ ہے ماتمِ اکبرؑ

(۱۰) خیمہ میں آئے سرورِ عالم — جھولے سے بے زباں کو لائے حرم
شہ نے دیکھا کہ ہے لبوں پر دم — رو کے ارشاد یہ کیا پے ہم
مرے جانی مرے جگر آؤ
چلو میداں کی سیر کر آؤ

(۱۱) اے مرے پیارے اے مرے بے شیر — جانتا ہوں میں بے کس و دلگیر
شدنی ہے قضائے ربِّ قدیر — پانی تجھ کو نہ دے گی قومِ شریر
خیر میں اتنا کام کرتا ہوں
جا کے حجت تمام کرتا ہوں

(۱۲) کہہ کے یہ روتے سرورِ ذیجاہ — لیا ہاتھوں پہ اپنا غیرتِ ماہ
کیا پنہاں عبا میں خاطر خواہ — اور کہا لا الٰہ الا اللہ
لے کے پیاسے کو اشک بار چلے
پشت خم کر کے بیقرار چلے

شہ نے دامن جو رُخ سے سرکایا (۱۳) نور نے جلوہ رُخ کا چمکایا
لشکرِ ابنِ سعدؑ چلّایا چاند بدلی سے لو نکل آیا
شہ کے ہاتھوں پہ مہِ لقا دیکھا
یدِ بیضا کا معجزہ دیکھا

رو کے کہنے لگے امامِ غیور (۱۴) غافلو کچھ نہیں ہے تم کو شعور
تم سمجھتا نہیں خدا کو دُور میرے بچے کا کچھ نہیں ہے قصور
بے گنہ کی نہ جان لو یارو
میرے کہنے کو مان لو یارو

اس کا دادا ہے ساقیِ کوثر (۱۵) آج پانی دو ہو گا کل محشر
آؤ گے تم جو پیاسے اُس جا پر میں بھی ضامن ہوں اور مرا اصغرؑ
جامِ کوثر سے بھر کے لائے گا
پیاس تم لوگوں کی بجھائے گا

سب پہ ظاہر ہے اسکے جد کا حال (۱۶) سائلِ کور نے کیا جو سوال
نان دو اے شہِ خجستہ خصال بولے قنبر سے آپ نان نکال
بھوکا ہے یہ نہ دیر کر قنبر
جلد سائل کو سیر کر قنبر

بولا وہ نان ہے شتر پہ بار (۱۷) کہا دے اِس شتر کی اس کو مہار
بولا وہ ہے شترمیانِ قطار کہا دیدے قطار بے تکرار
سُنتے ہی حکم میرِ کوثر کا
چھوڑ کر ریسمان کو سرکا

پوچھا حضرت نے کیا سبب اِس کا (۱۸) عرض کی دل میں اپنے میں سمجھا
بحرِ بخشش ہے جوش پر تیرا مجھ کو دے دو تو کیا کروں مولا
ایسے فیاض کا یہ پوتا ہے
جان پانی بغیر کھوتا ہے

ظالمو واسطہ پیمبرؐ کا (۱۹) دم نکلتا ہے میرے دلبر کا
تر کرو حلق میرے اصغرؑ کا جام دُونگا میں تم کو کوثر کا
حرملہ بولا آب ملتا ہے
ٹھہرو ٹھہرو جواب ملتا ہے

لے کے دو ٹانک کی کماں بے پیر (۲۰) آیا نزدیکِ اصغرِؑ بے شیر
تاکا حلقوم آہ جوڑ کے تیر متحیر ہو گئے شہ دلگیر
بچے کو گود میں چھپانے لگے
پشت مثلِ کماں جھکانے لگے

بولے کرتا ہے کیا غضب ظالم (۲۱) مارتا کیوں ہے بے سبب ظالم
پانی مانگیں گے ہم نہ اب ظالم سُنتا تھا شہ کا کہنا کب ظالم
تیر ابرو کماں کو مارا ہے
چھ مہینے کی جاں کو مارا ہے

مرثیہ ٥٦

شہادت حضرت علی اصغرؑ

(١)
جب ناصرانِ قبلۂ عالم بچھڑ گئے — غربت میں دے کے شہ کو عجب غم بچھڑ گئے
کیا جرأتیں دکھا کے وہ ضیغم بچھڑ گئے — فوجوں کو کرکے درہم و برہم بچھڑ گئے
آیا کسی حبگہ نہ خلل اعتقاد میں
پیچھے رہے نماز میں آگے جہاد میں

(٢)
تا ظہر تھا یہ حالِ شہنشاہِ بحر و بر — روکا اُسے کیا اسے رُخصت بچشمِ تر
داغ اس کا دیکھا قتل کی اُسکی سُنی خبر — آنسو ٹپک پڑے کبھی تھاما کبھی جگر
خیمے میں آ کے تازہ خبر غم کی دے گئے
مقتل میں دوڑ کے لاش اٹھا لائے لے گئے

(٣)
مسلم کے لاڈلوں کی ہوئی یک بیک وفات — لوٹی اجل نے حضرتِ زینبؑ کی کائنات
نوشاہ نے بھی نقدِ شہادت کی لی برات — لب تشنہ قتل ہو گئے بھائی لبِ فرات
صدمے سے جاں بلب پسرِ فاطمہؑ ہوا
اکبر کے بعد کوئی نہ تھا خاتمہ ہوا

(٤)
داغِ پسر بھی سہ چکے جس دم امامِ پاک — مقتل سے آئے خیمہ میں محزون دردناک
بسمل تھیں غم سے حضرتِ زینبؑ بروئے خاک — شہ نے کہا بہن نہ کرو آپ کو ہلاک
درپیش غم ہے فاطمہؑ کے نورِ عین کا
نیزے پہ دیکھنا ہے ابھی سر حسینؑ کا

(٥)
چونکے جو غش سے عابدِ بیمار تلخ کام — کہنا کہ ہم تو قتل ہوئے تم ہو اب امام
سہنا پدر کی طرح ستم دل پہ صبح و شام — کرنا وہی کہ جس میں بنے سب بگڑوں کا کام
لٹنے کا مال و زر کے تاسف نہ کیجیو
لگ جائے گھر میں آگ مگر اُف نہ کیجیو

(٦)
پہنچے جو گہوارۂ بے شیر کے قریں — دیکھا کہ غش ہے فرطِ عطش سے وہ مہ جبیں
آنکھیں ہیں بند خشک ہیں لبہائے نازنیں — مُنہ اپنا مُنہ پہ ملنے لگے جھک کے شاہِ دیں
ٹپکے جو اشک سرورِ گردوں سریر کے
پانی سمجھ کے کھل گئے لب اُس صغیر کے

(٧)
بانوؑ سے بولے ان کو یہ مظلوم لے کے جائے — شاید کسی کو حال پہ بچے کے رحم آئے
کیا دُور ہے جو پانی کا قطرہ کوئی پلائے — کی عرض عذر کیا مجھے جو آپ کی ہو رائے
جانِ نبیؐ ہیں خلق کے سردار آپ ہیں
میرے بھی مالک انکے بھی مختار آپ ہیں

(٨)
اصغرؑ کو لے کے رن کو چلے شاہِ نامدار — انجام کے خیال سے تھا قلب بیقرار
دھوپ آئی گلبدن پہ تو جلدی بحالِ زار — دامن عبا کا ڈھانپ لیا اس پہ ایک بار
پہنچے جو نہر دیکھ کے صدمے بڑے ہوئے
اعدا کے آگے سر کو جھکا کر کھڑے ہوئے

(٩)
بڑھ کر یہ پوچھنے لگے دو چار اہلِ کیں — بچہ یہ مر گیا ہے کوئی یا امامِ دیں
فرمایا زندہ ہے ابھی میرا یہ نازنیں — دو دن کی پیاس سے ہے مگر مرگ کے قریں
مشکل ہے زندگی مرے ماہِ منیر کی
پانی پلا کے جان بچا لو صغیر کی

دی ابنِ سعدؔ کو یہ خبردار نے خبر (۱۰) آیا حضورِ قبلۂ عالم وہ خیرہ سر
بولا عبا ہٹائیے یا شاہِ بحر و بر ۔ کیا ہے زباں کا حال ہے دیکھوں تو اک نظر
دامن ہٹا دیا تو بہت غیر حال تھا
گردن ڈھلی تھی ضعف سے بچہ نڈھال تھا

کہنے لگا بمکر وہ مکار و بے ادب (۱۱) حال اس کا دیکھنے کی نہیں دل کو تاب اب
اتنی سی جان اور یہ تکلیف ہے غضب ۔ میں اس کی فکر کرتا ہوں یا شاہِ تشنہ لب
راحت ملے نہ ضعف نہ پژمردگی رہے
حضرت کو فکر اور نہ اسے تشنگی رہے

یہ کہہ کے صف سے پیچھے ہٹا دشمنِ امام (۱۲) بلوا کے حرملہ کو لعیں نے کیا کلام
ہاتھوں پہ لائے ہیں جو حسینؑ اپنا لالہ فام ۔ ناوک لگا کے کام کر اِس طفل کا تمام
جا جلد شہ کا دُرِّ یگانہ ہے سامنے
ہرگز نہ چوکنا کہ نشانہ ہے سامنے

بے رحم سے یہ حکم جو پایا شریر نے (۱۳) ایماں کے گھر کو ہاتھ سے ڈھایا شریر نے
مرتے ہوئے پہ رحم نہ کھایا شریر نے ۔ دو ڈانک کی کماں کو چڑھایا شریر نے
وہ فکر کی کہ حشر مچے آلِ پاک میں
صف کے عقب کھڑا ہوا بچہ کی تاک میں

سنتا تھا کب کسی کی ستم پیشہ وہ شریر (۱۴) اُس رُخ کماں بڑھا کے ہوا آپ گوشہ گیر
کانپی زمیں لرز گیا صدمہ سے چرخِ پیر ۔ اصغرؑ کا حلق تاک کے مارا شقی نے تیر
پیکانِ ظلم پارہ جو گردن سے ہو گیا
فرزندِ بوترابؑ کا دل سن سے ہو گیا

بسمل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلعذار (۱۵) سر تا قدم لرزنے لگے شاہِ نامدار
آیا نہ کچھ زباں پہ بجز شکرِ کردگار ۔ کھینچا جو تیرِ ظلم تو چھوٹی لہو کی دھار
اُبلا جو خونِ لختِ دل آنکھوں کے سامنے
اُس زخم سے ملا دیا چلّو امام نے

لبریز خوں سے ہو گیا جس وقت دستِ پاک (۱۶) چاہا کہ پھینک دیں اِسے مولا برُوئے خاک
کی عرض یہ زمیں نے بآوازِ دردناک ۔ کیا دورِ غم سے گر مرا سینہ ہو چاک چاک
ہر بوند اس کی میرے کلیجہ کو تیر ہے
مولا یہ خونِ ناحقِ طفلِ صغیر ہے

شہ نے اُٹھایا ہاتھ سوئے چرخ ناگہاں (۱۷) تھرّا کے آسماں نے صدا دی کہ الاماں
رکھئے معاف بہرِ خداوندِ انس و جاں ۔ آئے اگر یہ خوں اِدھر اے سرورِ زماں
ہر ذی حیات پانی کو ترسے زمین پر
تا حشر پھر سحاب نہ برسے زمین پر

اُس دم دلِ حزیں کو جو صدمہ ہوا کمال (۱۸) مجبور ہو کے رونے لگے شاہِ خوشخصال
بولے یہ جھک کے لختِ جگر سے بصد ملال ۔ بتلاؤ کیا کرے یہ لہو فاطمہؑ کا لال
انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

مرثیہ ۵۷

شہادت حضرت علی اصغرؑ

(۱)
باٗنو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے — بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
نے دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے — پھرتی ہے آس پاس یہ جینے سے یاس ہے
کہتی ہے کیا کروں میں دُہائی حسینؑ کی
پُتلی پھری ہے آج مرے نورِ عین کی

(۲)
فریاد یا علیؑ میں کدھر جاؤں یا علیؑ — اِن داغوں کو کہاں سے جگر لاؤں یا علیؑ
کس طرح اِن کی سانس کو ٹھہراؤں یا علیؑ — پانی کا قحط ہے میں کہاں پاؤں یا علیؑ
پچھلی کو آنکھ کھولے تھے اب کھولتے نہیں
روتے نہیں ہمکتے نہیں بولتے نہیں

(۳)
آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو — لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو
اِس بے زباں کا حال سناؤ امام کو — نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو
اکبرؑ کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں
کوئی پکار لو وہ ابھی ہوں گے راہ میں

(۴)
حضرت لُٹا رہے تھے ابھی لاشِ جواں — جو خیمے سے بلند ہوئی بیبیوں کی فغاں
بولے کہ چین بھائی کو بن بھائی کے کہاں — اکبرؑ تمہاری لاش کا حافظ نگاہباں
ہم خیمہ گہ میں جاتے ہیں اصغرؑ بلاتے ہیں
ان کو بھی پاس لا کے تمہارے لِٹاتے ہیں

(۵)
ماتم سرا میں گنجِ شہیداں سے شاہ آئے — مُنہ پر جواں بیٹے کا تازہ لہو لگائے
بچے کے ہاتھ پاؤں ہلا کر انھیں دکھائے — جھولے پہ ہاتھ پکڑے ہوئے اہلِ بیت لائے
رو کر کہا کہ سانس فقط آشکار ہے
ہو اس کا کیا حساب کہ دم کا شمار ہے

(۶)
بیٹھے سرہانے جھولے کے شبیرؑ سر جھکائے — اصغرؑ کے کان سے لبِ معجز نما ملائے
چُپکے سے کچھ کہا کہ وہ سنتے ہی مسکرائے — سُوئے حسینؑ ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے
بولی سکینہؑ بابا نے مشکل کُشائی کی
اماں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

(۷)
ادر ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا — ہاتھوں پہ اُس کو لے کے چلے شاہِ کربلا
اصغرؑ پہ ماں نے ڈال دی اُجلی سی اک ردا — لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا
چادر نہ تھی وہ چہرۂ پُر آب و تاب پر
ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

(۸)
چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے — پہنچے قریبِ فوج تو تھرا کے رہ گئے
چادر پسر کے چہرہ سے سرکا کے رہ گئے — غیرت سے رنگ اُڑ گیا تھرا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے یہ ہم ان کو لائے ہیں
اصغرؑ تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

(۹)
یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصوروار — گر میں بقولِ شمر و عمر ہوں گناہ گار
ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار — تشنہ ہے بے زباں نبی زادہ شیر خوار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

پھر ہونٹ بے زبان کے چومے جھکا کے سر (۱۰) رو کر کہا جو کہنا تھا سو کہہ چکا پدر
باقی رہی نہ بات کوئی اے مرے پسر — سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر
پھیری زباں لبوں پہ جو اُس نورِ عین نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا حسینؑ نے

مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں (۱۱) لی حرملہ نے شانے سے دوسطانک کی کماں
ترکش سے جبکہ کھینچ لیا تیرِ جاں فشاں — چھوڑا کماں سے تاک کے حلقومِ بے زباں
چھٹتے ہی حلق بچے کا چھیدا جو تیر نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا صغیر نے

کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ دہل گیا (۱۲) سوکھے گلے سے خون کا دریا اُبل گیا
تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ تو منہ کا ڈھل گیا — ٹوپی گری زمین پہ اور دم نکل گیا
ننھی کلائیوں میں تشنج سے بل پڑے
ہچکی جو آئی منہ سے انگوٹھے نکل پڑے

منہ آسماں سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا (۱۳) دیکھا کہ پار حلق سے تیرِ جفا ہوا
بچہ تڑپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا — اور ننھا ہاتھ زخمِ گلو پر دھرا ہوا
آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیور بدلتے ہیں
آگے تو دودھ اگلتے تھے اب خوں اُگلتے ہیں

کھینچا گلے سے بچے کے آہستہ شہ نے تیر (۱۴) اور ہاتھوں پر بلند کیا لاشۂ صغیر
گردن جھکا کے بولے کہ اے خالقِ قدیر — مقبول ہو حسینؑ کا یہ فدیۂ اخیر
ششماہہ کوئی کشتۂ تیرِ ستم نہیں
یہ بے زبان ناقۂ صالح سے کم نہیں

مرثیہ ۵۸

شہادت حضرت علی اصغرؑ

جب وارثِ خلیل شہ کربلا ہوئے (۱) اوّل خدا کی راہ میں اکبرؑ فدا ہوئے
پھر ثانئِ ذبیح تمام اقربا ہوئے — ہدیئے شہ ہدیٰ کے قبولِ خدا ہوئے
آئی ندا جو چاہتے ہو کارساز کو
ششماہہ طفل نذر کرو بے نیاز کو

کی عرض شہ نے بارِ خدایا ابھی ابھی (۲) حاضر ہے شیرخوار میں لایا ابھی ابھی
گھر میں گیا حسینؑ اور آیا ابھی ابھی — اِن کو بھی قتل گاہ میں بسایا ابھی ابھی
پر زخم کون سا ہو گلوئے صغیر میں
خنجر میں ہے ثواب زیادہ کہ تیر میں

اکبرؑ تھا ملک خالقِ اکبر حسینؑ کون (۳) مالک کا مال ہے علی اصغرؑ حسینؑ کون
عابدؑ بھی ہے امانتِ داور حسینؑ کون — اہلِ حرم کا گھر ہے ترا گھر حسینؑ کون
چاہا بسایا یا کہ اُجاڑا ملال کیا
بندے کو اس میں چون و چرا کی مجال کیا

قطرہ کا آج قلزمِ رحمت سے ہے وصال (۴) قابل ترے ملے کوئی تحفہ یہ ہے محال
نذرانۂ ملازمتِ ربِ ذوالجلال — سونپا ہوں اپنے حسبِ لیاقت میں خستہ حال
دو ہدیئے لاؤں بارگہ کردگار میں
سر ہاتھ میں ہو لاشۂ اصغرؑ کنار میں

فرزند کو خلیل نے قربان جب کیا (۵) تحفہ غذا کھلائی اور آبِ خنک دیا
اصغرؑ نے دودھ بھی کئی دن سے نہیں پیا تڑپے نہ تیر کھا کے تو ہے شانِ کبریا
چشمِ قبول اس پہ ہو ربِّ جلیل کی
یہ نذر آخری ہے حقیر و ذلیل کی

آئی ندا کہ تم ہو دو عالم کے افتخار (۶) خاتم تمہارے نانا تھے آدمؑ کے افتخار
تم ہو خدا کے فضل سے خاتم کے افتخار کرسی کے زیب عرشِ معظم کے افتخار
بندے مری خدائی کا تو زیبِ زین ہے
دونوں جہاں میں ایک خدا اک حسینؑ ہے

آنکھوں سے مثلِ اشک چلے حکمِ حق پہ شاہؑ (۷) ماتم سرا میں آتے ہی ہر سمت کی نگاہ
پوچھا کہاں ہے ہدیۂ مقبولِ بارگاہ نذرِ خدا امانتِ حق فدیۂ الٰہ
بولے حرم اُنہی کو تو ہم لوگ روتے ہیں
فدیئے خدا کے گنجِ شہیداں میں سوتے ہیں

بانوئے نامراد کو حضرت نے دی صدا (۸) اے ہاجرِ زمانہ پیغمبرِ خدا
اللہ کی کنیز نوازی پہ ہو فدا آیا ہوں تیرے پاس فرستادۂ خدا
اکبرؑ تو کب کے داخلِ دربارِ رب ہوئے
لو اب تمہارے ہنسلیوں والے طلب ہوئے

جھولے سے تشنہ لب کو جو لائی وہ خستہ تن (۹) ہاتھوں پہ لے کے رونے لگے شاہِ بے وطن
ٹپکے جو منہ پہ بچے کے اشکِ شہِ زمن پانی سمجھ کے کھول دیا پیاسے نے دہن
پپڑائے لب تو ہو گئے پانی کی آس میں
پر کھل سکی نہ آنکھ نقاہت سے پیاس میں

القصہ وہاں ہوئے رن کو شہ ہُدا (۱۰) ہاتھوں پہ بچہ بچے پر اُجلی سی اک ردا
بچے کی موت بڑھ کے یہ دینے لگی ندا جلاّد دو آ کہ لاتے ہیں شہ فدیۂ خدا
اُمت کے شیرخواروں پہ احسان کرتے ہیں
اب دودھ پیتے بچے کو قربان کرتے ہیں

پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِ فلک جناب (۱۱) مستغیثانہ اہلِ جفا سے کیا خطاب
پانی کا ملتجی نہیں ابنِ بوترابؑ استغفر اللہ آلِ نبیؐ اور سوالِ آب
دیتا ہے جو سبھوں کو اُسی سے سوال ہے
منظور بے زبان کا اظہارِ حال ہے

دو اِک قدم کی ہو جو نہ تکلیف ناگوار (۱۲) آنکھوں سے اپنی دیکھ لو احوالِ شیرخوار
آگے بڑھے جو اُن میں سے ہو ہو کے شرمسار چادر اُلٹ دی شاہؑ نے چہرہ سے ایک بار
دیکھا تو شہ کے ہاتھوں پہ بچہ نڈھال تھا
بجھتے ہوئے چراغ کی لو کا سا حال تھا

بولے حسینؑ دیکھ چکے وہ پکارے ہاں (۱۳) فرمایا پھر حمیتِ اسلام ہے کہاں
ہے جاں بلب عطش سے تمہارا یہ مہماں طالب نہیں صراحی و ساغر کا بے زباں
مشہور ان کے گھر کی قناعت ہے خلق میں
دو چار قطرے پانی کے ٹپکا دو حلق میں

اترے بھی یا نہ اترے پانی گلے سے اب (۱۴) تالو سے لگ گئی ہے زباں اور لب سے لب
پوری یہ بات کہہ نہ چکے تھے شہِ عرب ننھے گلے پہ تیر لگا آ کے ہے غضب
کھاتے ہی تیر سانس گلے میں اٹک گئی
ہاتھوں پہ شہ کے بچے کی گردن ڈھلک گئی

رگڑے یہ ننھے پاؤں کہ گھنگرو نکل پڑے (۱۵) منہ سے انگوٹھے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے
ہو ہو کے ڈھیلے جوشنِ باز و نکل پڑے حیدرؑ رجاں سے کھول کے گیسو نکل پڑے
شہ بولے قدر بڑھ گئی مجھ دل ملول کی
نذرِ حسینؑ ربِّ عُلا نے قبول کی

یہ کہہ کے آئے گنجِ شہیداں میں بیقرار (۱۶) بیٹھے زمیں پہ بر میں لئے لاشِ گلعذار
ممکن نہ گورکن تھا نہ کوئی معین و یار آخر لحد کے کھودنے کو نکلی ذوالفقار
منظور ہے جو شہ کو رضا کردگار کی
ننھی سی قبر کھودنے تھے شیر خوار کی

پھر صاف کر کے ہاتھوں سے اصغرؑ کی خوابگاہ (۱۷) باندھا عمامہ ننھا سا میت کے سر پہ آہ
اور قبلہ رُو لحد میں لٹا کر پکارے شاہؑ جلدی ہمیں بلائیو اے فدیۂ الٰہ
پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے مزار پر
آنسو ٹپک پڑے لحدِ شیر خوار پر

مرثیہ ۵۹

شہادت حضرت علی اصغرؑ

جب تیغ سے قلم شہِ دیں کا گلا ہوا (۱) سجدے میں ذبح سبطِ رسولِ خدا ہوا
دونوں جہاں میں محشرِ تازہ بپا ہوا غل تھا شہید خامسِ آلِ عباؑ ہوا
جلنے لگے خیام کسی کو نہ کل پڑی
بھائی کو پیٹتی ہوئی زینبؑ نکل پڑی

وہ آگ وہ قنات وہ بے چوبہ بلند (۲) فاقوں سے کانپتا تھا غریبوں کا بند بند
آنکھیں دھوئیں سے بند زبانیں عطش سے بند جائیں کہاں نکل کے اس آفت سے دردمند
عابدؑ پہ تھی عجیب مصیبت بخار میں
بالی سکینہؑ دوش پہ باقرؑ کنار میں

مقتل میں گرتے پڑتے حرم آئے نیم جاں (۳) منہ فق حواس باختہ آنکھوں سے خوں رواں
محتاج اک نقاب کا تھا سارا کارواں باندھیں صفیں غریبوں نے مقتل کے درمیاں
ماتم دھڑا دھڑی کا ہوا قتل گاہ میں
آواز گو نجنے لگی عرشِ الٰہ میں

مومنو خلاصہ سنو اس بیان کا (۴) بانو کو پرسہ دو چھ مہینے کی جان کا
پر حال کس زباں سے کہوں بے زبان کا کیوں گر پڑا نہ پھٹ کے طبق آسمان کا
جھولے میں دی پناہ نہ ماں کے کنار میں
کاٹی عدو نے گردنِ اصغرؑ مزار میں

لپٹے ہوئے عزیزوں کی لاشوں سے تھے حرم (۵) جو آہ سر شہیدوں کے ہونے لگے قلم
گن گن کے خود عمر نے کئے نیزوں پر علم بولا ملازموں سے ابھی ایک سر ہے کم
اس دم مجھے خیال عتابِ یزید ہے
عرضی میں لکھ چکا ہوں بہتر شہید ہے

کی عرض قاتلوں نے کہ ہاں سچ ہے اے امیر (۶) ہے قتل گہ میں دفن کیا شہ نے اک صغیر
پایا تھا تین روز سے جس نے نہ آب و شیر چلایا حرملہ جسے مارا تھا میں نے تیر
پھر شہ نہ گھر میں رخصتِ سادات کو گئے
تربت بنائی سجدہ کیا ذبح ہو گئے

۷ پیٹیں گے اس بیاں سے سب کو وک فجوں — یہ تازہ واقعہ ہے غضب کی ہے داستاں
کیوں خشک ہو گئی نہ ستم گار کی زباں — بولا عمرؔ تلاش کرو قبر کا نشاں
بچے کی قبر کھود کے سر کو قلم کرو
اکبر کے سر کے پاس سناں پر علم کرو

۸ بعضے لرز لرز کے پکارے کہ الحذر — ہم تو نہ قبر کھودیں گے ظالم خدا سے ڈر
اِس بے زباں شہید کے سِن پر تو رحم کر — سوتا ہے ساری رات کا جاگا لہو میں تر
دیکھے نہ چین جھولے کے نہ ماں کی گود کے
بچے کا سر نہ کاٹیں گے ہم قبر کھود کے

۹ کیا اس کی قبر سے تجھے دعویٰ ہے اے لعیں — حضرت نے مول لی تھی یہ مقتل کی سب زمیں
بے دفن ہے مع رفقا بادشاہِ دیں — بے گھر ہیں اہلبیتِ شہنشاہِ مرسلیں
مُردوں کو گور زندوں کی خاطر مکاں نہیں
اک بچہ قبر میں ہے اُسے بھی اماں نہیں

۱۰ بے رحم جو ازل سے ہو کیا اسکو رحم آئے — تاکید نیزہ داروں کو یہ کی عمر نے ہائے
آنے نہ فرق حکم میں ایماں بلا سے جائے — دو خلعت اس کو دوں جو سرِ شیر خوار لائے
تسلیم کر کے ایک ستم گر رواں ہوا
بہرِ تلاش مرقدِ اصغرؑ رواں ہوا

۱۱ روتے تھے لاش ہائے شہیداں پہ سب حرم — کیا دیکھتے ہیں آتا ہے اک بانیٔ ستم
نوکِ سناں چبوتا ہے مٹی میں دم بدم — فضہؓ پکاری خیر کرے ربِ ذوالکرم
یہ قبر ڈھونڈتا ہے کسی نازنین کی
نیزے سے دیکھتا ہے یہ نرمی زمین کی

۱۲ بانو نے پوچھا دیدۂ دل سے بہا کے خوں — جویا ہے کس کی قبر کا یہ ظالمِ زبوں
فضہؓ پکاری خاک بسر منہ میں کیا کہوں — میں کس زباں سے صاحبِ تربت کا نام لوں
کھودے گا مقبرہ چھ مہینے کی جان کا
مانگا ہے ابنِ سعد نے سر بے زبان کا

۱۳ پیکان جس گلے سے ابھی ہو چکا ہے پار — ہے ہے اُسی گلے پہ پھرے گی چھری کی دھار
آرام گاہ مُردوں کا ہے گوشۂ مزار — بی بی کے لختِ دل کو وہاں بھی نہیں قرار
نے فاتحہ نہ پھول کسی نورِ عین کے
ہوتے ہیں ذبح قبر میں بچے حسینؑ کے

۱۴ رن میں وہ نیزہ دار جو ہر سمت تھا رواں — یک جا زمینِ نرم ملی اس کو ناگہاں
پیوستہ اُس زمیں میں جو ظالم نے کی سناں — آوازِ ہولناک فلک سے ہوئی عیاں
ہشیار یہ زمین نہیں عرشِ پاک ہے
پیارا خدا کے نور کا پیوندِ خاک ہے

۱۵ غالب تھی حرصِ زر نہ ڈرا دشمنِ الٰہ — نیزہ زمیں سے کھینچ کے اس نے جو کی نگاہ
پایا عمامہ بچے کے سر کا سناں پہ آہ — مُڑ کر عمرؔ کی سمت پکارا وہ رُوسیاہ
لے خاک چھاننے سے خوشی اِس گھڑی ہوئی
پائی حسینؑ امام کی دولت گڑی ہوئی

۱۶ یہ کہہ کے اِس سے ہنسنے لگا وہ عدوئے دیں — بانو کے اضطراب پہ اب رو رہی تھی مومنیں
وہ نیزہ پر عمامۂ فرزندِ نازنیں — وہ ننھی سی قبر کھودنے کو مستعد لعیں
وہ ننھی لاش قبر سے باہر نکالنا
وہ بہرِ ذبح میان سے خنجر نکالنا

مرثیہ ۶۰

شہادت حضرت علی اصغرؑ

(۱)
جب سے کہ ہوا سلسلہ تولیدِ بشر کا
پہلے دلِ حوا کو ملا داغ پسر کا
ہابیل کی رحلت سے گیا نورِ نظر کا
پر خاتمہ بانوؑ پہ ہے اس داغِ جگر کا
پر ماں نے ہے اس عالمِ ایجاد میں دیکھا
بانوؑ نے جو کچھ ماتمِ اولاد میں دیکھا

(۲)
حوا کو جو ہابیل کی میت پہ غش آیا
جبرئیل نے پُرسا دیا آدمؑ نے اُٹھایا
مقتل میں جو اکبرؑ کو پڑا بانوؑ نے پایا
یہ تڑپی کہ جو آپ کو اشتر سے گرایا
کیا بغض تھا بانوؑ سے امامِ مدنی سے
اعدا نے اُٹھایا بھی تو برچھی کی انی سے

(۳)
یاد نہیں واللہ یہ مضمون خیالی
لکھا ہے کہ جب قتل ہوئے سیدِ عالی
غل پڑ گیا شبیرؑ سے دنیا ہوئی خالی
بولا پسرِ سعد بصد عیش و بحالی
اے لشکریو فتح ہوئی نذرِ ظفر دو
بس کاٹ کے ہفتاد و دو تن کے مجھے سر دو

(۴)
سرہائے شہیدانِ بلا کٹ گئے یکسر
ہر شمعِ شبستانِ حسینی ہوئی بے سر
سر شکرِ اللہ کے لئے آیا جو لشکر
سب سر وہاں موجود تھے اِلّا سرِ اصغرؑ
سرپاسوں کے دیتے تھے عدو نذرِ عمر کو
ہر سر پہ کھڑی پیٹتی تھی فاطمہؑ سر کو

(۵)
سر دیکھ کے وہ سب عمرِ سعدؑ نے پوچھا
اے غازیو اک طفل بھی تو قتل ہوا تھا
سُنتا ہوں کہ پیتا تھا ابھی دودھ وہ بچہ
دو مجھ کو سر اس ننھے سے بچے کا ہے کس جا
وہ سر بھی سرِ شہ کے قریں زیبِ سناں ہو
خورشید کے پہلو میں ستارہ بھی عیاں ہو

(۶)
تب حُرملا نزدیکِ عمرؑ آ کے پکارا
اصغرؑ ہے وہ اصغر ہے اُسے میں نے ہے مارا
پر اب جو کیا ہم نے شہیدوں کا نظارا
سب چاند سے روشن ہیں نہیں پر وہ ستارا
مقتل میں شہیدوں کا ہر اک خورد و کلاں ہے
معلوم نہیں ننھی سی وہ لاش کہاں ہے

(۷)
یہ سُن کے عمرؑ بولا لو کھُل گیا ہم پر
خیمہ ہی میں ہے لاش کہ سب کہتے ہیں رو کر
ہے ہے علی اصغرؑ علی اصغر علی اصغرؑ
لشکر سے کہا لوٹ لو اب خیمۂ سرورؑ
تاراج جو خیمہ شہِ دلگیر کا کرنا
لاشا بھی تلاشِ اصغرِ بے شیر کا کرنا

(۸)
لکھا ہے یہ راوی کہ چلی فوج سب اکبار
وہ خیمۂ خاص آلِ نبیؐ کا ہوا بازار
زر کا کوئی گاہک کوئی چادر کا خریدار
کوئی طمعِ زر میں کوئی طالبِ دینار
اِک آگ لگاتا تھا خیامِ شہِ دیں کو
اِک کھینچتا تھا فرش سے سجادؑ حزیں کو

(۹)
پھرتے تھے عدو چار طرف دھیان لگائے
اِک بی بی ملی ایک جگہ سر کو جھکائے
روتی تھی کلیجے سے کوئی چیز لگائے
چھوٹی سی سفید ایک ردا اُس پہ اڑھائے
گر پوچھتا ہے کوئی تری گود میں کیا ہے
کہتی ہے کلیجے کے تڑپنے کی دوا ہے

(۱۰) زینبؑ سے کہا شمرِ لعیں نے کیا نام ہے اس کا ۔ رونے لگی اور زینبِؑ بےکس ہوئی گویا
کیا تجھ کو میں بتلاؤں کہ ہے کون یہ دُکھیا ۔ خاتونِ قیامت کی بہو کہتی ہے دُنیا
شہزادیٔ اقلیم عجم اس کا لقب ہے
شبیرؑ کی جانب سے یہ بانوئے عرب ہے

(۱۱) کہنے لگا سر اپنا ہلا کر وہ بد ایماں ۔ ہاں بانوئے سُلطانِ دو عالم ہے یہی ہاں
بانو کے قریں آیا کئے تیغ کو عُریاں ۔ بولا کہ تری گود میں کچھ مال ہے پنہاں
بھاری کوئی زیور ہے دیا شہ نے منگا کر
تو نے جسے رکھا ہے کلیجے سے لگا کر

(۱۲) جو ہو مجھے دیدے یہی انسب ہے بجا ہے ۔ ورنہ یہ مری تیغ ہے اور تیرا گلا ہے
رو کر کہا بانو نے کہ پھر ڈر مجھے کیا ہے ۔ لے کاٹ لے سر اس میں اگر تیرا بھلا ہے
زیور ہے مری گود میں نے کیسۂ زر ہے
واللہ یہ تعویذِ تسلیِ جگر ہے

(۱۳) لے جاؤں گی زر تجھ سے چھپا کر میں کہاں آہ ۔ اب قید میں تا شام چلوں گی ترے ہمراہ
نادار ہوں محتاج ہوں اللہ ہے آگاہ ۔ کچھ سیم جواہر نہیں ہیں گود میں واللہ
یہ دولتِ دُنیا نہیں سوگند خدا کی
کیا لے گا یہ لُوٹی ہوئی دولت ہے قضا کی

(۱۴) رحم آیا اُسے غربتِ بانو پہ نہ زنہار ۔ بیداد کی ایسی کہ گری بانوئے ناچار
ظالم نے وہ اُجلی سی ردا اُلٹی جو اک بار ۔ دیکھا کہ نہ زیور ہے نہ درہم ہے نہ دینار
کچھ دودھ بھی کچھ خون بھی باچھوں میں بھرا ہے
لاشا علی اصغرؑ کا کلیجہ پہ دھرا ہے

(۱۵) ہیں بانوؑ کے کاندھے پہ پڑے مٹھی بند ہے ہاتھ ۔ اور سینۂ بانوؑ پہ ہے سر چھوٹا سا بہہ ہات
مُنہ کھولے ہوئے ہے لیٹا ہے اسطرح وہ خوش ذات ۔ گویا کہ کہا چاہتا ہے ماں سے کوئی بات
ننھی سی کئی ہیکلیں گردن میں پڑی ہیں
سب ہنسلیاں اُلجھی ہوئی گردن میں پڑی ہیں

مرثیہ ۶۱

شہادت حضرت علی اصغرؑ

(۱) بانوؑ پچھلے پہر اصغرؑ کے لئے روتی ہے ۔ ایک وہ جاگتی ہے خلقِ خدا سوتی ہے
سر کو بھی پیٹتی ہے جان کو بھی کھوتی ہے ۔ یہ عجب غم ہے کہ تسکین نہیں ہوتی ہے
پیٹتے پیٹتے بے ہوش جو ہو جاتی ہے
علی اصغرؑ علی اصغرؑ کی صدا آتی ہے

(۲) کبھی کونے میں وہ مُنہ ڈھانپ کے چلاتی ہے ۔ اور کبھی صحن میں گھبرا کے نکل آتی ہے
کوکھ پکڑے ہوئے ہر ایک طرف جاتی ہے ۔ ڈھونڈتی ہے مگر اصغرؑ کو نہیں پاتی ہے
تن کو لرزش ہے جُدا اور ہے مُنہ زرد جُدا
دل تڑپتا ہے جُدا سینہ میں ہے درد جُدا

(۳) کبھی کہتی ہے کہ گھر میں مرے اندھیارا ہے ۔ علی اصغرؑ کی جُدائی نے مجھے مارا ہے
ہائے میں گھر میں ہوں جنگل میں مرا پیارا ہے ۔ مہربانی جو کرے موت تو چھٹکارا ہے
کب تلک راتوں کو ہم نالہ و فریاد کریں
یا الٰہی علی اصغرؑ مجھے اب یاد کریں

گود کو پھیلا کے کبھی کہتی ہے دلبر آجا (۴) روح بے چین ہے آجا علی اصغرؑ آجا
دل تڑپتا ہے مرا گود کے اندر آجا — فاطمہؑ کے لئے آجا بیٹے حیدرؑ آجا
بوند پانی کے لئے ہائے تری جان گئی
آئیں صدقے گئی واری گئی قربان گئی

آ کے سینے سے مرے سینہ لگا دو بیٹا (۵) آگ بھڑکی ہے کلیجہ میں بجھا دو بیٹا
خشک منہ اپنا مرے منہ سے ملا دو بیٹا — اک نظر چاند سی تصویر دکھا دو بیٹا
جاؤ پھر خلد میں ماں تم کو نہ بہلائے گی
اک دم سے نہ زیادہ تمہیں ٹھہرائے گی

لوریاں ہم تمہیں اے لال دیا کرتے تھے (۶) آپ لیٹے ہوئے جھولے میں ہنسا کرتے تھے
گھٹنیوں گھٹنیوں گر آپ چلا کرتے تھے — کرتا پکڑے ہوئے ہم ساتھ رہا کرتے تھے
ہاں ماں باپ سے قسمت نے چھڑایا تم کو
سونے جنگل میں مری جان سلایا تم کو

یاد ہر چیز تری آتی ہے اے نیک خصال (۷) مری نظروں کے تلے پھرتی ہے وہ تیری چال
چھوٹی چھوٹی وہ بھویں اور جھنڈولے وہ بال — چھوٹی چھوٹی وہ تری انگلیاں اے میرے لال
بوئے گل آتی تھی بیٹا تیرے پیراہن میں
خوب کھلتی تھی علی بند تری گردن میں

خلق سب سوتی ہے راتوں کو گھروں میں اپنے (۸) ہم اگر لیتے ہیں کروٹ تو قسم لو ہم سے
نیند آتی مرے پہلو میں اگر تم ہوتے — تم تو اے لخت جگر گود میں مرقد کے گئے
یاد اس پالنے والی کی بھلائی تم نے
پائینتی باپ کی اے لال بسائی تم نے

ہائے اصغر نہ ترا دن ہوا ماں سے ادا (۹) بوجھ کوئی مری گردن سے نہ اترا تیرا
نہ تری سالگرہ کی نہ ترا دودھ بڑھا — نہ لحد تم کو ملی اور نہ کفن تم کو ملا
تم تو مارے گئے چھاتی پہ لٹاؤں کس کو
چھوٹے چھوٹے یہ شلوکے میں پہناؤں کس کو

بین کرتی تھی یہ سر پیٹ کے بانو دکھیا (۱۰) آگئے اس طرح سے ہے دی پرغم نے لکھا
آئی اک سمت سے واں پیٹنے رونے کی صدا — ہر طرف بانوئے بیکس نے بہ حسرت دیکھا
رو کے کہنے لگی معلوم نہیں ہوتا ہے
کوئی بیٹھا ہوا ہمراہ مرے روتا ہے

کون ہے میری طرح دکھ میں پھنسا اے داور (۱۱) کون بے کس ہے مری طرح سے روتا آکر
یہ وہ کہتی تھی کہ یہ آئی صدا اس جا پر — اے بہو خلد سے آیا ہے یہاں پیغمبرؐ
تیرے رونے نے اذیت مجھے پہنچائی ہے
قبر سے آہ تری مجھ کو اٹھا لائی ہے

غش ہوئی سن کے محمدؐ کا سخن وہ دکھیا (۱۲) غش میں کیا دیکھتی ہیں آئیں جناب زہراؑ
تن میں کالی کفنی بال کھلے سر ننگا — خاک گیسو پہ پڑی اور لہو منہ پہ لگا
لب پہ فریاد ہے دریائے الم جوش میں ہے
لاش اک ننھی سی اس بی بی کی آغوش میں ہے

پیٹ کر سر کو یہ کہتی تھی بتولؑ عذرا (۱۳) اے بہو دیکھ لے تو اپنے پسر کا لاشا
ہے مری گود کے اندر ترا بھولا بھالا — خلد سے تیرے دکھانے کو ہے آئی زہراؑ
کوئی اس طرح بھلا راتوں کو چلاتا ہے
سن کے اصغر ترے رونے کو تڑپ جاتا ہے

غش میں بانوؑ نے جو یہ فاطمہ زہراؑ سے سُنا (۱۴) ہاتھ پھیلا دیئے اور گود میں اصغرؑ کو لیا
مُنہ سے مُنہ اُس کے ملا اور لبوں کو چوما خوب لپٹا کے کلیجے سے یہ رو رو کے کہا
ننھی جُدائی نے نری آگ لگائی بیٹا
تم نے وہ آگ مرے دِل کی بجھائی بیٹا

مرثیہ ۶۲

شہادت حضرت علی اصغرؑ

روانہ نہر لبن کو جو شیر خوار ہوا (۱) زباں دِکھانے پہ گردن سے تیر پار ہوا
تڑپ کے ہاتھوں پہ حضرت کے ہمکنار ہوا خزاں ہوا جو وہ گُل تو گلے کا ہار ہوا
اُدھر تو شاہ کو یہ صدمۂ جگر پہنچا
ادھر مدینے سے صغراؑ کا نامہ بر پہنچا

لہو میں غرق کھڑے تھے کمر جھکائے ہوئے (۲) پسر کی ننھی سی میت گلے لگائے ہوئے
لہو بھرا ہوا دامن اُسے اُڑھائے ہوئے کفن کی فکر میں خیمہ کو منہ پھرائے ہوئے
یہ حال دیکھ کے قاصد کی آس ٹوٹ گئی
ہوا یہ رعشہ کہ نورا مُہار چھوٹ گئی

اُتر کے ناقے سے آداب وہ بجا لایا (۳) مگر حسینؑ تھے بیہوش کچھ نہ فرمایا
وہ نوحہ کرتا ہوا اور متصل آیا نگاہِ یاس سے مُنہ دیکھ کر یہ چلّایا
قرار دو مجھے میں بیقرار ہوتا ہوں
حسینؑ جان کے تم پر نثار ہوتا ہوں

کہو بقیۂ اولادِ مرتضٰےؑ ہو تم (۴) امیرِ لشکرِ اللہ و مصطفٰی ہو تم
غریبِ کوفہ و مظلومِ کربلا ہو تم بنا دو قاسمؑ نادار کے چچا ہو تم
جواب دو پدرِ نامرادِ اکبرؑ ہو
جنابِ حضرتِ عباسؑ کے برادر ہو

بہن ہے آپ کی زینبؑ سکینہؑ دختر ہے (۵) ہراول آپ کے لشکر کا حُرِ صفدر ہے
وطن میں بھی کوئی بیٹی علیل و مضطر ہے حضور کا کوئی ننھا سا لال اصغر ہے
زہیرؑ اور حبیبؑ آپ کے مصاحب ہیں
جناب عونؑ و محمدؑ کے ماں صاحب ہیں

حسینؑ بھر کے دمِ سرد بولے اے غمخوار (۶) امیر کون ہے میں تو ہوں بیکس و ناچار
کہاں ہیں اکبرؑ و قاسمؑ کہاں علم بردار خدا کے بندے تھے یہ سب ہوئے خدا پہ نثار
سپاہِ ظلم نے تنہا سمجھ کے گھیرا ہے
ہزاروں تیغیں ہیں اور اک حلق میرا ہے

ہٹائی چہرے سے اصغرؑ کے خوں بھری چادر (۷) پسینہ موت کا ماتھے سے پونچھ منہ نامہ بر
پکارے مرد کی آنکھوں پہ ہونٹوں کو رکھ کر لکھی ہے فاطمہؑ نے دیدہ بوسی اصغرؑ
گواہ رہیو کہ ناقہ سے چومتا ہے حسینؑ
اور ان کے بھائی کی آنکھوں کو چومتا ہے حسینؑ

بناوں ننھی سی قبر ان کی اے خجستہ سیر (۸) تو لے چلوں پسرِ نوجواں کے لاشہ پر
تو پڑھیو لاشۂ اکبرؑ پہ نامۂ خواہر یہ کہہ کے گھوڑے سے اترے امامِ جن و بشر
زمین قبر کی خاطر پسند کرنے لگے
مزار کھود کے نالے بلند کرنے لگے

(۹) لہو سے غسل تو اصغر کو دے چکی تھی قضا — ملی بصورتِ کافور شہ نے خاکِ شفا
اُتارا قبر میں اصغرؑ کا خوں بھرا لاشہ — لٹا کے خاک پہ قبلہ کی سمت منہ پھیرا
پھر اپنے چاند کو جب خاک میں چھپانے لگے
تو یا علیؑ کہا اور ہاتھ تھرتھرانے لگے

(۱۰) یہ حال دیکھ کے قاصد نے کی مددگاری — لحد میں انگلیوں سے خاک ڈالی اک باری
پکاری خیمہ کے در سے یہ بانوؑ دکھیاری — یہ کس کی قبر کی ہوتی ہے رن میں تیاری
حسینؑ بولے کہ صدمے نئے گذرتے ہیں
تمہارے ہنسلیوں والے کو دفن کرتے ہیں

(۱۱) گری زمیں پہ کلیجہ پکڑ کے وہ ناچار — پکاری میری کمائی ہے لٹنے میں ہشیار
نہ مردہ جائیو ہے میری جان یہ دلدار — زمیں میں تیرے ننھے صدقے ترے تکیں کے نثار
بزیرِ خاک میری منتوں کا باغ ملا
تجھے یہ پھول ملا اور ہم کو داغ ملا

(۱۲) بلائیں دور سے لے لے کے پھر کیا یہ بیاں — تمہاری ننھی لحد کے میں واری اصغرؑ جاں
اندھیرا گھر ہے نہ گھبرائیو یہ ماں قرباں — اکیلے سونے کی مشکل خدا کرے آساں
تمہارے چاہنے والے گلے لگائیں گے
مجھے یقیں ہے جنابِ امیرؑ آئیں گے

(۱۳) غرض کہ فاتحہ اصغرؑ کی قبر پر پڑھ کر — حسینؑ لے گئے قاصد کو لاشِ اکبرؑ پہ
نظر پڑی اُسے دولہا کی لاش سرتاسر — لہو کی مہندی سے ہیں ہاتھ پاؤں اسکے تر
اور اُس پاس حسینیؑ سپاہ سوتی ہے
برات جیسے کہ دولہا کے گرد ہوتی ہے

(۱۴) دکھا کے لاش کو پہلو میں گر پڑے سرور — عمامہ اس نے بھی پٹکا زمین کے اوپر
پڑھا درود کہا ہائے ہائے پیغمبرؐ — پکارا ہائے علیؑ ہائے حمزہؑ و جعفرؑ
ارے غضب یہ مرقع لٹا دیا کس نے
شہیدِ احمدِ مختارؐ کو کیا کس نے

مرثیہ ۱۳

شہادت حضرت وہبؑ کلبی

(۱) ابتدا صبر کی ایوبؑ سے ہے عالم میں — انتہا صبر کی شبیرؑ پہ ہے ہر غم میں
آہ تک شہ نے نہ کی بیٹوں کے بھی ماتم میں — کوئی صابر نہ ہوا ایسا بنی آدم میں
پہلے تو صبر میں ایوبؑ نے بھی نام کیا
پر وہ آغاز تھا شبیرؑ نے انجام کیا

(۲) کیا رحیمی ہے کہ غصہ نہیں آتا ہے ذرا — کیا کریمی ہے کہ سر کرتے ہیں اُمت پہ فدا
کیا تحمل ہے کہ ہر وار پہ ہے شکرِ خدا — کیا شجاعت ہے کہ لاکھوں میں کھڑے ہیں تنہا
تیر بھی نیزے بھی سینہ پہ لئے جاتے ہیں
پر دعا نانا کی اُمت کو دیئے جاتے ہیں

(۳) سینہ زخمی ہے بدن زخمی کلیجہ زخمی — انگلیاں زخمی ہیں اور ساعدِ زیبا زخمی
ہونٹ زخمی ہیں گلا زخمی ہے ماتھا زخمی — نام کس عضو کا لوں میں ہے سراپا زخمی
پوچھئے اُس سے جو دو روز کا پیاسا ہووے
ایسے زخمی کو جو پانی نہ ملے کیا ہووے

یوں رقم کرتا ہے اک راوی مغموم وحزیں (۴) ایک دولہا لئے جاتا تھا برات اپنی کہیں
وہبؑ کلبی تھا لقب وہ تھا غلامِ شہِ دیں — دور سے اسکو نظر آگئی مقتل کی زمیں
دل پہ شبیرؑ کے ماتم کا اثر ہونے لگا
دیکھ کر گنجِ شہیداں کی طرف رونے لگا

اک زمیں دار کھڑا تھا یہ کیا اُس سے کلام (۵) کس کی یہ فوج ہے اور کس کے یہ لاشے ہیں تمام
یہ جو زخمی ہے کھڑا لاکھوں میں کیا ہے اسکا نام — روکے وہ شخص پکارا کہ ہے رونے کا مقام
ہیں یہ جلاد جو کھینچے ہوئے شمشیریں ہیں
اور زہراؑ کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

اور یہ مظلوم جو کہتا ہے کھڑا نیزہ و تیر (۶) ہے سخی ابنِ سخی اور امیر ابنِ امیر
وطن آوارہ مصیبت زدہ بیکس و دلگیر — ہے یہی تین شب و روز کا پیاسا شبیرؑ
ابن ملک صبح سے لوٹا گیا باغِ زہراؑ
اب یہ بے رحم بجھاتے ہیں چراغِ زہراؑ

وہبؑ کلبی نے وہیں خاک پہ پھینکی دستار (۷) بیاہ ماتم ہوا جینا نظر آیا دشوار
مادرِ وہبؑ نے جس وقت سنی یہ اخبار — پیٹتی سر کو محافے سے گری وہ ناچار
کہا بیٹے سے کہ موقع یہ نہیں رونے کا
وقت ہے سبطِ محمدؐ پہ فدا ہونے کا

باندھ کر دستِ حنائی کو پکارا دلدار (۸) آپ تاکید نہ فرمائیں میں خود ہوں تیار
مگر اک رات کی بیاہی کا ہے صدمہ دشوار — پوچھ لوں اس سے تو ہوں جا کے میں آقا پہ نثار
اپنے ماتم میں قسم دیدوں اسے رونے کی
شادی اب ہے مجھے مولا پہ فدا ہونے کی

بولی وہ عقل ہے عورت کی ناقص بیٹا (۹) اب کچھ پوچھ نہ کچھ کہہ تو کسی سے اصلا
دی دلہن نے بھی صدا شوق سے جا شوق سے جا — نام پر فاطمہؑ کے مہر بھی میں نے بخشا
کیوں نہ منظور مجھے اپنا رنڈاپا ہوئے
جب دلہن قاسمؑ نوشاہ کی بیوہ ہوئے

سن کے یہ گنجِ شہیداں کو وہ نوشاہ چلا (۱۰) ہاتھ پہ سہم جو ملے چھوٹ گیا رنگِ حنا
ماں بھی ہمراہ تھی پکڑے ہوئے بازو اُسکا — اور محافہ میں دلہن پُشت پہ مشغولِ بکا
پہنچے وہ اُس گھڑی خدمت میں شہِ والا کی
غش سے جب بند تھیں آنکھیں پسرِ زہراؑ کی

مادرِ وہبؑ ادب سے نہ گئی شہ کے حضور (۱۱) دونوں ہاتھوں سے ملا بیں لیں کھڑے ہو کر دُور
اور کہا دیکھ کے مجروح وہ جسمِ پُر نور — حیف جیتی نہ ہوئیں آج بتولِ مغفور
کھول کر گیسوؤں کو حشر وہ برپا کرتیں
فاطمہؑ دیکھتیں ان زخموں کو تو کیا کرتیں

سن کے یہ ہوش میں آئے جو امامِ خوشخو (۱۲) اور نظر یاس سے کی پونچھ کے پلکوں سے لہو
کہا آہستہ ترا نام ہے کیا کون ہے تو — بیکسی پر مری اس جا نہ بہا تو آنسو
دوستی میں مرے سب لوگ ضرر پاتے ہیں
رحم اس شہر میں سید پہ نہیں کھاتے ہیں

مادرِ وہبؑ نے رو کر کہا مولا کے حضور (۱۳) اے خوزادے تری لونڈی ہوں بیکس رنجور
واری کچھ اور تو اسدم نہیں مجھ کو مقدور — نذر لائی ہوں یہ فرزند جو ہو دے منظور
حق یہ زہراؑ کی کنیزی کا ادا کرتی ہوں
رات کا بیاہا پسر تم پہ فدا کرتی ہوں

رات کو عقد تھا لونڈی کے پسر کا یا شاہ (۱۴) لئے جاتی تھی بہو بیٹے کا میں کرکے بیاہ
مرے بیٹے نے تمہیں دور سے دیکھا ناگاہ مجھ سے بولا کہ نہ اب جاؤں گا گھر کو واللہ

اس کے مرنے پہ ہر اب شاہِ زمن بھی اٹھی
ماں بھی اس دولہا کی راضی ہے دلہن بھی اٹھی

دہب کلبی کو لگے دیکھنے گھبرا کے امام (۱۵) اُس نے سہرے کو اُلٹ کر کیا حضرت کو سلام
اور کہا سامنے آقا کے کہ اے عرشِ مقام جو میری ماں نے کہا بس یہی کہتا ہے غلام

روئے بیساختہ شہ اُس کی پُر ارمانی پر
نامرادی پہ جوانی پہ پریشانی پر

اُس گھڑی فضہ درِ خیمہ پہ موجود تھی آہ (۱۶) متعجب ہوئی یہ حال جو دیکھا ناگاہ
جاکے خیمہ میں کہا سب سے یا حوالِ تباہ باتیں کرتا ہے خوزادے سے نزاک نوشاہ

جب وہ سر شاہ کے قدموں پہ جھکا دیتا ہے
پسرِ فاطمہ چھاتی سے لگا لیتا ہے

ماں نے قاسم کی کہا کون یہ دولہا ہے بتا (۱۷) اک مرا لال تھا نوشاہ سو وہ قتل ہوا
غم سے اکبر کے جو بیہوش تھی بانو دکھیا بولی میں سمجھی میں سمجھی نہیں تشویش کی جا

دل میں حسرت نہ رہے دھیان یہ آیا ہوگا
شہ نے دولہا علی اکبر کو بنایا ہوگا

مرثیہ ۶۴

شبِ عاشور

ابتر جو ہوا بعدِ عشا رد فترِ ایماں (۱) سجادۂ طاعت سے اُٹھا مظہرِ ایماں
راہی سوئے ناموس ہوا رہبرِ ایماں آیا طرفِ برج قیام اخترِ ایماں

پہلے کششِ قلب سے خواہر کی طرف آئے
کچھ سوچ کے منزل گہہ اکبر کی طرف آئے

دیکھا جو شگافِ درِ خیمہ سے بصد غم (۲) دل چاک ہوا شہ کا نظر آیا وہ عالم
مسند پہ ہیں لیٹے ہوئے اکبر خوش دخرم بالیں پہ ہے ماں سونگھتی ہے گیسوئے پُرخم

نہر آنسوؤں کی دیدۂ پُرغم سے بہی ہے
اک شمع لئے ہاتھ میں مُنہ دیکھ رہی ہے

کہتی ہے بصد یاس کہ اے داتے مقدر (۳) کل خاک میں مِل جائے گی یہ شکلِ منور
اِس چاند کے ٹکڑے کو کہاں پائے گی مادر آلودہ بخوں ہوں گے یہ گیسوئے معنبر

کیا عید ہو گر جانِ حزیں تن سے نکل جائے
مجھ کو کہہ چل پڑتی آئی ہوئی ٹل جائے

برچھی سی لگی سُن کے یہ حسرت بھری تقریر (۴) شہ روتے ہوئے آئے سوئے خیمۂ ہمشیر
کیا دیکھتے ہیں آکے وہاں حضرتِ شبیر ہیں دونوں پسر رو برو نے مادرِ دلگیر

لے لیکے بلائیں انھیں سمجھاتی ہے زینب
یوں اپنے جگر گوشوں سے فرماتی ہے زینب

(۵) کل ہے غم و اندوہ کا دن اے مرے پیارو — کام آئیں گے سب طفل و سن آ مرے پیارو
اصغرؑ سے تو کچھ کم نہیں سن اے مرے پیارو — گو لشکرِ اعدا ہے فزوں اے مرے پیارو
پر تم بھی تو ہو جعفرِ طیّارؑ کے پوتے
کس غازی دجانباز وفادار کے پوتے

(۶) ماں صدقے ہو ماموں پہ فدا کیجیو جانیں — ترسا غرکو تر سے ہوں یہ خشک زبانیں
ہاں دیکھو ان پھول سے سینوں پہ سنانیں — یوں پہلے پہل لڑتے ہیں دشمن بھی تو جانیں
کیا لطف کہو تم کہ ہیں دلبند نبیؐ کے
خود بول اُٹھے رن کہ نواسے ہیں علیؑ کے

(۷) خشکی میں بھی آبِ دمِ شمشیر بہانا — تشنہ دہن اصغرؑ ہے ترائی میں نہ جانا
ان چھوٹے سے ہاتھوں سے وہ جوہر نہ لگانا — گو تم نہ ہوں پر خلق میں رہ جائے فسانہ
کہنے کو ہو یہ بات کہ سات آٹھ برس کے
زینبؑ کے پسر مر گئے پانی کو ترس کے

(۸) آئی ہے بلا بھائی پہ گھبرائی ہے زینبؑ — آفت کے شکنجہ میں یہ دکھ پائی ہے زینبؑ
غربت میں جدا ہونے کو ساتھ آئی ہے زینبؑ — گھر سے تمہیں صدقے کیلئے لائی ہے زینبؑ
نصرت کے سوا اور کوئی کام نہ کرنا
لِللہ مرے دودھ کو بدنام نہ کرنا

(۹) گو دودھ بحل میں نے کیا تم کو ابھی سے — دی پیاس میں نے کی رضا تم کو ابھی سے
کی رخصتِ جنگاہ عطا تم کو ابھی سے — لو برچھیوں کو سونپ دیا تم کو ابھی سے
ہاں صدقے ہو زندہ نہ کہیں آیو رن سے
محجوب نہ کرنا مجھے تم روحِ حسنؑ سے

(۱۰) یہ سُن کے مڑے خیمۂ قاسمؑ کی طرف شاہ — یہاں بھی نظر آئی وہی کیفیتِ جانکاہ
بیٹھے ہوئے تھے ماں کے قریں قاسمِ نوشاہ — ہے زوجۂ شبّرؑ کا یہ ارشاد بصد آہ
کیوں واری ہوئی صلح نہ افواجِ دغا سے
کل جنگ و جدل ہوئیگی پیارے کے چچا سے

(۱۱) آگے بڑھے دل پکڑے ہوئے سرورِ ایماں — آئے طرفِ خیمۂ ابنِ شہِ مرداں
بیت الشرفِ ماہِ بنی ہاشمِ ذیشاں — دیکھا تو نظر آیا یہ احوالِ پریشاں
اک گوشہ میں سر کھولے ہوئے روتی ہیں کلثومؑ
اُترا ہوا منہ آنسوؤں سے دھوتی ہیں کلثومؑ

(۱۲) ان کا تو یہ عالم ہے کہ دل غم سے ہے بیکل — اور تیغ پہ عباسِؑ علی کرتے ہیں صیقل
کچھ دیکھتے ہیں انگلی سے باڑھ اور کبھی کس بل — تابِ رُخِ روشن سے چمکتی ہیں جھلاجھل
پٹکا شہِ مرداں کا لپٹا ہے کمر میں
ہیں سامنے رکھے ہوئے ہتھیار سپر میں

(۱۳) غازی نے یکایک سرِ انور جو اُٹھایا — کلثومؑ دل افگار کو روتا ہوا پایا
پوچھا سببِ گریہ تو خواہر نے سنایا — ہے اپنے مقدر پہ یہ رونا مجھے آیا
کل صبح کو یاں معرکۂ مہر و وفا ہے
قربانی کا ہنگام ہے بازارِ منیٰ ہے

(۱۴) ہیں عونؑ و محمدؑ پسرِ زینبِؑ مضطر — اور بانوئے ناشاد کے فرزند ہیں اکبرؑ
فروا کے جگر گوشہ ہیں قاسم بنِ شبّرؑ — مائیں انہیں کل صدقے کرینگی شہِ دیں پر
اس غم سے ہے مضطر دلِ ناشاد برادر
رکھتی نہیں میں دولتِ اولاد برادر

(۱۵) یارا نہ رہا ضبط کا اِس کلمہ کو سُن کر — کلثومؑ کے قدموں پہ گرا دوڑ کے صفدر
کی عرض کہ بیٹے کی جگہ ہے یہ برادر — رشتہ میں بہن ہو پہ ہو تم ماں کے برابر
اِس سوچ میں اب کیوں دلِ بیتاب حزیں ہے
عباسؑ تو ہے گر کوئی فرزند نہیں ہے

(۱۶) حضرت ہی کے باعث سے تو حاصل ہوئی عزت — بچپن سے ہوں موردِ الطاف و عنایت
بیٹوں کی طرح آپ نے پالا ہے بہ شفقت — آفت سے چھٹوں میں جو ملے مرنے کی رخصت
کل صبح فراغت ہو جو نہی طاعتِ رب سے
آقا پہ فدا کیجیو پہلے مجھے سب سے

مرثیہ ۶۵

روزِ عاشورا

(۱) اے مجلسیو فصلِ عزا ہوتی ہے آخر — اب تم سے جُدا ہوتا ہے جنت کا مسافر
تربت سے یہاں آتے تھے تم لوگوں کی خاطر — مہمان تھے تم سب کے شہ صابر و شاکر
کیوں کر نہ کرے سینہ میں دل آہ تمہارا
اب ہند سے جاتا ہے شہنشاہ تمہارا

(۲) یاد آئے گی ہر روز کی یہ تعزیہ داری — ہر لحظہ رُلائے گی یہ فریاد یہ زاری
آئے گی نہ یاں فاطمہؑ دکھ درد کی ماری — اے مجلسیو جاتی ہے اب شہ کی سواری
پاؤ گے نہ اس گھر میں شہ ہر دوسرا کو
دل کھول کے رو لو پسرِ شیرِ خدا کو

(۳) یہ فرش نہ ہوگا نہ علم ہوں گے نہ منبر — اُٹھ جائے گا یہ تعزیۂ سبطِ پیمبرؐ
آئے گا نہ کوئی بھی یہاں پیٹنے کو سر — ہو جائے گا اردش یہ مکاں قبر سے بدتر
کس طرح ہر اک شیعہ نہ مصروفِ بکا ہو
کیونکر نہ قلق صاحبِ خانہ کو سوا ہو

(۴) منبر نظر آئے گا نہ اب تعزیہ خانہ — فرزندِ نبیؐ ہوئے گا اس گھر سے روانہ
اندھیر ہے ہر شخص کی آنکھوں میں زمانہ — ہے صاحبِ خانہ کا بجا خاک اُڑانا
رُومال کو اشکوں سے بھگوئے گا سحر تک
منہ ڈھانپ کے اب شام سے روئے گا سحر تک

(۵) برپا نہ یہاں ہوئے گی اب بزمِ عزا کی — آئے گی یہاں روح نہ محبوبِ خدا کی
ہوئے گی یہاں دھوم نہ فریاد و بکا کی — رخصت ہے بس اب تم سے غریب الغربا کی
ہو جائے گا گھر اور بھی ویران تمہارا
اے مجلسیو جاتا ہے مہمان تمہارا

(۶) اے ماتمیو بیٹھو سفر کرتے ہیں شبیرؑ — ویران عزاداروں کے گھر کرتے ہیں شبیرؑ
ایک ایک پہ اُلفت کی نظر کرتے ہیں شبیرؑ — تم روتے ہو منہ اشکوں سے تر کرتے ہیں شبیرؑ
مغموم تمہیں دیکھ کے غم ہے شہِ دیں کو
تم سب کی جُدائی کا الم ہے شہِ دیں کو

(۷) شبیرؑ کا پُرسا دو رسولِ دوسرا کو — غش آیا ہے اس بزم میں اب شیرِ خدا کو
جبریلؑ سنبھالے ہیں شہِ عقدہ کُشا کو — روتے ہیں سنو حضرتِ شبّرؑ کی بکا کو
آرام سے مرقد میں نہیں سوتی ہے زہراؑ
اس بزم میں سر کھولے ہوئے روتی ہے زہراؑ

مجلس ہوئی اب ختم امامِ دوسرا کی (۸) اب ہوگی زیارت نہ یہاں شاہِ ہدا کی
اب قبر بنے گی پسرِ شیرِ خدا کی — ختم ہوئے گی صدمے سے کہ اہلِ عزا کی
سر ہوئے گا عریاں سرِ بازار تمہارا
جاتا ہے سوئے قبر پرستار تمہارا

اب اٹھے گا تابوت حسینؑ ابنِ علیؑ کا (۹) اب نکلے گا دلدل جگرو جانِ نبیؐ کا
اب کوچ ہے فرزندِ رسولِ عربی کا — کٹ جائے گا اب حلق ولی ابنِ ولی کا
خنجر سے لعیں کاٹے گا شبیرؑ کے سر کو
جی بھر کے بس اب دیکھ لو زہراؑ کے پسر کو

مرثیہ ۶۶

روزِ عاشورا

اہلِ عزا میں حشر کا سامان آج ہے (۱) جس گھر کو دیکھئے وہ پریشان آج ہے
آباد جو جگہ تھی وہ سنسان آج ہے — سب کا قلق سے چاک گریبان آج ہے
کیسا ہی آبِ سرد ہو پینا محال ہے
پیاسا جنابِ ساقیِ کوثر کا لال ہے

نرغے میں آج فاطمہؑ زہرا کا ماہ ہے (۲) روتی ہے خلق گلشنِ عالم تباہ ہے
آلِ نبیؐ کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہے — جنبش میں آج مرقدِ شیرِ الٰہ ہے
سدرہ پہ آج روحِ امیں جان کھوئیں گے
طوبیٰ کو دیکھ کر ملک الموت روئیں گے

بیبیوں سے شاہ کی رخصت کا وقت ہے (۳) پردیسیوں میں طرفہ مصیبت کا وقت ہے
نزدیک اب حسینؑ کی رحلت کا وقت ہے — ہوتے ہیں شہ وداع قیامت کا وقت ہے
تیغ و سپر لگاتے ہیں مرنے کے واسطے
غل ہے حسینؑ جاتے ہیں مرنے کے واسطے

اڑتی ہے خاک سینۂ شبیرؑ ہے اداس (۴) غل ہے کہ مہمان ہیں سلطانِ حق شناس
سب ننگے سر کھڑے ہوئے ہیں شاہِ دیں کے پاس — فرماتے ہیں سیدِ والا کلام یاس
کس سے سفارش آج سوائے خدا کروں
سر پر اجل کھڑی ہے کدھر جاؤں کیا کروں

ہے بانوئے حزیں کا بیاں اب نہ آؤ گے (۵) جاتے ہو کیوں امامِ زماں اب نہ آؤ گے
صاحب سدھارتے ہو کہاں اب نہ آؤ گے — کیا قصد ہے بتاؤ یہاں اب نہ آؤ گے
زینبؑ بھی بال کھولے ہوئے شہِ دیں کے ساتھ ہیں
پٹکا ہے شہ کا اور سکینہ کے ہاتھ ہیں

سر سے ردا اُتارتی ہے کوئی بے قرار (۶) پھرتی ہے گرد زوجۂ عباسؑ نامدار
لپٹی ہوئی ہے پاؤں سے کلثومؑ دل فگار — فضہؑ بلائیں لے کے یہ کہتی ہے بار بار
فرماتے حفظ خالقِ باری حضور کی
ہے ہے یہ آخری ہے سواری حضور کی

عابدؑ کھڑے ہیں سامنے ٹیکے ہوئے عصا (۷) بازوئے شاہ تھامے ہوئے پڑھتے ہیں دعا
کچھ لڑکیاں ہیں پکڑے ہوئے دامنِ قبا — آنسو بہاؤ ماتمو حشر ہے بپا
مرنے کو خیمے سے شہِ عالم نکلتے ہیں
صدمے سے شہزادیوں کے دم نکلتے ہیں

تم سب سے اب حسینؑ کی رخصت کا وقت ہے (۸) زہراؑ کے نورِ عین کی رخصت کا وقت ہے
سلطانِ مشرقین کی رخصت کا وقت ہے سب کے دلوں سے چین کی رخصت کا وقت ہے
اشکوں کی نذر چاہیئے پیاسے کے واسطے
روتے ہیں خود رسولؐ نواسے کے واسطے

اے عاشقانِ سبطِ پیمبرؐ بکا کرو (۹) بہرِ غریبِ بےکس و مضطر بکا کرو
لے لے کے نام کشتۂ خنجر بکا کرو یکسر اڑاؤ خاک سروں پر بکا کرو
یہ دن ہے رخصتِ شہِ عالی مقام کا
ماتم کرو حسین علیہ السلام کا

یہ روز روزِ حشر سے ہرگز نہیں ہے کم (۱۰) ہوگی اداس بزمِ عزائے شہِ امم
منبر کہاں ضریح کہاں پھر کہاں علم رونے کو اب تمہیں یہاں آؤ گے نہ ہم
بس یہ اخیر مجلسِ شاہِ انام ہے
مہماں ہیں حسینؑ محرم تمام ہے

گر موت آگئی تو یہ سامانِ غم کہاں (۱۱) پھر ماتمِ حسینؑ کہاں اور ہم کہاں
بزمِ عزائے سرورِ والاہمم کہاں عاشور کو یہ آہ و فغانِ میدم کہاں
اٹھیں گے شہ کے تعزیہ شہر و دیار میں
تڑپے گی روح بہرِ زیارت مزار میں

اہلِ شباب کو علی اکبرؑ کا رنج ہے (۱۲) بچوں کو تشنہ کامی اصغرؑ کا رنج ہے
سب لڑکیوں کو شاہ کی دختر کا رنج ہے سب عورتوں کو زینبؑ مضطر کا رنج ہے
جتنے جری ہیں خلق میں جان آج کھوئیں گے
لے لے کے نام حضرتِ عباسؑ رو دیں گے

یہ دن وہ ہے کہ قتل ہوئے سرورِ زمن (۱۳) بلوے میں بے ردا ہوئی شبیرؑ کی بہن
ڈوبا لہو میں آج سکینہؑ کا پیرہن شہزادیوں کے شانوں میں باندھی گئی رسن
سرتاجِ کائنات کا سر تن سے کٹ گیا
یہ دن وہ ہے کہ دفترِ عالم الٹ گیا

سوچو تو کربلائے معلیٰ کا آج حال (۱۴) لوٹی گئی جنابِ رسولؐ خدا کی آل
آج آفتابِ فاطمہؑ پر آگیا زوال سرور کی لاش ہو گئی گھوڑوں سے پائمال
آج اٹھ گئے امامِ دو عالم جہان سے
برسا ہے خون آج کے دن آسمان سے

یہ دن وہ ہے کہ قید ہوئے زار و ناتواں (۱۵) مشکل کشا کے پوتے کو پہنائیں بیڑیاں
کاٹا سرِ حسینؑ کیا زینتِ سناں لوٹا لباسِ لاشۂ پرخونِ میہماں
خیمہ جلا دیا شہِ عالی جناب کا
لوٹا تبرکات رسالت مآبؐ کا

مدفوں ہوئے نہ شاہِ زمن وامصیبتا (۱۶) ممکن ہوا نہ غسل و کفن وامصیبتا
بھائی کو رو سکی نہ بہن وامصیبتا کیسے اٹھائے رنج و محن وامصیبتا
غم آج تک ہے خلق میں تازہ حسینؑ کا
اٹھا نہ کربلا میں جنازہ حسینؑ کا

مرثیہ ۶۷

قاصد حضرت فاطمہ صغرا

(۱)
پدر کا اپنے جو تھا انتظار صغرا کو　نہ چین پڑتا تھا لیل و نہار صغرا کو
تسلی دیتی تھی نانی ہزار صغرا کو　مگر قرار نہ تھا بے قرار صغرا کو
یہ حال ہو گیا آخر تب جدائی سے
کہ پیٹھ لگ گئی بیکس کی چارپائی سے

(۲)
ہوئی یہ ضعف کی حالت کہ ہل نہ سکتی تھی　ہمیشہ لیٹی ہوئی در کی سمت تکتی تھی
کبھی تو درد سے تکیہ پہ سر پٹکتی تھی　کبھی وہ بولتی تھی تو زباں رکتی تھی
جو غل مدینہ میں ہوتا تھا وہ دہلتی تھی
جو بات کہتی تھی کچھ منہ سے کچھ نکلتی تھی

(۳)
جب اور عرصہ ہوا ضعف ہو گیا دہ چند　کہ پہروں رہنے لگیں اس کی دونوں آنکھیں بند
جو کوئی پاس سے کہتا تھا با صدائے بلند　تم آنکھیں کھولو لو آیا بتول کا فرزند
وہ آنکھیں کھول کے کہتی تھی شہ شتہا آئے
کدھر کو بابا گئے کس طرف کہاں آئے

(۴)
کبھی جو ہوش میں جاتی تھی وہ دکھ پائی　خبر کو آتی تھی گھر میں جو کوئی ہمسائی
یہ اس سے پوچھتی تھی وہ اسیر تنہائی　مرے پدر کی بھی لشکر سے کچھ خبر آئی
وہ کہتی تھی ترا کیوں حال غیر ہے صغرا
حسین امام کے لشکر کی خیر ہے صغرا

(۵)
تو رو کے کہتی تھی واں خیر ہی اگر ہوتی　پدر کو بیٹی کی غفلت نہ اس قدر ہوتی
وہاں تلک جو کھلی راہ نامہ بر ہوتی　مرے مرض کی شہ تشنہ کو خبر ہوتی
مرا تو دل اسی باعث سے ہول کھاتا ہے
نہ واں سے آتا ہے کوئی نہ یاں سے جاتا ہے

(۶)
کہا یہ اس نے کہ شہزادی تم کو کیا ہے خبر　یہاں سے لوگ سوئے کوفہ جاتے ہیں اکثر
عصا کو تھام کے اک دم جو جاؤ تم در پر　تو جانے والوں کا احوال تم کو آئے نظر
سبیلِ خط نہیں واللہ بند ہوتی ہے
مسافروں کی کہیں راہ بند ہوتی ہے

(۷)
یہ سن کے پارۂ قرطاس اس نے منگوایا　پدر کی عرضی کا مضمون دل میں بھر آیا
لیا جو ہاتھ میں کاغذ تو دل امنڈ آیا　سحابِ چشم سے مینہ آنسوؤں کا برسایا
غمِ فراق رقم اک قلم لگی کرنے
وہ اپنے باپ کی عرضی رقم لگی کرنے

(۸)
لکھا یہ عرضی میں القاب بہ شیون و شین　جنابِ قبلۂ کونین و کعبۂ دارین
علی کے راحتِ جاں فاطمہ کے نور العین　غریب و بیکس و بے آشنا امام حسین
جب اپنے باپ کا القاب یہ تمام لکھا
تو شرعِ پاک کے دستور سے سلام لکھا

(۹)
پھر اس کے بعد لکھا یوں کہ قبلۂ حاجات　میں اپنے دردِ مصیبت کے کیا کہوں حالات
مرے ہے رونے سے ہمسائیوں کی تلخ حیات　یہ رفتہ رفتہ نظر آتی ہے مجھے یہ بات
قرارِ ما برادر ز خلق آہ و زاری ما
بہ ایں قرار اگر ماند بیقراری ما

اب اپنے حال سے کرتی ہوں آپکو میں خبر (۱۰) کہ دمبدم مری حالت مرض سے ہے ابتر
نہ گھر میں دانہ ہے نہ پاس کچھ زر و زیور　　یہ تپ کا زور ہے اور روزہ رکھتی ہوں دن بھر
کوئی بھی چیز امامِ زمن نہیں گھر میں
جو مر بھی جاؤں تو دو گز کفن نہیں گھر میں

یہ لکھ کے بھائی کو ماں کو لکھا کہ اے مادر (۱۱) تمہیں قسم علی اکبرؑ کی لو مری بھی خبر
لکھا یہ زینبِ مضطر کو پھر بدیدۂ تر　　بھتیجی مرتی ہے جلدی سے دیکھ لو آ کر
کمال فاطمہؑ کبریٰ کو اشتیاق لکھا
لکھا سکینہؑ کا جب نام الفراق لکھا

لکھا تمامیٔ خط پر کہ اے علی اصغر (۱۲) تمہارے دیکھنے کو یہ ترس گئی خواہر
تمہاری جان سے میں دور اگرچہ جاؤں مر　　پھر اس کے بعد تمہارا جو ہو وطن میں گذر
تو میری قبر کے لگنے کو تم گلے آنا
مرے مزار پہ تم گھٹنیوں چلے آنا

اگرچہ فاطمہؑ صغرا نے خط تمام کیا (۱۳) پہ اشتیاقِ ملاقات ناتمام رہا
پدر کی عرضی کا سرنامہ لکھے وہ دکھیا　　عصا کو تھام کے ڈیوڑھی پہ آئی وہ تنہا
نہ دھیان تپ کی طرف تھا نہ دردِ سر کی طرف
لگے تھے دیدۂ بیمار رہ گذر کی طرف

پھر انتظار میں قاصد کے کہتی تھی رو رو (۱۴) الٰہی ایسا کوئی شخص جلد پیدا ہو
جو میری عرضی کو پہنچا دے میرے بابا کو　　ابھی یہ کرتی تھی تقریر دل سے وہ خوشخو
دعا قبول ہوئی اس کا مدعا نکلا
کہ اک ناقہ سوار اس طرف سے آ نکلا

شتر سوار کو در سے پکاری یوں صغراؑ (۱۵) کہ جانے والے ذرا میرے پاس ہوتا جا
جب آیا پاس تو پوچھا کدھر ہے قصد ترا　　جو اے عزیز تیرا قصد ہوئے کوفہ کا
تو لیتا جا یہ خط اور پیام میرا بھی
گیا وہیں کو ہے کنبہ تمام میرا بھی

شتر سوار نے اس کی سنی یہ جب تقریر (۱۶) یہ عرض کرنے لگا وہ بحالتِ تغیر
کہ تو ہے کون یہ ڈیوڑھی ہے کسکی اے دلگیر　　پکاری وہ کہ یہ ہے خانۂ رسولِ کبیر
پدر سدھارا ہے میرا میں غم سے روتی ہوں
نبیؐ کی ہوں میں نواسی علیؑ کی پوتی ہوں

شتر سوار کا دل سنتے ہی یہ بھر آیا (۱۷) شتاب پیٹھ سے ناقہ کی وہ اتر آیا
کمالِ پاسِ ادب سے قریبِ در آیا　　غرض کہ فاطمہؑ کا حال یہ نظر آیا
کہ تپ سے کانپتی ہے جی نہیں سنبھلتا ہے
کہ جیسے قبر سے مردہ کوئی نکلتا ہے

شتر سوار نے تب عرض کی بحالِ ملال (۱۸) کہ اے خوزادی مری ضعف کیوں ہے تم کو کمال
تو اس غریب سے یہ کہنے لگی وہ نیک خصال　　فقط پدر کی جدائی سے ہے مرا یہ حال
ہے اک تو درد اور تپ سے روز مرتی ہوں
یہ گھر کا حال ہے فاقہ پہ فاقہ کرتی ہوں

یہ کہہ کے اس نے جو قاصد کے خط حوالے کیا (۱۹) وہ روتا حال پہ صغرا کے کربلا کو گیا
غرض کہ دشتِ مصیبت میں تب وہ جا پہنچا　　کہ سر کٹانے پہ تھے مستعد شہِ دوسرا
کوئی عزیز نہ تھا جیتا نہ کوئی ہمدم تھا
غریب و بیکس و تنہا شہِ دو عالم تھا

(۲۰) کیا سلام جو قاصد نے شاہ کو جاکر ہوئے کمال تحیّر میں شاہِ جن و بشر
خط اُس نے جب کہ نکالا عمامہ سے باہر امام جان گئے ہے یہ قاصدِ دختر
جب اُس نے فاطمہ صغرا کا منہ سے نام لیا
حسینؑ امام نے ہاتھوں سے دل کو تھام لیا

(۲۱) لگا کے آنکھوں سے خط بولے اسطرح سے امام پیام موت کے ساتھ آیا فاطمہ کا پیام
پڑھا جو خط تو کیا نامہ بر سے تب یہ کلام جواب کون لکھے یاں ہے اپنا کام تمام
نہ آکے تو نے ہمیں خط یا اضطراب دیا
ہماری زیست نے جس دم ہمیں جواب دیا

(۲۲) سلام خط میں ہے جس جس کو فاطمہ نے لکھا سو وہ ہر ایک ہے دارالسلام کو پہنچا
خدا کے واسطے تو اس مقام سے ہٹ جا کہ کوئی دم میں لعیں کاٹتے ہیں میرا گلا
نہ تن سے سر کا اُترنا تو دیکھ اے قاصد
نہ میرا خون سے بھرنا تو دیکھ اے قاصد

(۲۳) یہی جواب ہے خط کا یہی ہے میرا پیام کہ میری بیٹی سے کہہ دیجو تو اے ناکام
شہید ہو گیا سجدے میں تیرا بابا امام دمِ اخیر بھی اُس کو ملا نہ پانی کا جام
بس اب نہ آنکھوں سے آنسو بہاؤ صبر کرو
پدر کے نام پہ پانی پلاؤ صبر کرو

مرثیہ ۶۸

آخری رُخصت امام حسینؑ

(۱) جب نوجواں پسرِ شہِ دیں سے جُدا ہوا روشن قمر سپہرِ بریں سے جُدا ہوا
نورِ نظر امامِ مبیں سے جُدا ہوا لختِ جگر حسینؑ، حسینؑ سے جُدا ہوا
دل داغ ہو گیا دل و جانِ بتولؑ کا
گھر بے چراغ ہو گیا سبطِ رسولؑ کا

(۲) برچھی سے ٹکڑے ہو گیا لختِ جگر کا دل خود باپ نے چھدا ہوا دیکھا پسر کا دل
ہوتا ہے آبگینہ سے نازک بشر کا دل پتھر کا دل نہیں ہے یہ دل ہے پدر کا دل
ایوبؑ بھی اگر ہوں تو دم بھر نہ کل پڑے
آنسو تھمیں تو مُنہ سے کلیجہ نکل پڑے

(۳) پیری میں آفتِ غمِ اولاد الاماں دل اور زخمِ خنجرِ فولاد الاماں
وہ اضطرابِ خاطرِ ناشاد الاماں وہ اشکِ سوز اور وہ فریاد الاماں
بیٹا نہ ہو تو زیست کا پھر کیا مزا رہا
جب گھر اُجڑ گیا تو زمانے میں کیا رہا

(۴) بچھڑا وہ لال جس کا گوارا نہ تھا فراق فرماتے تھے کہ لُوٹ لیا تو نے اے عراق
اے موت جلد آ کہ بس اب زندگی ہے شاق خنجر کی آرزو ہے شہادت کا اشتیاق
برباد اس طرح کوئی آباد گھر نہ ہو
کیا زندگی کا لطف جب اپنا پسر نہ ہو

(۵)
سب چاہیں جس کی زیست وہ ہمشیر ہاں مرے — افسوس نیم جاں جئے جانِ جہاں مرے
پیدا تو کس جگہ ہوئے آکر کہاں مرے — قدرت خدا کی پیر جئے نوجواں مرے
اس عمر میں جہاں سے گذرنے کے دن نہ تھے
کہتا ہے خود شباب کہ مرنے کے دن نہ تھے

(۶)
روتے ہوئے حرم میں گئے قبلۂ انام — تر تھی لہو سے لختِ جگر کی قبا تمام
رُخ زرد دل میں درد بدن سرد تشنہ کام — طاقت نہ قلب میں نہ بدن میں لہو کا نام
یہ درد تھا بکا میں کہ دل ٹکڑے ہوتے تھے
یہ حال تھا کہ رونے پہ دشمن بھی روتے تھے

(۷)
پیارے نہ تھے حسین علیہ السلام کے — لائی حرم سرا میں بہن ہاتھ تھام کے
ٹھہرا رہے تھے پاؤں شہِ تشنہ کام کے — سر دوش پر تھا زینبِ عالی مقام کے
فرماتے تھے بہن علی اکبر گزر گئے
ہم ایسے سخت جاں تھے کہ اب تک نہ مر گئے

(۸)
پُرسہ تمہیں شہید کا دینے کو آتے ہیں — کس کس کے داغ آج جگر پر اُٹھاتے ہیں
پیٹے ہیں خاک اُڑاتے ہیں آنسو بہاتے ہیں — یہ ہم تمہارے لال کے خوں میں نہاتے ہیں
سر تھا حسین بے کس و تنہا کی گود میں
بیٹے کی جان نکلی ہے بابا کی گود میں

(۹)
سر بارِ دوش ہے ہمیں رُخصت کرو بہن — لو اب قریب خیمۂ عصمت ہیں تیغ زن
مُردے پڑے ہوئے ہیں شہیدوں کے بے کفن — پامال ہو نہ لاشۂ فرزندِ صف شکن
محجوب ہم ہیں قاسمِ بے پر کی رُوح سے
شرمندگی نہ ہو علی اکبر کی رُوح سے

(۱۰)
یہ سُن کے بی بیوں کے جگر پر چھُری چلی — زینبؑ زمیں پہ گر کے پکاری کہ یا علی
سرِ خفی جہاں کے ہیں سب آپ پر جلی — جاتا ہے سرکشوں میں یہ کونین کا ولی
بیکس کو آسرا ہے پسر کا نہ بھائی کا
بابا یہی تو وقت ہے مشکل کشائی کا

(۱۱)
یا مصطفیٰ بلا میں پھنسا ہے تمہارا لال — یا شیرِ ذوالجلال دکھاؤ نہیں جلال
یا فاطمہ میں لُٹتی ہوں بکھراؤ سر کے بال — یا رب اُلٹ دے آج یہ سب عرصۂ قتال
پھر کیا کسی سے کام ہے سب سے جُدا رہوں
بھائی کو اپنے لے کے میں جنگل میں جا رہوں

(۱۲)
فرمایا شہ نے صبر بہن چاہیئے تمہیں — خالق کی یاد سر و علن چاہیئے تمہیں
لب پر رضا رضا کا سخن چاہیئے تمہیں — جو ماں کا تھا چلن وہ چلن چاہیئے تمہیں
اب آخری بہن یہ سواری ہماری ہے
بعد اُن بزرگوں کے باری ہماری ہے

(۱۳)
کیا کرتیں تم بہن اجل آتی وطن میں گر — یکساں ہے مرنے والے کو جنگل ہو یا کہ گھر
درپیش ہے سفر میں ہمیں خلق سے سفر — اب آرزو ہے یہ کہ کٹے جلد تن سے سر
ہر دُکھ میں خوش ہیں وہ جنہیں اُلفت خدا کی ہے
میرا یہ سر نہیں ہے امانت خدا کی ہے

(۱۴)
دیکھا یہ کہہ کے بالی سکینہ کو پاس سے — بیٹی وہ دوڑ کر شہِ گردوں اساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے — بولی وہ تشنہ کام شہِ حق شناس سے
کیا اس بلا کے بن سے تہیہ سفر کا ہے
صدقے گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے

فرمایا شہ نے ہاں سفر ناگزیر ہے (۱۵) آؤ گلے لگو کہ یہ صحبت اخیر ہے
اب آرزوئے قربِ خدائے قدیر ہے — تنہا ہیں ہم سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو اعانت خدا کرے
جس کا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے

عمو تمہارے چھوڑ گئے ہم کو جاں بلب (۱۶) بی بی قدم پہ گر کے ہمیں کون روکے اب
تلواریں چل گئیں بنے قاسم پہ بے سبب — مرنا شباب میں علی اکبرؑ کا ہے غضب
سمجھی جن سے زندگی کی حلاوت وہ چھٹ گئے
دو تین گھر بھرے ہوئے یکدم میں لٹ گئے

سُن کر مصیبتِ پدرِ بے کس و حزیں (۱۷) بولیں بلائیں باپ کی لے کر وہ مہ جبیں
آقا سوائے حضور کے میرا کوئی نہیں — نکلو بلا کے بن سے کہیں یا امامِ دیں
صدقے گئی مدینہ چلو یا نجف چلو
للہ ساتھ لے لو مجھے جس طرف چلو

شہ نے کہا کہ بند ہیں راہیں پدر نثار (۱۸) پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوجِ نابکار
پیدل نکلنے پاتا ہے ناکوں سے نے سوار — اس دشتِ کیں میں قید ہے زہراؑ کا یادگار
قاصد جو میرے نام کے خط لیکے آتے ہیں
سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں

جانا ہے دور شب کو جو آنا نہ ہو اِدھر (۱۹) ضد کرکے روؤ تو نہ ہمیں چاہتی ہو گر
پہلے پہل ہے آج شبِ فرقتِ پدر — سو رہیو ماں کی چھاتی پہ غربت سے رکھ کے سر
راحت کے دن گذر گئے یہ فصل اور ہے
اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا طور ہے

ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولی وہ تشنہ کام (۲۰) بتلایئے مجھے کہ یتیمی ہے کس کا نام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امام — کھل جائے گا یہ درد و الم تم پہ تابہ شام
بی بی نہ پوچھو کچھ یہ مصیبت عظیم ہے
مر جائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے

مرثیہ ۶۹

آمدِ زعفر جنّ و شہادت امام حسینؑ

تنہائی کا عالم ہے امام دوسرا پر (۱) پر ہے نظر اُس بیکس و تنہا کی خدا پر
آتی ہے خزاں باغیچۂ خیر النسا پر — اصغر ہے پڑا ریگِ بیابانِ بلا پر
سوزش غمِ اکبر کی ہے سرور کے جگر میں
عباسؑ کے مر جانے سے ہے درد کمر میں

لب تشنہ و جاں خستہ و حیران و پریشاں (۲) مشتاقِ اجل بیوطن و بے سر و ساماں
تھے رن میں کھڑے با تنِ تنہا شہِ ذیشاں — ناگاہ ہوا اک تتقِ گرد نمایاں
گردوں تو وہاں گرد کے داماں میں نہاں تھا
اور دوشِ ہوا پر فلکِ گرد رواں تھا

اس گرد سے اک شخص نمایاں ہوا ناگاہ (۳) تھی لشکرِ انجم کی طرح فوج بھی ہمراہ
مشتاقِ قدم بوسی ابنِ اسد اللہ — آنکھوں سے رواں اشک تو بالائے زباں آہ
لشکر سے یہ کہتا تھا کدھر شاہِ زماں ہے
آقا مرا مولا مرا شبیرؑ کہاں ہے

وارد ہوا جب گنجِ شہیداں کے برابر (۴) اس وقت پیادہ ہوا گھوڑے سے اُتر کر
لشکر سے کہا جاتے ادب ہے یہ مقرر — آہستہ چلو آنکھوں سے اس جا کی زمیں پر
پامال کوئی گل نہ ہو یہ خوف بڑا ہے
کاٹا ہوا سب فاطمہؑ کا باغ پڑا ہے

القصہ حضورِ شہِ دیں آیا وہ مضطر (۵) خادم کی طرح شاہ کو مجرا کیا جھک کر
حضرت نے کہا ہم تو ہیں بے مونس و یاور — اِس درجہ ہیں بیکس کہ نہیں پانی میسّر
ہر مرتبہ میں کر لئے جو اشک فشاں ہے
تو کون ہے بھائی جو مرا مرتبہ داں ہے

اے بھائی تو کیا شہرِ مدینہ سے ہے آیا (۶) خط فاطمہ صغراؑ کا مرے پاس ہے لایا
کہہ دیجیو شبیرؑ نے حلقوم کٹایا — تو جا مجھے جنّت میں ہے زہراؑ نے بلایا
ہر ایک کا یاں خاتمہ بالخیر ہوا ہے
اٹھارہ برس کا علی اکبرؑ بھی موا ہے

سُن کے یہ سخن شہ سے ہوا اور بھی گریاں (۷) یوں عرض لگا کرنے وہ باحالِ پریشاں
اے فاطمہؑ کے لال ترے عجز کے قرباں — میں زعفرِ جنی ہوں غلامِ شہِ مرداں
یہ تاج مجھے حیدرِؑ صفدر نے دیا ہے
بابا نے ترے مجھ کو مسلمان کیا ہے

یا شاہ غلاموں سے تم اپنے نہیں آگاہ (۸) شبیرؑ نے فرمایا بصد نالۂ جاں کاہ
میدان میں بے سر ہوا اکبرؑ جو مرا ماہ — اس دم سے مجھے کچھ نظر آتا نہیں واللہ
غم سے علی اکبرؑ کے مری جان حزیں ہے
شبیرؑ کے آنکھوں میں ذرا نور نہیں ہے

پھر زعفرِ جن سبطِ نبیؐ پر ہوا قرباں (۹) رو رو کے لگا کہنے اے سرورِ ذیشاں
فرمانِ وغا چاہتا ہے تابعِ فرماں — اب آپ مجھے کیجئے رخصت سوئے میداں
عاشق ہوں دل و جان سے شیرِ احدی کا
دیکھو تو ذرا زور غلامِ علیؑ کا

حضرت نے تبسم کیا سُن سُن کے یہ اُس آں (۱۰) فرمایا کہ یہ امر نہ ہوگا کسی عنواں
بدلے شہِ مظلوم کے تو ہوگا جو بے جاں — اے بھائی تری قوم کے گھر ہوئیں گے ویراں
احسان ہے مجھ کو نہیں منظور کسی کا
گھر ہو چکا برباد رسولِؐ عربی کا

چاہوں تو ابھی زورِ یداللہ دکھاؤں (۱۱) نام اِن کا ابھی صفحۂ ہستی سے مٹا دوں
یہ ایک جگہ لاشوں کے انبار لگا دوں — پوچھیں جو محمدؐ تو جواب اُن کو میں کیا دوں
محتاج مدد کا بھی نہیں سرورِ دیں ہے
پر قتل بھی اِن کا مجھے منظور نہیں ہے

تب کہنے لگا زعفرِ جن بادلِ نالاں (۱۲) اِس رحم پہ اس حلم پہ حضرت کے میں قرباں
آگاہ ہوا مرتبۂ صبر سے اِس آں — پر ایک تمنا ہے اے سیدِ ذیشاں
گھوڑا تو ذرا لشکرِ اعدا پہ اُٹھاؤ
جنگِ اسدُ اللہ کا اندازہ دکھاؤ

شہ نے کہا کیا بھوکے پیاسے کی لڑائی (۱۳) دیکھی نہیں کیا دستِ یداللہ کی صفائی
لیکن ترے کہنے سے میں لاچار ہوں بھائی — کر دے گی یہ شمشیرِ علیؑ عقدہ کشائی
تلوار جو لی میان سے حیدرؑ کے پسر نے
قبضے کو وہیں چوم لیا فتح و ظفر نے

(۱۴) جبرئیل کو تب حکم خدا کا ہوا ایک بار | جا فاطمہؑ کے پاس تو اس دم بدلِ زار
اور کہہ ترے شبیرؑ نے اب کھینچی جو تلوار | لرزی ہے زمیں کانپتا ہے گنبدِ دوّار
موقوف اگر اس نے یہ شمشیر زنی کی
بخشوں گا نہ امت میں رسولِ مدنی کی

(۱۵) جبرئیل روانہ ہوئے سن سن کے یہ گفتار | ناگاہ کہا شاہ سے ہاتف نے یہ تکرار
اے سبطِ رسولِ عربی روک لے تلوار | شمشیر زنی ہو یہ نہیں مرضیٔ غفار
کس دھیان میں تو اے خلفِ الصدقِ علیؑ ہے
اب فاطمہؑ سر پیٹتی جنت سے چلی ہے

(۱۶) ناگاہ صدا نالہ و فریاد کی آئی | زعفر سے کہا شاہ نے موپنچ آنکھوں کو بھائی
آتی ہے یہاں احمدِ مختار کی جائی | سر کھولے ہوئے دیتی ہے خالق کی دہائی
اس ماجرے کی دید سے دل میرا پھٹے گا
اب حلق میرا گود میں زہراؑ کے کٹے گا

(۱۷) راہی ہوا تب زعفر جن دشتِ بلا سے | اک حشر ہوا فاطمہؑ کی آہ و بکا سے
آئی یہ صدا اے مرے بھوکے مرے پیاسے | حلقوم کو اب جلد کٹا تیغِ جفا سے
کر صرف زباں بخششِ امت کی دعا میں
صدقے گئی قربان ہو اب راہِ خدا میں

(۱۸) بچپن میں تو تھا شوقِ شہادت تمہیں لال | تاخیر ہے کیوں آج یہ کھلتا نہیں کچھ حال
سن کر یہ سخن فاطمہؑ کا شاہِ خوش اقبال | کہنے لگے گلشن تو میرا ہو چکا پامال
مشتاقِ دمِ خنجرِ خونخوار کھڑا ہوں
واللہ کہ میں مرنے پہ تیار کھڑا ہوں

(۱۹) تب فاطمہؑ کہنے لگی با نالہ و زاری | اب شعلۂ غم اٹھتے ہیں چھاتی سے ہماری
یاں آؤ ذرا لشکرِ کفار سے واری | مر جاؤں گی لے لوں میں بلائیں تو تمہاری
اس وقت یہ تحصیلِ تمنا مجھے بس ہے
بیٹا مجھے چھاتی سے لگانے کی ہوس ہے

(۲۰) شبیر پھرے لشکرِ کفار سے ناگاہ | ہر سمت سے بس ٹوٹ پڑا لشکرِ گمراہ
گھوڑے سے گرا خاک پہ ابن اسداللہ | گودی میں لیا فاطمہ زہراؑ نے سرِ شاہ
اس وقت لہو دیدۂ زہراؑ میں بھر آیا
جب شمرِ لعیں کھینچ کے خنجر ادھر آیا

(۲۱) جب حلقِ شہِ دیں پہ رکھا خنجرِ براں | اس وقت ہوا فاطمہؑ کا حال پریشاں
خالق سے دعا کرنے لگی با دلِ نالاں | یارب مرے فرزند کی مشکل کو کر آساں
بہتا تھا لہو حلقِ شہِ دیں سے زمیں پر
وہ خون وہاں فاطمہ ملتی تھی جبیں پر

(۲۲) زینبؑ نے جو پردہ درِ خیمہ کا اٹھایا | شبیرؑ کے سینہ پہ چڑھا شمر کو پایا
غش کھا کے گری خاک پہ اک حشر مچایا | اور شہ نے گلا سجدۂ خالق میں کٹایا
اغلب تھا گرے عرش جو افلاک کے اوپر
افلاک گرا چاہتے تھے خاک کے اوپر

(۲۳) اس وقت اٹھا غلغلۂ نالہ و زاری | محبوبِ الٰہی کی بھی آ پہنچی سواری
تب فاطمہؑ رو رو کے یہ بابا سے پکاری | لوٹی گئی یا شاہِ رسل آپ کی پیاری
کیا داغ مجھے آپ کی امت نے دیا ہے
شبیرؑ کو گودی میں مرے ذبح کیا ہے

مرثیہ ۷۰

شہادت حضرت عبداللہؑ ابن حسنؑ

آفتابِ فلکِ عزّ و شرافت ہے حسینؑ (۱) دُرِ تابندۂ دریائے امامت ہے حسینؑ
وارثِ تیغِ شہنشاہِ ولایت ہے حسینؑ حامیِ حشر ہے مختارِ شفاعت ہے حسینؑ
ایسے مقتول زمانے میں کہاں ہوتے ہیں
آج تک جس کے لئے اہلِ جہاں روتے ہیں

جدِ امجد کو جو پوچھو تو ہے محبوبِ خدا (۲) باپ وہ ساری خدائی کا جو ہے عقدہ کشا
حضرتِ جعفرِ طیارؑ سا ذی رتبہ چچا فاطمہؑ والدہ بھائی حسنؑ سبز قبا
اے خوشا مرتبہ ماں کیسی پدر کیسا ہے
کون دنیا میں نجیب الطرفین ایسا ہے

کیا شرافت ہے عجب شان ہے اللہ اللہ (۳) واہ رے عزت و اقبال زہے حشمت و جاہ
کوئی شبیر سا آقا نہیں خالق ہے گواہ جان دی اور نہ ہونے دیا اُمت کو تباہ
باندھے مرنے پہ کمر بابِ شفاعت کھولا
بند دوزخ کو کیا دروازۂ جنت کھولا

کیا عنایت ہے جگر بندِ نبیؐ کے نثار (۴) راہِ حق میں جسے قربان کیا اس سر کے نثار
پانی بن سوکھ گئے تھے لبِ اطہر کے نثار زخمی بازو کے فدا اور سرِ انور کے نثار
واہ کس صبر سے اعدے کو وفا کرتے تھے
زخم جب لگتا تھا اُمت کی دعا کرتے تھے

پیچ عمامے کے کٹ کٹ کے کھلے جاتے تھے (۵) وار سے تیغوں کے فرصت نہ ذرا پاتے تھے
تیر ہر مرتبہ پیغامِ قضا لاتے تھے برچھیاں لگتی تھیں جب شکر یہ فرماتے تھے
رشکِ ایوبؑ تھا وہ عقدہ کشائے اُمت
دل میں تھی یادِ خدا لب پہ دعائے اُمت

کبھی فرماتے تھے گردوں کی طرف کرکے نگاہ (۶) بندۂ عاجز و بیکس ہوں میں اے بارِ الٰہ
نہ مددگار نہ انصار نہ لشکر نہ سپاہ میری مظلومی و تنہائی کا رہیو تو گواہ
رحم کر رحم کہ سر کٹنے کا ساماں ہو جائے
مشکلِ ذبح بھی شبیرؑ پہ آساں ہو جائے

ذکر یہ تھا کہ لگا چھاتی پہ اک نیزۂ کیں (۷) گر پڑے خاک پہ غش کھا کے شہِ عرش نشیں
آسماں ہل گیا تھرّا گئی مقتل کی زمیں دوڑیں چلاتی ہوئی زینبِؑ ناشاد و حزیں
بسرِ خاک گرا عرش کا تارا ہے ہے
ان لعینوں نے مرے بھائی کو مارا ہے ہے

خاک سے سبطِ پیمبرؐ کو اٹھاؤ لوگو (۸) منہ میں پانی کی کوئی بوند چواؤ لوگو
رحم اس بیکس و مظلوم پہ کھاؤ لوگو مجھ تلک رن سے مرے بھائی کو لاؤ لوگو
بیٹی حیدرؑ کی ہوں اور فاطمہؑ کی جائی ہوں
اسی بھائی کیلئے گھر سے نکل آئی ہوں

چونک کر غش سے یہ زینبؑ کو پکارے سرور (۹) کیا غضب تم نے کیا کیوں نکل آئیں باہر
ابھی جیتا ہوں میں تم خیمے میں جاؤ خواہر خاک اُڑا لیجیو جب تن سے کٹے گا مرا سر
جمع ہیں حلق پہ تلوار پھرانے والے
مر گئے سب مرے لاشے کو اٹھانے والے

بھائی بچے مرگئے دونوں انہیں کیونکر پاؤں (۱۰) بنے قائم نہیں جو مجھ کو بچانے آئیں
علی اکبرؑ نہیں جو نیزے سے جگر پر کھائیں — بھائی عباسؑ نہیں ہیں جو سپر بن جائیں
سب سے ہے یاس کسی کی ہیں اب آس نہیں
ذبح ہم ہوتے ہیں اور آہ کوئی پاس نہیں

آئی پہلو سے یہ خاتونِ قیامت کی صدا (۱۱) فاطمہؑ اس تری مظلومی و غربت کے فدا
میں تو حاضر ہوں بڑی دیر سے واری بیٹا — کبھی میں تھامتی ہوں اور کبھی شیرِ خدا
آج احمدؐ کا گریبان پھٹے گا بیٹا
سر تمہارا مرے زانو پہ کٹے گا بیٹا

اتنے میں گرد ہوا شہ کے لعینوں کا ہجوم (۱۲) کاٹ لو شاہ کا سر تھی یہی اس فوج میں دھوم
سینکڑوں ظالم بیرحم تھے اور اک مظلوم — راوی لکھتا ہے کہ اک خیمے سے نکلا معصوم
واری پھر آؤ پھوپھی رو کے چلاتی تھی
پیچھے اُس بچے کے ماں دوڑی چلی آتی تھی

نرگسی آنکھیں تھیں منہ چاند سے لمبے گیسو (۱۳) تھا مہ حسنؑ سے لبریز صراحی سا گلو
نرگسی آنکھوں میں صدمے سے بھرے تھے آنسو — گھر سے نکلا جو نہ تھا تکتا تھا بس وہ ہر سو
برقِ شمشیر سے ڈر کر جو جھجک جاتا تھا
گوہرِ گوش ستارہ سا چمک جاتا تھا

بولی ماں پیچھے سے کرتے کا پکڑ کر دامن (۱۴) اے یتیمِ حسنؑ اے بیکس و آوارہ وطن
رحم کر مجھ پہ میں بیوہ ہوں گرفتارِ محن — گھر میں چل مار نہ ڈالے تجھے کوئی دشمن
نہ جدا ہو کہ مری آنکھوں کا تارا ہے تو
رانڈ ہوں مری پیری کا سہارا ہے تو

مرچکا ہے ابھی قائم سا مرا لختِ جگر (۱۵) اب سوا تیرے مرا کوئی نہیں دلبر
مرگیا تو بھی تو واری میں جیوں گی کیونکر — کون دو رانڈوں کی پرسش میں لیوے گا خبر
قابلِ جنگ نہیں رن میں نہ جاؤ بیٹا
چل کے رنڈسالہ تو بھابی کو پہناؤ بیٹا

ماں سے دامن کو چھڑا کر وہ یہ کرتا تھا بیاں (۱۶) قتل ہوتے ہیں چچا مجھ کو نہ روکو اماں
پرورش رانڈوں کی کرتا ہے خداوندِ جہاں — بیکسی میں مجھے ہونے دو چچا پر قرباں
کم نہیں آج جوانوں سے ارادہ میرا
علی اصغرؑ سے تو سن ہوگا زیادہ میرا

ماں نے بیتابی بہت کی نہ رکا پر وہ صغیر (۱۷) پہنچا اُس وقت کہ جب شاہ پہ تھی بارشِ تیر
لپٹا چھاتی سے تو گھبرا کے پکارے شبیرؑ — موت لے آئی تجھے خیمے سے اے ماہِ منیر
مجھ پہ تیغوں میں سپر ہونے کو آئے بیٹا
ہائے عمو تجھے کس طرح بچائے بیٹا

اتنے میں شاہ پہ اک شامی نے ماری تلوار (۱۸) اپنے ہاتھوں پہ لیا بچے نے اس تیغ کا وار
ہاتھ دونوں جو قلم ہو گئے اس کے یکبار — گر پڑا شاہ کی گودی میں حسنؑ کا دلدار
خاک پر صدمے سے شاہِ شہدا لوٹتے تھے
وہ جدا لوٹتا تھا شاہ جدا لوٹتے تھے

پانی حضرت سے لگا مانگنے وہ طفلِ صغیر (۱۹) یک بیک ننھی سی گردن پہ لگا ظلم کا تیر
آسماں ہل گیا اس درد سے روئے شبیرؑ — دم گلے میں جو رکا مرگیا وہ ماہِ منیر
دیکھ کر چرخ کو بس آہ و بکا کرتے تھے
اُس کے لاشے کو نہ چھاتی سے جدا کرتے تھے

مرثیہ ۱۷

شہادت امام حسینؑ علیہ السّلام

آدمؑ کا دادرس بنی آدمؑ میں کون ہے (۱) یکتا خدا کے بعد دو عالم میں کون ہے
ذبحِ عظیم مُصحفِ آدم میں کون ہے ہر گھر کا چاند ماہِ محرم میں کون ہے
جس کی خزاں بہار ہے وہ پھول کون ہے
جس کی دِیت خدا ہے وہ مقتول کون ہے

فرماں روا تے کوفہ تھے جب حضرتِ امیرؑ (۲) شمرِ لعیں ہوا تھا کسی جرم پر اسیر
تقصیر وارِ شرع تھا ہر چند وہ شریر پر آلِ مصطفیٰؐ کی طرح تھا نہ دستگیر
تھا دور دَورِ ساقیٔ کوثر زمانے میں
پانی نہ بند شمر پہ تھا قید خانے میں

اِک دن حسینؑ ابنِ علیؑ شافعِ انام (۳) جاتے تھے بارگاہِ علیؑ میں پئے سلام
نیکی کی طرح ساتھ تھے عباسؑ نیک نام ناگاہ جانبِ درِ زنداں کیا خرام
چلّایا شمرؑ وقتِ عنایت ہے یا حسینؑ
عاصی امیدوارِ شفاعت ہے یا حسینؑ

مولا کے گوش زد جو اُس کی صدا ہوئی (۴) گویا دخیلِ بابِ اجابت دُعا ہوئی
حاجت پکاری شمرؑ کی حاجت روا ہوئی نازاں اُدھر خطا اِدھر ارزاں عطا ہوئی
عباسؑ نے یہ بڑھ کے کہا حق کے نور سے
امداد خواہ ہے کوئی قیدی حضورؑ سے

یوں مُڑ گئے حسینؑ سوئے شمرِ حیلہ ور (۵) رتی پہ جھوم پڑتا ہے جس طرح ابرِ تر
پوچھا کچھ احتیاج ہے ہم سے بیان کر میری دعا سے پاتے ہیں فطرس نے بال و پر
دُنیا میں ہم ہیں کُل کی ہدایت کے واسطے
عقبیٰ میں عاصیوں کی شفاعت کے واسطے

مکّار نے کہا تامل ہے اس میں کیا (۶) میں نے بھی کچھ سمجھ کے تو دی آپ کو ندا
کِس کِس نے میری سعی نہ کی پیشِ مرتضیٰؑ پر اب تلک نہ قید سے خادم رہا ہوا
پیارے ہیں آپ نانا کے محبوب باپ کے
اب مخلصی غلام کی ہے ہاتھ آپ کے

پوچھا بچھانے کیلئے بستر ہے بولا ہے (۷) فرمایا پھر لحاف ہے چادر ہے بولا ہے
فرمایا سرد پانی کا ساغر ہے بولا ہے فرمایا نانِ گرم میسّر ہے بولا ہے
پوچھا گذر ہوا کا بھی ہے قید خانے میں
بولا نسیمِ فیضِ علی ہے زمانے میں

پوچھا اندھیرا رہتا ہے شب کو کہ روشنی (۸) بولا تمہارے نور کی ہر جا ہے چاندنی
فیاض کے اسیر بھی ہر شئے سے ہیں غنی ہے روشنی کو شمع بچھانے کو چاندنی
گھر سے سوا ہے چین اسیری کا نام ہے
فرمایا آج قید کی مدت تمام ہے

سرخم کیے حسینؑ گئے پیشِ شاہِ دیں (۹) ٹھہرے ادب سے مسندِ پر نور کے قریں
فرمایا مرتضیٰؑ نے کہ بیٹھو کہا نہیں زنداں میں اک اسیر کو دیکھا ہے دل حزیں
خردوں پہ ہیں حضورؑ کے احساں بڑے بڑے
تقصیر بخشواؤں گا اس کی کھڑے کھڑے

ہم نامِ کبریا نے کہا تو تو اس کا نام (۱۰) کی عرض شمرؔ نام ہے اے قبلۂ انام
سنتے ہی نام رونے لگے شاہِ خاص و عام
اشکوں سے ریش تر ہوئی اور سینہ بھی تمام
پیشِ نظر شہادتِ شبیرؑ پھر گئی
سینہ کی اور موزہ کی تصویر پھر گئی

فرمایا یہ اسیر تو قاتل تمہارا ہے (۱۱) کی عرض حکم حق ہے تو کیا اپنا چارہ ہے
قاتل بھی ہے تو خیر رہائی گوارا ہے
ہم تو وہی کریں گے جو شیوہ ہمارا ہے
فرمایا مستعد یہ دغا اور جفا پہ ہے
کی عرض ہے تو ہے نظر اپنی خدا پہ ہے

بابا خدائے پاک کی رحمت کا واسطہ (۱۲) نانا نبیؐ کے خلق و مروت کا واسطہ
اور میری اماں جان کی عفت کا واسطہ
تم کو جو حبِ حق ہے اُس اُلفت کا واسطہ
فرمایئے قبولِ شفاعت حسینؑ کی
لکھ لیجئے حضور ضمانت حسینؑ کی

یوں واسطے دیئے جو جوزادے نے برملا (۱۳) رو کر خطاب کرنے لگے سب سے مرتضیٰ
اے حاضرینِ بزم یہ انصاف کی ہے جا
دیتا ہوں میں تمہیں قسم رحمتِ خدا
ایسے بھی حوصلے کسی بندے کے ہوتے ہیں
ضامن حسینؑ اپنے کشندے کے ہوتے ہیں

پھر خادموں کو حکم دیا جاؤ جلد جاؤ (۱۴) جس میں خوشی حسینؑ کی شمرِ لعیں کو لاؤ
کیا دیکھتے ہو جانبِ زنداں قدم اٹھاؤ
اُس کو بھی حالِ بخششِ شبیرؑ کا سناؤ
کہنا علیؑ نے تیری خطا بھی معاف کی
بخشی خطا بھی اور سزا بھی معاف کی

خدام لائے شمرؔ کو حیدرؑ کے سامنے (۱۵) آیا گناہ رحمتِ داور کے سامنے
بولے علیؑ کہ جا مرے دلبر کے سامنے
شکریہ کر حسینِ دلاور کے سامنے
کیا جلد عفو کا تو سزاوار ہو گیا
تیرے حمایتی سے میں ناچار ہو گیا

اے شمرؔ بھولیو نہ یہ احسان حسینؑ کا (۱۶) اے شمرؔ لوٹیو نہ گلستان حسینؑ کا
اے شمرؔ گھر نہ کیجیو ویران حسینؑ کا
اے شمرؔ کھولیو نہ گریبان حسینؑ کا
خنجر نہ پھیریو جو پیمبرؐ کا پاس ہے
اِن کے گلے میں نانا کے بوسوں کی باس ہے

اب آگے وہ بیاں ہے کہ تھراتے ہیں فلک (۱۷) اس پرورش کو بھول گیا شمرؔ یک بیک
احسان آج کا نہ رہا یاد کل تلک
تنہا ہے رن میں خسروِ انس و جن و ملک
مدِ نظر ہے شمرؔ کو ترکیب ذبح کی
دیتا ہے چار لاکھ کو ترغیب ذبح کی

خیمہ فرات سے جو اُٹھایا تو شمرؔ نے (۱۸) نیزہ قنات پر جو لگایا تو شمرؔ نے
پانی دکھا دکھا کے بہایا تو شمرؔ نے
سب روتے ایک رحم نہ کھایا تو شمرؔ نے
آخر ہلایا جسم لحد میں رسولؐ کا
کاٹا چھری سے ہائے کلیجہ بتولؑ کا

ظالم سے یہ خطابِ شہِ خوش نہاد ہے (۱۹) کیوں شمرؔ اپنا عہدِ اسیری بھی یاد ہے
کہتا ہے ہاں وہی تو بنائے عناد ہے
پر آج انتقام سے دل شاد شاد ہے
قابو میں فوج و ملک ہے مال و خزانہ ہے
وہ وقت آپ کا تھا یہ میرا زمانہ ہے

مرثیہ ۲۷

شہادت امام حسین علیہ السّلام

(۱) زخمی جو رن میں فاطمہؑ کا گلبدن ہوا — اور پرزے پرزے تن میں لباسِ کہن ہوا
غش پشتِ ذوالجناح پہ شاہِ زمن ہوا — دستِ الم سے چاک نبیؐ کا کفن ہوا
زخموں کے منہ سے خون کے دریا ابل پڑے
سر ننگے قبر سے شہِ مرداں نکل پڑے

(۲) مظلوم کہتا جاتا تھا میں بے گناہ ہوں — مارو نہ مجھ کو سبطِ رسالت پناہ ہوں
تم لوگوں کا خدا کی قسم خیر خواہ ہوں — اس قول پر خدا کو میں رکھتا گواہ ہوں
کچھ رحم آتا تھا نہ کسی نابکار کو
شمشیریں مارتے تھے غریب الدّیار کو

(۳) نیزہ لگا جو سینہ پہ تھرّا کے رہ گئے — بیٹھا جو تیر ماتھے پہ تیورا کے رہ گئے
گرنے لگے تو ہاتھوں کو لٹکا کے رہ گئے — شکرِ خدا زبان سے فرما کے رہ گئے
اکبرؑ نہ تھے جلو میں نہ عباسؑ پاس تھے
مظلوم بیچ میں تھا عدو آس پاس تھے

(۴) سینہ پہ بھالا رکھ کے گرایا حسینؑ کو — جی بھر کے ظالموں نے ستایا حسینؑ کو
گرنے پہ خاکِ تودہ بنایا حسینؑ کو — ہے ظلم کی یہ حد کہ غش آیا حسینؑ کو
پر دیکھیو جو اس شہنشاہِ نیک کے
سجدے میں سر جھکا دیا ہاتھوں کو ٹیک کے

(۵) آیا سرہانے تیغ بکف شمرِ روسیاہ — بولا گلا کہ میں ہوں پیمبرؐ کی بوسہ گاہ
دل نے کہا یہ سینہ ہے گنجینۂ اِلٰہ — بیٹھا یہ اِس جگہ کہ نہیں جانے شرع آہ
اس ظلم نو سے چرخِ کہن کانپنے لگا
ایسا حسینؑ تڑپے کہ رن کانپنے لگا

(۶) ڈیوڑھی پہ آئے سب حرمِ بادشاہِ دیں — بولی یہ پیٹ پیٹ کے سر زینبِؑ حزیں
آیا کوئی یہاں ہے مسلمان یا نہیں — بیٹھا ہے کس بزرگ کے سینہ پہ یہ لعیں
اے ابنِ سعدؔ فاطمہؑ کا کنبہ روتا ہے
تو دیکھتا ہے بھائی مرا ذبح ہوتا ہے

(۷) بولا عمرؔ کہ روک لو خیمہ کا سامنا — اک غول آ کے خیمہ کے در پر کھڑا ہوا
اِس ظلم سے بس اور بھی زینبؑ کا دم گھٹا — فضہؓ کو رن میں بھیجا کہ حضرت کو دیکھ آ
مقتل کو وہ بڑھی تھی کہ مڑ کر اک آہ کی
کٹتی ہے بوسہ گاہِ رسالت پناہ کی

(۸) پانی وہ مانگتے ہیں پلاتا نہیں کوئی — اِس درد کو خیال میں لاتا نہیں کوئی
کیا قہر ہے کہ پاس بھی آتا نہیں کوئی — سینہ سے بے حیا کو اٹھاتا نہیں کوئی
امّاں تمہاری بیٹی ہیں بلبلاتی ہیں
وہ بیٹے سے لپٹتی ہیں حوریں چھڑاتی ہیں

(۹) زینبؑ نے بال کھول کے رن کو قدم بڑھائے — سیدانیاں بھی ساتھ چلیں گردنیں جھکائے
زینبؑ پکاری ہائے مرے بھائی جان ہائے — بھیّا پکار لو یہ بہن کس طرف کو جائے
بھیجوں کسے تلاش کو سب میرے مر گئے
آنکھیں بہن کی ڈھونڈتی ہیں تم کدھر گئے

(۱۰) ناگاہ چلے عمر کی طرف رن سے اہلِ شام　الفتح کی ندا ہوئی باجے بجے تمام
واں سے بڑھی جو بھائی کی عاشق چند گام　بے سر ملا تڑپتا ہوا لاشۂ امام
جو وقتِ ذبحِ سبطِ پیمبرؐ کا حال تھا
وہ لاشۂ حسینؑ پہ خواہر کا حال تھا

(۱۱) پہلے تو ننھے بچے ڈرے اور ہٹ گئے　آئی جو بو حسینؑ کی تو سب لپٹ گئے
کرتے تو چاک تھے پہ کلیجے بھی پھٹ گئے　رونے حرم نصیب ہمارے اُلٹ گئے
رونے کا یہ محل ہے کہ جا شور و شین کی
آنکھوں سے لاش دیکھ رہے ہیں حسینؑ کی

(۱۲) ہر بی بی بال کھولے ہوئے خاک اُڑاتی تھی　پر بانوئے حسینؑ کو کچھ بن نہ آتی تھی
جب سر کے کھولنے کیلئے ہاتھ اُٹھاتی تھی　کچھ دل میں اپنے سوچ کے وہ ٹھہر جاتی تھی
چھُریاں تو پھر رہی تھیں دلِ پاش پاش پر
اِک آہ آسماں پہ تھی اک آہ لاش پر

(۱۳) آخر تڑپ کے حضرتِ زینبؑ کو دی ندا　اک دن وہ تھا کہ خواب میں طالع ہوئے رسا
جنت سے آئی لونڈی کے گھر اشرف النساءؑ　سر گوندا اور پھولنے پھلنے کی دی دُعا
عاشق جو پایا مجھے کشتۂ مشرقین کا
دِکھلا دیا جمال جنابِ حسین کا

(۱۴) اک دن یہ ہے کہ سامنے ہے لاشۂ حسینؑ　سر کھولنے کا وقت ہے ہنگامِ شور و شین
مجھ کو ادب ہے فاطمۂ زہراؑ کا فرضِ عین　یہ کام ہے تمہارا کہ ہو اُن کی نورِ عین
یہ سر وہی ہے جب کہ میں بندی میں آئی تھی
اپنی ردا علیؑ ولی نے اُڑھائی تھی

(۱۵) اکبرؑ کا صدقہ آپ مرے کام آیئے　لونڈی کے بال کھول کے بیوہ بنایئے
آخر ہوا سہاگ مری نتھ بڑھا یئے　بھابی حسنؑ کو روئی تھیں کیونکر بتایئے
رنڈ سالہ میں طلب نہیں کرتی جناب سے
محروم تو نہ رکھئے عزا کے ثواب سے

(۱۶) زینبؑ پکاری آؤ گلے سے لگاؤں میں　آؤ جبیں پہ خاک ملوں نتھ بڑھاؤں میں
ماں نے دُلہن بنایا تمہا بیوہ بناؤں میں　مانگو دعا زمین پھٹے اور سماؤں میں
ہے ہے بچھڑ کے گور کنارے گئے حسینؑ
جیتی رہی میں رونے کو مارے گئے حسینؑ

مرثیہ ۷۳

شہادت امام حسین علیہ السلام

(۱) ابنِ علی جو باغِ رسالتؐ لُٹا چکا　بھائی کی اور باپ کی دولت لُٹا چکا
پونجی حرم کی اپنی بضاعت لُٹا چکا　سب کچھ برائے بخششِ اُمت لُٹا چکا
باقی کوئی شہید دل کے دفتر میں اب نہیں
جز عابدؑ مریض کوئی گھر میں اب نہیں

(۲) تنہا کھڑے تھے فوج میں شاہِ فلک وقار　جو آئی چار سمت سے پھر فوجِ بد شعار
دیکھا کہ ہے نیام میں حیدرؑ کی ذوالفقار　جرأت ہوئی ہر ایک کو بڑھ کر لگائے وار
یادِ خدا میں شاہ نے سب کچھ بھُلا دیا
جب زخم کھایا شکر کیا مسکرا دیا

(۳)
ٹکڑے ہوا جبیں سے کمر تک تنِ امام   گھبرا گیا فرس تو یہ بولے شہِ انام
اے ذوالجناح یاں سے ہٹانا نہ ایک گام   اب جنگ بھی تمام ہے اور ہم بھی ہیں تمام
گھیرے ہوئے ہے فوجِ اجل سدِ راہ ہے
جائے گا اب کہاں کہ یہی قتل گاہ ہے

(۴)
گو پیاس میں ہوں فرطِ جراحت سے جاں بلب   چاہوں تو ایک حملہ میں ہٹ جائے فوج سب
لیکن مجھے خود اپنی شہادت کی ہے طلب   ثابت قدم ہوں کہ دمِ امتحاں ہے اب
قائل ہو سب جہاں کہ انہیں کا یہ کام ہے
ایوبؑ بھی مقر ہوں کہ صبر اس کا نام ہے

(۵)
مضطر نہ ہوں گیں تو لگیں ناوکِ ستم   کچھ غم نہیں جو پڑتی ہیں تلواریں دمبدم
ماریں نہ دم جو تن سے ہو سو بار سر قلم   راحت یہ دکھ سمجھتے ہیں راہِ خدا میں ہم
پیدا ہوئے ہیں درد و مصیبت کے واسطے
یہ سب قبول ہے ہمیں امت کے واسطے

(۶)
مجھ کو نہ قتل ہونے کا غم ہے نہ کچھ ملال   گھر کی ہے اب فکر نہ بچوں کا ہے خیال
جانا قریب ہے سوئے دربارِ ذوالجلال   تن سے جدا جو سر ہو تو بس نیک ہے مآل
مرسل بھی تھرتھراتے ہیں اس بارگاہ میں
سر نذر لے کے جاؤں جنابِ الٰہ میں

(۷)
یوسفؑ لقا عزیز ہوئے خوں میں تر تو کیا   بے جاں ہوئے برادرِ عالی گہر تو کیا
قرباں کئے جو راہ میں اس کی پسر تو کیا   ہاتھوں پہ لے کے جاؤں اگر اپنا سر تو کیا
ہاں ایک اس امید پہ دل مستقیم ہے
بندہ ہوں جس کا میں وہ کریم الرحیم ہے

(۸)
یہ کہتے تھے کہ سر پہ لگی تیغ آبدار   نیزہ سناں کا ہو گیا سینے کے وار پار
گرنے لگے جو زین سے امامِ فلک وقار   بیٹھا زمیں پہ ٹیک کے گھٹنوں کو راہوار
عرش میں جگر پکڑ کے بدرد و الم گرے
سنبھلا گیا نہ خاک پہ شاہِ امم گرے

(۹)
دی بڑھ کے ایک نے پسرِ سعدؔ کو خبر   گھوڑے سے گر پڑا اسد اللہ کا پسر
بشاش ہو کے شمرؔ سے بولا وہ خیرہ سر   جا جلد جا نبیؐ کے نواسے کو قتل کر
غل ہو دلاوری کا تری شہر شہر میں
خنجر وہ کھینچ لے جو بجھایا ہو زہر میں

(۱۰)
خنجر پکڑ کے شمرؔ چلا آستیں چڑھائے   بولا یہ ابنِ سعدؔ کہ خولی بھی ساتھ جائے
دونوں لعیں جو لاشۂ سرور کے پاس آئے   پہلو سے فاطمہؑ نے صدا دی کہ ہائے ہائے
خنجر لئے ہوئے ستم ایجاد آتے ہیں
چونکو حسینؑ ذبح کو جلاد آتے ہیں

(۱۱)
بیکس کا کوئی یار ہے اس دم نہ غمگسار   مشکل کی یہ گھڑی ہے کہ ہے وقتِ احتضار
کیا کہہ رہے ہو ہونٹ جو ہلتے ہیں بار بار   بہرِ مدد علیؑ کو پکارو یہ ماں نثار
بولے حسینؑ ذکرِ خدا کر رہے ہیں ہم
امت کی مغفرت کی دعا کر رہے ہیں ہم

(۱۲)
روحِ جنابِ فاطمہؑ زہرا نے دی صدا   صدقے میں ان لبوں کے اس آواز پر فدا
اس کا نہیں خیال کہ کٹتا ہے اب گلا   یہ صبر مرحبا مرے مظلوم مرحبا
ٹکڑے ہے جسم پیاس سے ہونٹوں پہ جان ہے
اے لال مرتے وقت بھی امت کا دھیان ہے

کیوں کر کہوں تطا دلِ شمرِؔ ستم شعار (۱۳) پیاسے گلے پہ شہ کے رکھی تیغِ آبدار
گھر سے اُدھر نکل پڑی زینبؑ جگر فگار — چلّائی مُنہ نجف کی طرف کر کے ایک بار

حلقِ حسینؑ کٹتا ہے خنجر کی دھار سے
یا مرتضیٰ علیؑ نکل آؤ مزار سے

یا شیرِ کردگار اُلٹ دو جہان کو (۱۴) فریاد سے ہلا دو زمیں آسمان کو
کرتے ہیں ذبح اہلِ ستم میہمان کو — یا مُصطفٰےؐ بچا لو مرے بھائی جان کو

شمشیر چلنے پائے نہ پیاسے کے حلق پر
رکھ دیجئے حلق اپنا نواسے کے حلق پر

یہ کہہ کے سوئے مقتلِ شاہِ اُمم چلی (۱۵) مُنہ اپنا پیٹتی ہوئی با درد و غم چلی
اُٹھ کر کبھی گری تو کبھی دو قدم چلی — اور واں گلوئے شاہ پہ تیغِ دو دم چلی

پہنچی تو خاتمہ تھا شہِ مشرقین کا
شمرِ لعیں کے ہاتھ میں تھا سر حسینؑ کا

زینبؑ نے سرِ حسینؑ کا دیکھا جو خوں میں تر (۱۶) پھیلا کے دونوں ہاتھوں کو دوڑی برہنہ سر
دی شمرِؔ کو صدا کہ ستم گر ذرا ٹھہر — بھائی کا میرے سر لئے جاتا ہے تو کدھر

تھم جا کہ شہ کو بانوئے ناچار دیکھ لے
بالی سکینہؑ باپ کا دیدار دیکھ لے

مرثیہ ۴۷

شہادت امام حسین علیہ السّلام

جب ناصرانِ قبلۂ دیں کوچ کر گئے (۱) تنہا رہے حسینؑ مجاہد گذر گئے
لاکھوں سے تشنہ کام لڑے خوں میں بھر گئے — باہم تھا جن سے رشتۂ الفت وہ مر گئے

سو داغ تھے اور ایک دلِ حق شناس تھا
کوئی نہ وقتِ ظہر نمازی کے پاس تھا

چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسینؑ پر (۲) ٹوٹے ہوئے تھے برچھیاں والے حسینؑ پر
قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسینؑ پر — یہ دُکھ نبیؐ کے گود کے پالے حسینؑ پر

تیرِ ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا
گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

لاکھوں میں ایک بیکس و دلگیر ہائے ہائے (۳) فرزندِ فاطمہؑ کی یہ توقیر ہائے ہائے
بھالے وہ اور پہلوئے شبیرؑ ہائے ہائے — وہ زہر میں بجھائے ہوئے تیر ہائے ہائے

غصّہ میں تھے جو فوج کے سرکش بھرے ہوئے
خالی کئے حسینؑ پر ترکش بھرے ہوئے

زخموں سے جسم کا جو لہو بہہ گیا تھا سب (۴) چہرہ تمام زرد تھا اور تھے کبود لب
نیزوں کی نوکیں اور تنِ سیدِ عرب — تیرِ سہ شعبہ اور وہ گلا خشک ہے غضب

تیغوں سے بند بند جُدا تھا جناب کا
شیرازہ کھُل گیا تھا خدا کی کتاب کا

۵
جنگل سے آئی فاطمہ زہرا کی یہ صدا　اُمت نے مجھ کو لُوٹ لیا وامحمدا
اِس وقت کون حقِ محبت کرے ادا　ہے ہے یہ ظلم اور دو عالم کا مُقتدا
انیس سو ہیں زخم تنِ چاک چاک پر
زینبؑ نکل حسینؑ تڑپتا ہے خاک پر

۶
پردہ اُلٹ کے بنتِ علیؑ نکلی ننگے سر　لرزاں قدم خمیدہ کمر اور عرق میں تر
چاروں طرف پکارتی تھی سر کو پیٹ کر　اے کربلا بتا ترا مہمان ہے کدھر
اماں قدم اب اُٹھتے نہیں تشنہ کام کے
پہنچا دو لاش پر مرے بازو کو تھام کے

۷
کہتی تھی گہ پکار کے فریاد یا علیؑ　ہوتا ہے گھر بتولؑ کا برباد یا علیؑ
وقتِ مدد ہے بھیجو امداد یا علیؑ　بھائی کو قتل کرتے ہیں جلاد یا علیؑ
آکر ہٹاؤ ظالموں کو ذوالفقار سے
بابا خدا کے واسطے نکلو مزار سے

۸
آیا قریب شاہ اُدھر شمرِ نابکار　قرآں پہ بے حیا نے رکھا پائے موزہ دار
بولا یہ غش سے چونک کے زہراؑ کا یادگار　کس کی صدا یہ ہوتی ہے اے شمر دل کے پار
بیٹی نہ ہووے فاتحِ بدر و حنین کی
ظالم کہیں بہن تو نہیں ہے حسینؑ کی

۹
فرما رہے تھے شمرِ لعیں سے یہ شاہِ دیں پناہ　رنگِ زمیں تو زرد ہوا آسماں سیاہ
زینبؑ نے بڑھ کے جانبِ مقتل جو کی نگاہ　خنجر سے کٹ رہی تھی محمدؐ کی بوسہ گاہ
نانا کو دمبدم شہِ دیں یاد کرتے تھے
محبوبِ ذوالجلال سے فریاد کرتے تھے

۱۰
آئی ندا نبیؐ کی یہ اُس دم بہ شور و شین　حاضر ہوں میں تو دیر سے اے میرے نورِ عین
زہراؑ تڑپ رہی ہے علیؑ کو نہیں ہے چین　میں تجھ پہ صدقے اور مرے ماں باپ اے حسینؑ
پُرسا ترا ملک مجھے دینے کو آئے ہیں
جنت سے انبیاءؑ تجھے لینے کو آئے ہیں

۱۱
خاتونِ حشر نے بھی صدا دی بصد ملال　ماں تم کو گود میں لئے بیٹھی ہے میرے لال
پہلو کے درد کا مجھے اس دم نہیں خیال　چہلم تلک رہوں گی یہیں کھولے سر کے بال
ماتم تمہاری لاش پہ برپا کروں گی میں
پیٹوں گی خاک اُڑاؤں گی تڑپا کروں گی میں

۱۲
یہ ذکر تھا کہ خنجرِ خوں خوار چل گیا　پیاسے گلے سے خون کا دریا اُبل گیا
سارے جہاں کے چین کا نقشہ بدل گیا　مُنہ شہ کا قبلہ رو رہا اور دم نکل گیا
پیدا کٹے رگوں سے یہ اُس دم صدا ہوئی
شکرِ خدا کہ نار سے اُمت رہا ہوئی

۱۳
کس مُنہ سے میں کہوں کہ سناں پر سرِ امام　وہ ریگِ گرم اور وہ تنِ انورِ امام
گھوڑوں کے نعل ہیں عقب و پیکرِ امام　نامحرموں میں خاک بسر خواہرِ امام
سیّد کی لاش ہائے بیاباں میں لٹ گئی
ٹوٹا نہ آسمان نہ دنیا اُلٹ گئی

مرثیہ ۵

شہادت امام حسین علیہ السّلام

جب رن میں سبطِ احمدؐ مختار گھر گیا (۱) سیّد غریب بے کس و ناچار گھر گیا
اہلِ حرم کا قافلہ سالار گھر گیا لشکر تمام ہو گیا سردار گھر گیا
غُل تھا اماں دو نہ شہِ مشرقین کو
نوکوں سے برچھیوں کی گرا دو حسینؑ کو

جس روز تھا یہ حشر بپا ماتم یہ شور و شر (۲) آپہنچا اک مسافرِ غربت زدہ اُدھر
نکلا تھا گھر سے شوقِ نجف میں وہ خوش سیر چھوڑے ہوئے وطن اُسے گذرا تھا سال بھر
بے خانماں کو عشق خدا کے ولی کا تھا
مشتاق وہ زیارتِ قبرِ علیؑ کا تھا

پہنچا جو کربلا میں تو دیکھا یہ اُس نے حال (۳) تنہا کھڑا ہے ایک مسافر لہو میں لال
فوجیں ستم کی گرد ہیں آمادۂ قتال چلتے ہیں تیر پانی کا کرتا ہے جب سوال
از بسکہ اہلِ درد تھا بے تاب ہو گیا
پانی کے مانگنے پہ جگر آب ہو گیا

تھم کر جو اُس نے دور سے لاشوں پہ کی نظر (۴) دیکھا کوئی ہے شمس کوئی غیرتِ قمر
بچہ پڑا ہے ایک ستارہ سا خاک پر کرتا بھی ہنسلیاں بھی شلوکہ بھی خوں میں تر
سُرخی لہو کی حلق کے سیبِ ذقن میں ہے
باچھوں میں سب ہے دودھ انگوٹھا دہن میں ہے

کہنے لگا لرز کے وہ ذی قدر و نیک نام (۵) اللہ کس قدر ہے پُر آشوب یہ مقام
دریا خدا نے خلق کئے بہرِ فیضِ عام مرتا ہے بے اجل یہ ستم کش یہ تشنہ کام
اِن سے بشر ڈرے جنھیں خوفِ خدا نہیں
جلدی نکل چلو یہ ٹھہرنے کی جا نہیں

دو چار گام چل کے یہ سوچا وہ نامور (۶) مظلوم کی دعائیں ہے ہر طرح کا اثر
واللہ برگزیدۂ حق ہے یہ خوش سیر کیجئے التماسِ دعا ہاتھ باندھ کر
تیغوں میں اُس کے پاس چلو جو خدا کرے
آساں ہوں مشکلیں جو یہ بے کس دعا کرے

آیا جو کانپتا ہوا وہ شاہِ دیں کے پاس (۷) کی عرض السّلامُ علیک اے فلک اساس
مولا جواب دے کے یہ بولے بدرد و یاس آنا ہوا کدھر سے ترا اے خدا شناس
عرض اُس نے کی غلامِ شہِ ذوالفقار ہوں
بیکس ہوں بے نوا ہوں غریب الدیار ہوں

دو صاحبوں کے شوق میں چھوڑا ہے میں نے گھر (۸) حسرت یہ ہے نصیب کرے یاوری اگر
پہلے تو ہوں نجف کی زیارت سے بہرہ ور منظور پھر وہاں سے مدینہ کا ہے سفر
پہنچوں گا دولتیں ہیں اگر سرنوشت میں
رستہ میں موت آئی تو پہنچا بہشت میں

فرمایا آپ نے مدینے میں کیا ہے کام (۹) عرض اُس نے کی وہی تو ہے دنیا میں اک مقام
اس سرزمیں پہ ہے مرا آقا مرا امام برسوں سے جن کے عشق میں روتا ہوں صبح و شام
حیدرؑ کے جان و دل شہِ مشرقین ہیں
صدقے میں اُس جگہ کے وہیں تو حسینؑ ہیں

یہ سُن کے آپ آئے مُسافر کے متصل (۱۰) پھیلا کے دونوں ہاتھ کہا آ گلے تو مل
ہاں بھائی سچ ہے صدمۂ فرقت ہے جاں گسل اس دم بہل گیا ترے آنے سے میرا دل

طاقت کلام کی نہیں پاتا یہ ضعف ہے
چہرہ ترا نظر نہیں آتا یہ ضعف ہے

میرا ہے اب یہ حال کہ زخموں سے چور ہوں (۱۱) جنگل میں موت آئی ہے بستی سے دُور ہوں
اِک خاکسار بندۂ ربِّ غفور ہوں عالم ہے اُس کی ذات کہ میں بے قصور ہوں

کہنے میں بات آتی ہے یہ کچھ گِلا نہیں
دن تیسرا ہے آج کہ پانی مِلا نہیں

مولا سے ہاتھ جوڑ کے بولا وہ دل کباب (۱۲) لے آؤں دوڑ کر مرے شربہ میں ہے کچھ آب
کیجئے زباں خشک کو تر بہرِ بوترابؑ بولے ہلا کے سر کو شہِ آسماں جناب

اب انتظار موت کا ہے کیا جیوں گا میں
سب پیاسے مر گئے نہ پانی پیوں گا میں

درکار جو تجھے ہو وہ لے بہرِ کردگار (۱۳) پیدل اگر ہے تو تو یہ حاضر ہے راہوار
ناقہ بھی لے ترا تو ہے آقا وہ نامدار سائل کو جس نے دی تھی کے اونٹوں کی دو قطار

بیکس ہوں گو کہ آج پہ عالی مقام ہوں
شرما نہ تو کہ میں بھی علیؑ کا غلام ہوں

عرض اُس نے کی حضورؑ سے اب ہے یہ التجا (۱۴) کیجئے اُٹھا کے ہاتھ مرے حق میں یہ دُعا
پہنچا دے مجھ کو قبرِ علیؑ پر مرا خدا مولا نے آسماں کی طرف دیکھ کر کہا

جس کو نہیں زوال وہ دولت نصیب ہو
یارب اسے علیؑ کی زیارت نصیب ہو

تسلیم کی جو اُس نے تو بولے شہِ انام (۱۵) قبرِ علیؑ پہ جا کے یہ کہنا پس از سلام
آتے ہیں آپ درد و مصیبت میں سب کے کام یہ بیکس و غریب بھی ہے آپ کا غلام

تنہا ہوں دشمنوں میں خبر آ کے لیجئے
ہنگامِ ذبح گود میں سر آ کے لیجئے

سُن کر بیانِ شاہ رہی ضبط کی نہ تاب (۱۶) آنسو بہا کے سر کو جُھکایا بصد حجاب
دل سے کہا کہ ہے لبِ بام آیا آفتاب بیکس کے کام آؤ کہ اِسمیں بھی ہے ثواب

احساں کا یہ عوض ہے کہ احسان کیجئے
اب سر علیؑ کے نام پہ قربان کیجئے

حضرت سے عرض کی کہ نہ جائیگا یہ غلام (۱۷) بس جی چکا بہت یہی مرنے کا ہے مقام
اب دیجئے رضا کہ بڑھوں کھینچ کر حسام وہ کام چاہیئے کہ رہے تا بہ حشر نام

دیندار ہوں نہ ترکِ رفاقت کرونگا میں
اب مر کے شیرِ حق کی زیارت کرونگا میں

گھبرا کے بولے شاہ کہ ہاں ہاں قسم کھا (۱۸) رستہ ہے یاں سے رات لیے کا بخف کو جا
بچنا مرا محال ہے گر جان دی تو کیا اے بھائی تو ہے صاحبِ دختر نہ لے قضا

دامن کو آنسوؤں سے بھگوتی ہے رات دن
بیٹی تری ترے لئے روتی ہے رات دن

رخصت کے وقت وہ جو بلکتی تھی دمبدم (۱۹) وعدہ کیا تھا تو نے کہ آئیں گے جلد ہم
مرتی ہے انتظار میں وہ صاحبِ الم آلودہ اس الم میں ہوں میں بھی اسیرِ غم

ہجراں کشیدہ رنج و بلا و محن میں ہے
بیمار ایک میری بھی بیٹی وطن میں ہے

بیٹی کا ذکر سن کے یہ بولا وہ خوشخصال (۲۰) فرمایئے جناب سے کس نے کہا یہ حال
آگاہ اس سے کوئی نہیں غیر ذوالجلال — شاید ہے علمِ غیب میں بھی آپ کو کمال
ہر شئے کا علم آپ کو اس بیکسی میں ہے
یہ تو صفت امام میں ہے یا نبیؐ میں ہے

بتلایئے برائے خدا مجھ کو اپنا نام (۲۱) فرمایا بے نوا وطن آوارہ تشنہ کام
بیکس عزیز مُردہ اسیرِ سپاہِ شام — عاجز بلا رسیدہ ستم دیدہ مستہام
رنج و غم و الم مرے حصہ میں آتے ہیں
یہ سب خطاب میں نے یہاں آ کے پائے ہیں

قدموں پہ لوٹ کر یہ پکارا وہ دردناک (۲۲) اظہارِ اسم اقدس و اعلیٰ میں کیا ہے پاک
بتلایئے کہ غم سے مرا دل ہے چاک چاک — چپ ہو گئے تڑپنے پہ اس کے امامِ پاک
یہ تو نہ کہہ سکے کہ شہ مشرقین ہوں
مولا نے سر جھکا کے کہا میں حسینؑ ہوں

سر پیٹ کر وہ شخص پکارا بشور و شین (۲۳) ہے ہے یہ کیا زباں سے کہا کون سا حسینؑ
آئی صدا فلک سے کہ زہراؑ کا نورِ عین — بیٹا علیؑ کا سبطِ شہنشاہِ مشرقین
گھر فاطمہ کا لٹ گیا سب اس لڑائی میں
بس اک یہی حسینؑ ہے ساری خدائی میں

مرثیہ ۷۶

شہادت امام حسین علیہ السلام

مومنو تشنہ دہن آج ہیں صحرا میں حسینؑ (۱) تیر باراں ہے کھڑے ہیں صفِ اعدا میں حسینؑ
رب سے کہتے ہیں شہادت کی تمنا میں حسینؑ — اور دو چار گھڑی آج ہے دنیا میں حسینؑ
دیکھنا سینہ پہ زانوئے بد اختر ہوگا
آبِ خنجر سے مرا خشک گلا تر ہوگا

دیکھئے کس پہ پڑے آہ جنابِ زہراؑ (۲) انتہا دیکھئے اس غم کی اب ہوتی ہے کیا
دیکھئے حشر ہو دنیا میں کہ نازل ہو بلا — واقعی حادثہ تو ہوئے گا ایسا ہی بڑا
پوچھتے ہیں یہ عدو شاہ سے کیا ہوئے گا
شاہ کہتے ہیں وہ ہوگا کہ نبیؐ روتے ہوگا

اشقیا کہتے ہیں کیا فکر ہے اس کی ہم کو (۳) تمہیں سید تمھی بے کس ہو امامِ خوش خو
ظلم گذرے گا یہ سب تم پہ کہا ہے جو جو — کربلا آئے تو آئے جو قیامت ہو تو ہو
آپ گر ذبح تہہ تیغ جفا ہوئیں گے
فاطمہ روئے گی کچھ ہم تو نہیں روئیں گے

ہم تو خوش ہوں کے تمہیں ذبح کریں گے شبیرؑ (۴) ہم کو کیا زینبؑ و کلثومؑ اگر ہوں گی اسیر
ہاں نبیؐ روئیں گے جب تم پہ چلے گی شمشیر — قبر میں ہوئے گا احوال علیؑ کا تغییر
ننگے سر کوفہ میں زینبؑ کو جو لیجائیں گے
عید کے رسم ہیں جو جو وہ بجا لائیں گے

حاصل اس کہنے سے یہ ہے کہ نہ سر ہوئے قلم (۵) اس لئے رنج نہ ہو پانی کوئی دیدے اسدم
سو یہ اُمید نہ تم ہم سے رکھو حق کی قسم — خون کے پیاسے ہیں پلائیں گے نہیں پانی ہم
آپ صابر ہیں تو کیا خوف ہے پھر مرنے کا
رو دیئے آپ کوئی رحم نہیں کرنے کا

شہ نے فرمایا خدا سے ڈرو کیا کہتے ہو آہ (۶) حاشا للہ کہ پانی کی نہیں مجھ کو چاہ
واہ بے رحم ہو تم لوگ بھی واللہ باللہ — مجھ کو بے صبر نہ کہنا یہ خطا ہے یہ گناہ
یہ تو سمجھو کوئی ناحق بھی بھلا روتا ہے
ٹکڑے اکبر کی جدائی سے جگر ہوتا ہے

جس کا مرتا ہے پسر سب اُسے سمجھاتے ہیں (۷) یا اسی طرح کی ایذا اُسے پہنچاتے ہیں
مبتلا دُکھ میں جو ہو اُس پہ ترس کھاتے ہیں — یا کہ پانی کے لئے بھی اُسے ترساتے ہیں
یہ گلا تم سے نہیں پانی دیا نہ دیا
حیف اکبرؑ کا کسی نے مجھے پرسا نہ دیا

سامنے احمدِ مُرسلؐ کے اگر میں مرتا (۸) کیا مرے نانا کو تم دیتے نہ میرا پُرسا
نہ مُسافر مجھے تم سمجھے نہ سیّد سمجھا — نہ مسلماں نہ نبیؐ زادہ نہ مہماں سمجھا
حیف تم لوگ نہ مجھ کو کسی قابل سمجھے
تم سے محشر میں مرا خالقِ عادل سمجھے

خیر جو ظلم ہوا مجھ پہ جو گذرا گذرا (۹) اس کا انصاف فقط حشر میں خالق پہ رکھا
اب وصیت تمہیں کرتا ہوں سنو ایک ذرا — سر مرا کاٹ کے جانا جو سوئے آلِ عباؑ
دفعتاً آگ نہ خیموں میں لگا دینا تم
بچے ہیں غش میں پڑے ان کو جگا دینا تم

کیجیو بے ادبی جا کے نہ زینبؑ سے ذرا (۱۰) بد دُعا تم کو جو دے گی تو غضب ہووے گا
مانگ کر لیجیو تم چادرِ بنتِ زہراؑ — کس سخی کی ہے وہ بیٹی تمہیں دیدیگی ردا
ننگے سر بلوے میں زینبؑ کو نہ لانا یارو
اور اگر لانا تو چادر بھی اُڑھانا یارو

مرے بیمار کی حالت ہے مرض سے تغییر (۱۱) خود وہ مرتا ہے نہ تم کھینچیو اُس پر شمشیر
ہے ورم پاؤں پہ ہلکی سی پہنانا زنجیر — شیر کا پوتا ہے پہلے تو نہ ہوگا وہ اسیر
ہاں مرے سر کی قسم اگر کوئی دیوے گا
بھاری زنجیر بھی ہوگی تو پہن لیوے گا

ہے سکینہؑ مری اِک چار برس کی دلدار (۱۲) موتیوں کے لئے دکھ اُس کو نہ دینا زنہار
کہو زینبؑ سے وہی بالیاں دیدیگی اُتار — ہوگا احسان مری روح پہ بے حد شمار
رحم سب لوگ یتیموں پہ کیا کرتے ہیں
چیز نادانوں سے بہلا کے لیا کرتے ہیں

ہٹ کرے بالیاں دینے میں جو وہ نیک خصال (۱۳) اُس کو بہلا کے یہ تم کہیو باشفاقِ کمال
تیرے بابا سے کیا ہے کسی سائل نے سوال — بالیاں تیری طلب کرتا ہے زہراؑ کا لال
گو کہ محتاج ہیں پر دل کے غنی ہیں یارو
میں سخی ہوں مرے بچے بھی سخی ہیں یارو

مرثیہ ۷۷

شہادت امام حسین علیہ السلام

جب مرگئے ہفتاد و دو تن راہِ خدا میں ① تنہا رہے شاہِ شہدا دشتِ بلا میں
طاقت نہ رہی جسمِ امامِ دوسرا میں　　کوئی نہ رہا شہ کے عزیز و رفقا میں
سرکار کی رونق تھی نہ دربار تھا باقی
لُٹنے کو حرم مرنے کو سردار تھا باقی

فرماتے تھے ہاتھوں پہ لیئے لاشۂ اصغرؑ ② مقبول ہو۔ اے بارِ خدا ہدیۂ احقر
کس مُنہ سے ترا شکر کروں اے مرے داور　　تونے مرے اصغرؑ کو دیا رتبۂ اکبر
جان اپنی مرے شیعوں کے بچوں پہ فدا کی
تشنہ ہے پہ بالکل ہے یہ تائید خدا کی

غم کا مجھے غم ہے نہ خوشی مجھ کو خوشی کی ③ تو سر پہ ہے پروا نہیں بندے کو کسی کی
ہاں ایک یہ حاجت ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کی　　سر ننگے نہ دیکھوں میں نواسی کو نبیؐ کی
بے پردہ وہ جب ہو کہیں پیوندِ زمیں ہوں
اور یوں تری مرضی ہو تو باہر بھی نہیں ہوں

لشکر دیا کنبہ دیا گھر بھی دیا تونے ④ سردار بھی تونے کیا سر بھی دیا تونے
ہمشکلِ پیمبرؐ سا پسر بھی دیا تونے　　یہ حوصلہ یہ دل یہ جگر بھی دیا تونے
کیا فخر جو پیاروں کو رہِ حق میں دیا ہے
تیری ہی عنایت کو فدا تجھ پہ کیا ہے

مجھ میں تھی یہ قدرت کہ بھرے گھر کو لٹاتا ⑤ واں قتل ہوا اکبرؑ اِدھر اصغرؑ کو میں لاتا
تڑپے پہ مرے ہاتھوں پہ میں لب ہلاتا　　بازو ہوں جدا ہاتھ نہ اُمت پہ اُٹھاتا
یوں خوش کوئی ہنگامِ بتاہی نہیں ہوتا
بندے سے یہ بے فضلِ الٰہی نہیں ہوتا

آدمؑ کی بکا فرقتِ جنت میں ہے مشہور ⑥ یثرب سے نکل کر میں رہا خرم و مسرور
یعقوبؑ کے پہلو سے جو فرزند ہوا دور　　اِس مرتبہ روئے کہ آنکھیں ہوئیں بے نور
بندے پہ یہ اللہ کی تائید ہوئی ہے
قربانیٔ اکبرؑ کی مجھے عید ہوئی ہے

اُمت نے بھلایا ہے مجھے تو نہ بھلانا ⑦ تو پاک ہے دنیا سے مجھے پاک اُٹھانا
سب چھوڑ کے تنہا ہوئے جنت کو روانہ　　اے بارِ خدا قبر کی وحشت سے بچانا
جب گورِ غریباں کا اندھیرا نظر آئے
ہر سمت کو جلوہ مجھے تیرا نظر آئے

کافی درِ دولت ہے ترا۔ گھر نہیں درکار ⑧ تجھ سے ہے سروکار مجھے، سر نہیں درکار
تکیہ ہے ترے فضل پہ بستر نہیں درکار　　امداد تری چاہیئے لشکر نہیں درکار
آسان مرے شیعوں پہ سختیٔ اجل ہو
جو ہونا ہو مجھ پر وہ محبوں کے بدل ہو

ناگاہ ندا پردۂ قدرت سے یہ آئی ⑨ شاباش کہ تسلیم و رضا خوب دکھائی
بندے تجھے ہم نے کیا مختارِ خدائی　　خاصانِ خدا کرتے ہیں یوں وعدہ وفائی
پیارے بھی مصاحب بھی فدا کر دیئے تونے
اقرار تھا اک سر کا بہتر دیئے تونے

بس بس کہ خدا اب ترا شرماتا ہے شبیرؑ (۱۰) کیوں میرے حضور آنے میں گھبراتا ہے شبیرؑ
طالب ہوں میں جس ہدیہ کا تو لاتا ہے شبیرؑ بندوں کا ہمیں عجز پسند آتا ہے شبیرؑ
تو عذر کا تحفہ مری درگاہ کو سمجھا
میں رتبہ ترا سمجھا تو اللہ کو سمجھا

حضرت نے سُنے حکمِ الٰہی جو یہ سارے (۱۱) بے ساختہ مُڑ کر سُوئے کفار پکارے
قاتل ہے کہاں آئے مرے سر کو اُتارے ڈیوڑھی سے بہن بولی میں قربان تمہارے
سیدانیاں دُکھ میں کیسے چلائیں گی بھائی
بن ماں کی یہ بہنیں تری لُٹ جائینگی بھائی

واں ظالموں نے مورچے اک دفعہ بڑھائے (۱۲) بادل کی طرح فاطمہؑ کے چاند پہ چھائے
یوں تیرِ جفا مارے کہ سینے میں دَر آئے نیزے جو لگائے تو کلیجے میں لگائے
زخموں سے تو خونِ بدن شاہ تھا جاری
اور منہ سے توکّلتُ علی اللہ تھا جاری

برچھی کبھی پہلو پہ چلی اور کبھی شمشیر (۱۳) پتھر کبھی ماتھے پہ لگا اور کبھی تیر
سنبھلا نہ گیا ہو گئے غش حضرتِ شبیرؑ اور سینۂ زخمی پہ چڑھا ظالمِ بے پیر
سر پیٹ کے مندیل فرشتوں نے گرا دی
ظالم نے چھری حلق پہ سیّد کے پھرا دی

سر کاٹ کے نیزے پہ رکھا اور کہی تکبیر (۱۴) غل پڑ گیا کونین میں مارے گئے شبیرؑ
نقارے ہر اک صف میں بجانے لگے بے پیر سر پیٹتے نکلے حرمِ صاحبِ تطہیر
اک دفعہ تزلزل میں زمین و فلک آئے
رونے کے لئے لاش پہ حور و ملک آئے

ریتی پہ تڑپتا تھا تنِ سیّدِ ذی جاہ (۱۵) شہ رگ کا لہو بند ہوا تھا نہ ابھی آہ
جو لینے کو اسباب کے آئے کئی بد خواہ حوروں نے تڑپ کر کہا یا نالۂ جانکاہ
ہے ہے کدھر آتے ہو غضب کی یہ گھڑی ہے
سر کھولے ہوئے فاطمہؑ لاشہ پہ کھڑی ہے

لکھا ہے کہ ہوش آیا جو خاتونِ جناں کو (۱۶) سر پیٹتا واں پایا رسولِ دوجہاں کو
چلائی کہ کیا حکم ہے مجھ سوختہ جاں کو اب ضبط کی طاقت نہیں شبیرؑ کی ماں کو
صدمہ ہے قیامت کا مری رُوحِ حزیں پر
حضرت کے نواسے کا ملوں خون جبیں پر

فرمایا نبیؐ نے کہ اجازت ہے مری جاں (۱۷) رونے میں مگر بخششِ اُمت کا رہے دھیاں
لاشہ پہ کئے فاطمہؑ نے بال پریشاں چلّو میں لیا خون کئے حلق کا اُس آں
غُل تھا کہ گرا چاہتا ہے عرش زمیں پر
بیٹے کا لہو فاطمہؑ ملتی ہے جبیں پر

حلقوم بُریدہ کا لہو ماتھے پہ مَل کر (۱۸) آغوش میں زہراؑ نے لیا لاشۂ بے سر
چلائی کہ ہے ہے مرے بے کس مرے دلبر بے گور و کفن تشنہ دہن کشتۂ خنجر
ہے ہے کلمہ احمدِ مختار کا پڑھ کر
قاتل نے تمہیں ذبح کیا چھاتی پہ چڑھ کر

جب گھیر کے لشکرِ ظلم و ستم آیا (۱۹) کیا تم نے حسب اور نسب اپنا نہ بتایا
کیوں لال رجز پڑھنے کا موقع بھی نہ پایا منگوا کے بزرگوں کا تبرک نہ دکھایا
کیا وہ مسلمان تھا جس نے یہ جفا کی
سیّد کا گلا کاٹا دُہائی ہے خدا کی

حلقومِ بُریدہ سے یہ لاشہ نے سُنایا (۲۰) نانا کا تبرک جو میں پہنے تھا بتایا
پہچان کے سبب اُسے آنکھوں سے لگایا — پھر خون بھی میرا اُسی جامہ پہ بہایا
معصوم بھی سمجھے مجھے شبیرؑ بھی سمجھے
اور خشک گلا قابلِ شمشیر بھی سمجھے

جس دم مری شہ رگ پہ دھرا شمرؔ نے خنجر (۲۱) میں نے کہا اُس سے مرے نانا ہیں پیمبرؐ
ماں فاطمۂ زہرا ہے مری باپ ہیں حیدر — بھائی ہیں حسنؑ اور چچا ہیں مرے جعفرؑ
میں نام بزرگوں کے بتایا کیا امّاں
وہ حلق پہ خنجر کو پھرایا کیا امّاں

مرثیہ ۷۸

شہادت امام حسین علیہ السلام

جب پریشاں ہوئی مولا کی جماعت رن میں (۱) ہر نمازی کو پسند آئی اقامت رن میں
قبلۂ دیں نے کیا قصدِ عبادت رن میں — شکلِ محراب بنی تیغِ شہادت رن میں
غل ہوا اِس کو امام دو جہاں کہتے ہیں
تیغوں کے سایہ میں شبیرؑ اذاں کہتے ہیں

قدرتِ حق سے دریچے ہوئے فردوس کے وا (۲) دفعتاً کھل گئے در ہائے فلک سر تا پا
یک بیک اُٹھ گئے سب پردۂ عرشِ اعلیٰ — انبیاؑ و ملک و حور کو پہنچی یہ ندا
قدر داں اس کا میں ہوں میرا شناسا ہے یہ
کیوں نہ ہو میرے محمدؐ کا نواسا ہے یہ

یہ وہ طاعت ہے کہ تنہا ہی ادا کرتے ہیں (۳) میرے عاشق تہہِ شمشیر ادا کرتے ہیں
سر قلم ہوتا ہے وہ شکرِ خدا کرتے ہیں — صادق الوعد یوں ہی نہیں وعدہ وفا کرتے ہیں
ہم نماز اس کے جنازے کی جو پڑھوائیں گے
تم بھی جانا کہ رسولانِ سلف جائیں گے

ساکنِ عرشِ بریں کرنے لگے نالہ و آہ (۴) شاہ تکبیر بیاں کہہ چکے اللہ اللہ
اور اقامت میں ہوئے صرف شہِ عالیجاہ — جانِ واحد پہ گرے آن کے لاکھوں بدخواہ
سورۂ حمد نبیؐ زادہ پڑھا جاتا تھا
شمرؔ خنجر لئے سینہ پہ چڑھا جاتا تھا

نیم بسمل نے زباں سے جو کہا بسم اللہ (۵) نیزہ مارا ابو ایوب نے لب پر ناگاہ
در سے سیدانیاں چلائیں کہ انا للہ — ہائے یہ ظلم نمازی پہ عیاذاً باللہ
واجب القتل کو ہے آب و غذا کی مہلت
جانِ زہراؑ کو نہ دی فرضِ خدا کی مہلت

زینتِ عرشِ بریں خاک پہ اُفتادہ ہے (۶) نہ بچھونا ہے نہ مسند ہے نہ سجادہ ہے
شمر خنجر لئے بالیں پہ استادہ ہے — کوئی اتنا نہیں کہتا کہ نبی زادہ ہے
قصد سجدے کا اِدھر قبلۂ دیں کرتا ہے
نیتِ ذبح اُدھر شمرِ لعیں کرتا ہے

آہ آخر ہوئی شہ کی جو نمازِ آخر (۷) دیکھا خنجر لئے بالیں پہ کھڑا ہے کافر
ننگے سر رن کو چلی آلِ رسولِ طاہر — ملک الموت پکارا کہ ہوں میں بھی حاضر
تیغِ قاتل نے کہا حلق کی خاطر میں ہوں
شہ نے فرمایا کہ تقدیر پہ شاکر میں ہوں

خنجرِ ظلم کو چمکا کے پکارا دشمن (۸) بوسہ گاہِ نبویؐ کاٹوں میں اب یا گردن
بولے شہ جس میں تو راضی ہو نہیں جائے سخن
حلق یہ حلقِ نبیؐ ہے یہ بدن ان کا بدن
دیکھ سر ننگے ہر اک حورِ جناں آتی ہے
ابھی تو ذبح نہ کرنا مری ماں آتی ہے

ناگہاں آئی یہ آواز کہ اماں صدقے (۹) مرے ماں باپ فدا میں ترے قرباں صدقے
کون کون آج ہوا تجھ پہ مری جاں صدقے
شیر کتنے ہوئے کتنے ہوئے ناداں صدقے
قتل گہ کو ابھی جنت سے جو میں آتی تھی
حور اِک ننھے سے لاشے کو لئے جاتی تھی

دُور سے میں نے کھڑی ہو کے جو کی اُس پہ نظر (۱۰) دودھ سے باچھیں لہُو سے تھا کفن اُسکا تر
باہیں ننھی سی لٹکتی تھیں اِدھر اور اُدھر
رو کے شہ بولے وہ پوتا تھا تمہارا اصغرؑ
نخل اس باغ کے سب پھولے پھلے کٹتے ہیں
صُبح سے دیکھ لو پیاسوں کے گلے کٹتے ہیں

قافلہ لُٹ گیا اماں مرا لشکر نہ رہا (۱۱) جدِّ امجد کی نشانی علی اکبرؑ نہ رہا
رہ گیا دردِ کمر ہاتے برادر نہ رہا
اب خبر آپ نے لی آن کے جب گھر نہ رہا
ایک میں ہوں سو مجھے قتل کی مشتاقی ہے
بوسہ گاہِ نبویؐ کٹنے کو اب باقی ہے

تم دمِ ذبح نہ زاری مری اماں کرنا (۱۲) لے کے گودی میں خدا پر مجھے قرباں کرنا
میرے لاشہ پہ فقط نالہ و افغاں کرنا
عرش کے نیچے نہ بالوں کو پریشاں کرنا
برہمی ہوگی اگر گیسوؤں کے تاروں کی
عُقدے پڑ جائیں گے بخشش میں گنہگاروں کی

گفتگو مادر و فرزند میں ہوتی تھی آہ (۱۳) روتی تھی فاطمہؑ مشتاقِ شہادت تھے شاہ
آستیں غصہ سے قاتل نے چڑھائی ناگاہ
قہرِ جلاد پہ کی شاہ نے حسرت سے نگاہ
شمرؔ نے پوچھا تمہیں عذر کوئی اب تو نہیں
بولے شہ دیکھ لے دروازے پہ زینبؑ تو نہیں

وہ پکارا نظر آتی نہیں در پر زینبؑ (۱۴) پیٹتی پھرتی ہے خیمہ میں کھُلے سر زینبؑ
گر سراچوں سے چلی آئیگی باہر زینبؑ
روک سکنے کی نہیں پر مرا خنجر زینبؑ
حلق کو آپ کے بے خوف و خطر کاٹوں گا
ایک خنجر سے بہن بھائی کا سر کاٹوں گا

آئی زہراؑ کی صدا شمرؔ تو نا بینا ہے (۱۵) در پہ زینبؑ نہیں بالیں پہ مگر زہراؑ ہے
ارے بے رحم خطا میرے پسر کی کیا ہے
آستیں اُلٹی ہے کیوں تیغ کو کیوں کھینچا ہے
کیا اسے پالا تھا میں نے ترے خنجر کے لئے
مرے بچے کو نہ کر ذبحِ پیمبرؐ کے لئے

مرثیہ ۷۹

شہادت امام حسین علیہ السّلام

آہوئے کعبۂ قربانئ داور ہے حسینؑ (۱) فدیۂ اُمتِ مرحوم پیمبرؐ ہے حسینؑ
بے کس و بے وطن و بے دل و بے پر ہے حسینؑ
صبرِ ایوبؑ کی شمشیر کا جوہر ہے حسینؑ
گو کہ تلوار پھری حلق پہ سو بار بار ی
شکرِ باری کیا پیاسے نے مگر ہر باری

(۲)
اتفاقِ علماء اس میں ہے اے اہلِ عزا — پانچ شرطیں ہیں ذبیحہ کے لیے پیشِ خدا
شرطِ اول ہے کہ حیواں نہ ہو بھوکا پیاسا — احتیاطاً بدمِ ذبح بھی دو آب و غذا
شرطِ ثانی ہے کہ ہو جمعہ تو تاخیر کرو
جمعہ کو وقتِ نماز اس کو نہ تکبیر کرو

(۳)
تیسری شرط ہے حیواں نہ ہو پیشِ حیواں — تا دمِ ذبح نہ حسرت سے ہو باہم نگراں
شرطِ چارم ہے کہ جلدی نہ کرو تا امکاں — ہو چھری تیز مگر ہاتھ ہو نرمی سے رواں
شرطِ پنجم ہے چھری بھی نہ دکھاؤ اس کو
ذبح کے پہلے قضا سے نہ ڈراؤ اس کو

(۴)
ذبحِ حیواں کی یہ شرطیں ہیں مگر وا ویلا — اشرفِ حلق جو تھا سبطِ نبیؐ نورِ خدا
آہ ہوتے شیرِ خدا فدیۂ ربِّ دوسرا — کھانا کیسا کہ نہ پانی اُسے قاتل نے دیا
حلق تر کرتے ہیں قصاب بھی قربانی کا
قطرہ اُمت نے نہ سیّد کو دیا پانی کا

(۵)
قتلِ حیواں سے بھی رہتے ہیں بشر جمعہ کو باز — آہ عاشور کو تھا جمعہ بھی اور وقتِ نماز
نام سے جس کے ہوا شرع کا خطبہ آغاز — منبرِ دوشِ نبیؐ پر کیے پا جس نے دراز
اُس کے سینہ پہ چڑھا شمر کلیجہ دیکھو
جائے آداب پہ یہ بدعت بے جا دیکھو

(۶)
ذبحِ حیواں کا نہیں حکم ہے حیواں کے حضور — یاں نہ شبیرؑ سے تھے کچھ دور نہ زینبؑ تھی دور
آلِ احمدؐ درِ خیمہ پہ کھڑی تھی مجبور — لوٹتی تھی کہیں کبریٰ کہیں عابد رنجور
شاہ ان کو وہ سوئے شاہِ اُمم دیکھتے تھے
ذبح ہوتے تھے حسینؑ اہلِ حرم دیکھتے تھے

(۷)
منع دکھلانا چھری کا ہے پئے قربانی — یاں تھا چھ لاکھ کے نرغہ میں علی کا جانی
تیغ و خنجر لیے تھے گرد ستم کے بانی — آبِ آہن کے سوا تھا نہ میسر پانی
العطش کی صدا تھی حلقِ شہِ ذیشاں سے
پیاس کے مارے زباں چاٹتے تھے دنداں سے

(۸)
عیدِ ذی الحج کو ہے قربانی حیواں اِلّا — ہو جو اک سال سے کم ذبح نہیں اُس کا روا
تم کو علی اکبرؑ کی جوانی کی قسم اہلِ عزا — قتل اصغرؑ کو جو اُمت نے کیا کیا سن تھا
شبِ ہفتم سے قلق دودھ نہ پینے کا تھا
تیسرا فاقہ تھا اور سن چھ مہینے کا تھا

(۹)
نہ ابھی کنگھی کے قابل تھے جھنڈولے وہ بال — آہ قربانیِ اصغر ہوئی کس طرح حلال
دودھ کا ہونٹوں پہ آتا تھا اشارہ سوال — جز خدا کچھ بھی نہ پہچانتا تھا بانوؑ کا لال
ماں کا دل اس کے اشارے کو سمجھ لیتا تھا
دودھ کی ہوتی تھی خواہش تو وہ رو دیتا تھا

(۱۰)
ایک بھی دانت نہ نکلا تھا علی اصغرؑ کا — ایک بالشت کا کُرتا تھا علی اصغرؑ کا
چھوٹا قد ننھا سا جھولا تھا علی اصغرؑ کا — دودھ پینا بھی نہ چھوٹا تھا علی اصغرؑ کا
مُنہ سے ماں باپ کا بھی نام نہ اِک بار لیا
بے زباں بچے کو بھی حرملہ نے مار لیا

(۱۱)
اب شہِ دیں کی شہادت کے لکھوں میں احوال — شیر خوارہ بھی ہوا جب رہِ خالق میں نثار
اور بھی ہو گیا بے کس وہ شہِ عرش وقار — بیچ میں گنجِ شہیداں کے کھڑے تھے ناچار
دیکھ کر زخموں کو بس آہ و بکا کرتے تھے
آہ کرتے تھے اور اُمت کو دعا کرتے تھے

ایک جان لاکھ خریدار عیاذاً باللہ (۱۲) پیاسے پہ تیروں کی بوچھار عیاذاً باللہ
نہ کوئی یار نہ غم خوار عیاذاً باللہ — ہر طرف ظالمِ خونخوار عیاذاً باللہ
اپنے رتبے کا نہ کسی کو شناسا دیکھا
دیکھا پیاسے نے جسے خون کا پیاسا دیکھا

تین باری ہوئے جب پیاس سے بیہوش امام (۱۳) آخر الامر کیا پیاس میں رو کر یہ کلام
ایہا الناس مرے قتل پہ کھینچو نہ حسام — پیاس سے تین شب و روز کی ہے کام تمام
اب کوئی پیاسوں میں باقی نہیں میں تنہا ہوں
چاہو پانی دو مجھے چاہو نہ دو پیاسا ہوں

ابھی یہ کہہ نہ چکا تھا پسرِ شاہِ نجف (۱۴) سو ہزار اہلِ جفا ٹوٹ پڑے تیغ بکف
سب کمانداروں کے تیر اور دلِ شبیر ہدف — گرد جلاد تھے اور بیچ میں زہراؑ کا خلف
ہو کے بیہوش گرے جب شہِ دیں گھوڑے سے
ساتھ ہی کود پڑا شمرِ لعیں گھوڑے سے

آیا غصہ میں قریں شاہ کے وہ بد اختر (۱۵) تیغ اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں کھینچے خنجر
بے ادب نے جو یہ چاہا کہ چڑھے سینہ پر — شاہ چپکے سے یہ بولے کہ ٹھہر شمر ٹھہر
سن لے دنیا میں مرے بعد تجھے رہنا ہے
تجھ سے کچھ اپنے یتیموں کیلئے کہنا ہے

کہہ تو دوں آگے عمل اس پہ تو کر یا کہ نہ کر (۱۶) شمر بولا بھلا خیر کہو اے سرور
کہا شہ نے مری گردن پہ چلے جب خنجر — قبلہ رو لاش لِٹا دینا اڑھا کر چادر
اور اتنا تو مری روح پہ احساں کرنا
دیکھ سیدانیوں کے سر کو نہ عریاں کرنا

قتل وارث ہوئے اب اُن کے ستانے سے کیا (۱۷) جس کا والی نہ ہو اس گھر کے جلانے سے کیا
آپ ہی روتے ہیں رانڈوں کے رُلانے سے کیا — ننگے سر پردہ نشینوں کے پھرانے سے کیا
یا تو روضہ پہ نبیؐ کے انہیں پہنچا دینا
یا انہیں وارثوں کے لاشوں پہ بٹھلا دینا

اور بالفرض انہیں قید بھی تو بھیجو اگر (۱۸) مُنہ چھپانے کیلئے دیجیو ایک اک چادر
تیسرے فاقہ سے ہیں سب حرمِ خیر بشر — فاقہ تڑوایئو ان سب کا برائے داور
پیاسے بچوں کو مرے پانی ذرا سا دینا
اور اگر پانی نہ دینا تو دلاسہ دینا

بیٹی اک تین برس کی ہے سکینہ مری آہ (۱۹) دیکھ تو اس کو طمانچے نہ لگانا گمراہ
وہ جو روئے نہ گھبرانا گھرکنا للہ — میں نے نازوں سے اُسے پالا ہے خالق آگاہ
کل تلک تھی مری سینہ کی وہ سونے والی
اب وہ ہے صاحبِ ماتم مری مرنے والی

شمر بولا کہ سکینہ کو بہت چاہتے ہو (۲۰) شہ نے فرمایا کہ ہاں سب سے ہے پیاری مجھ کو
سنگدل بولا تو بس خیر تم اب کچھ نہ کہو — میں نہیں سُنتا سکینہ کی سفارش نہ کرو
میں طمانچے اسُے ماروں گا گھرک بھی دوں گا
جتنی دی جائے گی ایذا میں اُسی کو دوں گا

دھیان میں آپ کے کہنے کو نہ لاؤں گا میں (۲۱) ننگے سر آلِ پیمبرؐ کو پھراؤں گا میں
گھر تو کیا مسندِ شبیرؑ جلاؤں گا میں — طوق اور بیڑیاں عابدؑ کو پنہاؤں گا میں
بے ردائی تو ہے ناموسِ پیمبرؐ کے لئے
تازیانہ ہے فقط عابدِؑ مضطر کے لئے

شاہ رونے لگے اور سینہ پہ جلاد چڑھا (۲۲) آئی زینبؑ کی صدا ہائے برادر میرا
خوف شہ کو ہوا زینبؑ کے نکل آنے کا — دیکھ کر شمر لعیں کو شہ نے سوئے خیمہ دیکھا
لب نہ ہل سکتے تھے جو کہتے تھے کہ جاؤ زینبؑ
ہاتھ اُٹھا کر کہا ڈیوڑھی پہ نہ آؤ زینبؑ

الغرض شمر لعیں نے حلقوم پہ پھیرا خنجر (۲۳) بال کھولے ہوئے زینبؑ نکل آئی باہر
پہنچی کس وقت مگر آن کے وہ لاشے پر — جب کہ نیزے پہ چڑھا تا تھا عدو شہ کا سر
رو کے چلائی کہ میداں میں بھی آئی زینبؑ
اور بھائی کے گلے ملنے نہ پائی زینبؑ

مرثیہ ۸۰

شہادت امام حسین علیہ السّلام

اے مومنو حسینؑ پہ شدّت کی پیاس ہے (۱) جنگل میں فاطمہؑ کا پسر بےحواس ہے
یاور نہ کوئی ہے نہ کوئی بھائی پاس ہے — لاشے اُٹھا کے لاتے سے مولا اُداس ہے
لُو چل رہی تھی پیاس تھی وقتِ زوال تھا
بےچین رن میں دھوپ سے زہراؑ کا لال تھا

اے مومنو خیال کرو دل میں تم ذرا (۲) وہ پیاس اور وہ زخم وہ صحرائے کربلا
وہ سامنے کی دھوپ وہ زخموں کا مُنہ کھُلا — وہ لُو سے پھٹنا زخموں کا وہ درد وہ جفا
کیا دُکھ اٹھائے فاطمہؑ کے نورِ عین نے
آفت سہی تمہارے لئے یہ حسینؑ نے

خندق میں گردِ خیموں کی آتش ہے شعلہ ور (۳) بچّے ذرا ذرا سے تڑپتے ہیں خاک پر
تنہا کھڑے تھے رن میں شہنشاہِ بحر و بر — لاشے بھی سب پڑے تھے برابر اِدھر اُدھر
غش آ رہا تھا پیاس کے مارے امام کو
ہرنے پہ شہ نے ڈال دیا تھا لگام کو

اعدا سے کہہ رہے تھے یہ مولا غریب ہوں (۴) اللہ کے حبیب کا یارو حبیب ہوں
اک دم میں دم نکلتا ہے اب عنقریب ہوں — زخمی ہوں بےگناہ ہوں آفت نصیب ہوں
تم جس کے کلمہ گو ہو میں اس کا نواسا ہوں
پانی پلا کے ذبح کرو یارو پیاسا ہوں

کہتے تھے یہ حسینؑ کہ اک زلزلہ ہوا (۵) ساتوں طبق زمیں کے ہلے آسماں ہلا
ناگاہ آئی فاطمہؑ زہراؑ کی یہ صدا — وقتِ نمازِ عصر بھی نزدیک آ گیا
طفلی میں جو کہا تھا وہ وعدہ وفا کرو
جُھک کر حسینؑ شکر کا سجدہ ادا کرو

جس دم سُنی حسینؑ نے زہراؑ کی یہ صدا (۶) خوفِ خدا سے کانپ گئے سر سے تا بہ پا
غش کھا کے فرشِ زیں سے گرے وا مصیبتا — ہر زخم سے نکلنے لگی شُکر کی صدا
سجدے میں سر تھا دھیان تھا اس کارساز پر
روتے تھے شاہ سر دھرے خاکِ نیاز پر

اُس دم عمر نے دُور سے دیکھا یہ ماجرا (۷) شمرِ لعیں کو پاس بُلا کر یہ تب کہا
سبطِ رسولؐ خاک پہ بیہوش ہے پڑا — کیا دیکھتا ہے وقت پھر ایسا نہ آئے گا
زخموں سے چُور ہے تنِ اطہر حسینؑ کا
ہاں جلد جا کے کاٹ لے اب سر حسینؑ کا

اُس دم عمر سے کہنے لگا شمرِ بدگہر (۸) حاضر ہوں میں تو ذبحِ شہ مشرقین پر
پر اس کا کیا صلہ مجھے دے گا تو اے عمر　　اس نے کہا بھر دوں گا طلا سے تری سپر
حاکم کے سامنے تری عزت بڑھاؤں گا
اور اس کے ماسوا تجھے خلعت دلاؤں گا

یہ مژدہ سُن کے آگیا لالچ میں وہ لعیں (۹) خنجر پکڑ کے آیا قریبِ امامِ دیں
چھاتی پہ پاؤں رکھ کے چڑھائی جو آستیں　　تب نورِ چشمِ فاطمہؑ نے آنکھیں کھول دیں
دیکھا تو کوئی دوست ہے نے غمگسار ہے
خنجر گلے پہ سینہ پہ قاتل سوار ہے

فرمایا شہ نے کون ہے تو اے ستم شعار (۱۰) کیوں میرے زخمی سینہ پہ آکر ہوا سوار
خنجر مرے گلے پہ جو رکھتا ہے بار بار　　سمجھا ہے کس خطا پہ مجھے تو گناہ گار
دیتا ہے رنج روحِ رسالتؐ پناہ کو
کیوں ذبح کرنے آیا ہے مجھ بیگناہ کو

اِس پر بھی کچھ نہ دِل میں لعیں کے اثر ہوا (۱۱) خنجر سے کاٹنے لگا مظلوم کا گلا
اِس وقت آئی فاطمہ زہراؑ کی یہ صدا　　اے شمرِ لعیں میرا لال ہے بے جرم و بے خطا
یہ ظلم مصطفٰےؐ کے نواسے کے حلق پر
خنجر نہ پھیر بھوکے پیاسے کے حلق پر

میں نے بڑے دکھوں سے ہے پالا حسینؑ کو (۱۲) ناحق تو ذبح کرتا ہے پیاسا حسینؑ کو
للہ نہ زیرِ تیغ تو تڑپا حسینؑ کو　　پھٹتے ہیں زخم ہوتی ہے ایذا حسینؑ کو
ظالم کلیجہ پھٹتا ہے مجھ دل ملول کا
بچے کو میرے چھوڑ دے صدقہ رسولؐ کا

مرثیہ ۸۱

شہادت امام حسین علیہ السلام

اے مومنو بچھڑتی ہے زینبؑ حسینؑ سے (۱) چھٹتی بہن ہے آج شہ مشرقین سے
تھرا رہا ہے عرشِ خدا اسکے بین سے　　کہتی تھی ظالموں سے یہی شور و شین سے
زنداں ہو بے ردائی ہو نے دل کو چین ہو
زینبؑ کو سب قبول ہے لیکن حسینؑ ہو

زینبؑ تو کہہ رہی تھی یہ سر پیٹ پیٹ کر (۲) اور تیر چل رہے تھے برابر حسینؑ پر
بانوؑ پکارتی تھی کہ لٹتا ہے میرا گھر　　چلاتی تھی سکینہؑ میں ہوتی ہوں بے پدر
خوفِ خدا ہے کچھ نہ پیمبرؐ سے ڈرتے ہیں
میرے غریب باپ کو کیوں قتل کرتے ہیں

جی جاؤں گی جو اپنے پدر کو میں پاؤنگی (۳) مل مل کے آنکھیں قدموں پہ قربان جاؤنگی
کرتے سے خونِ چہرۂ اقدس چھڑاؤنگی　　پانی کہیں ملے گا تو منہ میں چواؤں گی
بچھڑی ہوئی ہوں دیر سے یک بار دیکھ لوں
بابا کا اپنے آخری دیدار دیکھ لوں

غش میں سُنی جو شہ نے سکینہؑ کی یہ صدا (۴) خیمہ کو دیکھنے لگے گردن اُٹھا اُٹھا
اعدا کی کشمکش سے دکھائی نہ کچھ دیا　　بیٹی کو تب پکارے شہنشاہِ کربلا
کیوں اے سکینہؑ رو رو کے جاں اپنی کھوتی ہو
لازم ہے تم کو صبر کہ زہراؑ کی پوتی ہو

۵
یہ کہتے تھے کہ حلق پہ مارا کسی نے تیر — صدمے سے تڑپا خاک پہ عالم کا دستگیر
ہو ہو کے خوں گلے سے بہا فاطمہؑ کا شیر — تر ہو گیا لہو میں علیؑ کا مہِ منیر
آنکھوں کے آگے شہ کے اندھیرا سا چھا گیا
اِکبار دم گلے میں رُکا اور غش آگیا

۶
حاکم نے جب کہ دور سے دیکھا یہ ماجرا — سبطِ رسولؐ خاک پہ بیہوش ہے پڑا
شمرِ لعیں کو پاس بُلا کر یہ تب کہا — کیا دیکھتا ہے وقت پھر ایسا نہ آئے گا
زخموں سے چُور ہے تنِ اطہر حسینؑ کا
ہاں جلد جا کے کاٹ لے اب سر حسینؑ کا

۷
یہ حکم ابنِ سعد کا سنتے ہی وہ لعیں — خنجر پکڑ کے آیا قریبِ امامِ دیں
چھاتی پہ زانو رکھ کے چڑھائی جو آستیں — تب نورِ چشمِ فاطمہؑ نے آنکھیں کھول دیں
دیکھا تو دوست ہے نہ کوئی غمگسار ہے
خنجر گلے پہ سینہ پہ قاتل سوار ہے

۸
شہ نے کہا کہ زانو جو سینہ پہ ہے رکھا — قرآں کی طرح علمِ خدا سے ہے یہ بھرا
یہ حلق جس پہ خنجرِ کیں ہے دھرا ہوا — لیتے تھے بوسے اس کے صدا نانا مصطفےٰؐ
یہ تن جو ٹکڑے ٹکڑے ہے شمشیر و تیر سے
اے بے حیا پلا ہے یہ زہراؑ کے شیر سے

۹
پاس ان بزرگواروں کا تجھ کو نہیں اگر — سید سمجھ کے قتل سے میرے تو درگذر
سادات کا ادب بھی نہیں ہے جو بدگہر — کر رحم مجھ کو بے کس و مظلوم جان کر
آفت زدہ ہوں حاملِ رنج و محن تو ہوں
پیاسا تو ہوں غریب تو ہوں بے وطن تو ہوں

۱۰
بولا یہ شمرِ لعیں تم میں ہیں ساری بزرگیاں — نانا تمہارے ختمِ رسلؐ ہیں شہِ زماں
حیدرؑ تمہارے باپ ہیں زہراؑ تمہاری ماں — بھائی حسنؑ تمہارے ہیں لاریب بے گماں
جانِ علیؑ ہو سبطِ رسولِ عربؐ بھی ہو
بیکس بھی ہو غریب بھی ہو تشنہ لب بھی ہو

۱۱
پھر آج میں نبیؐ و علیؑ کو رُلاؤں گا — دُنیا سے پنجتن کی نشانی مٹاؤں گا
ہرگز نہ ظلم و جور سے ہاتھ اب اٹھاؤں گا — خنجر میں بوسہ گاہِ نبیؐ پر پھراؤں گا
حیدرؑ کا نے نبیؐ کا نہ زہراؑ کا پاس ہے
گر ہے تو حکمِ حاکمِ کوفہ کا پاس ہے

۱۲
تب شمرِ لعیں سے یہ کہنے لگا دلبرِ نبیؐ — لے میرے دستِ راست نظر کر ذرا شقی
کیا دیکھتا ہے آنکھ اُٹھا کر وہ دوزخی — پہلو میں شہ کے جام لیے ہیں کھڑے علیؑ
کہتے ہیں تشنگی سے کلیجہ کباب ہے
پی لو حسینؑ اس کو یہ کوثر کا آب ہے

۱۳
اس پر بھی کچھ نہ دل میں لعیں کے اثر ہوا — خنجر سے کاٹنے لگا مظلوم کا گلا
اس وقت آئی فاطمہؑ زہراؑ کی یہ صدا — اے شمرِ لعیں میرا لال ہے بے جرم و بے خطا
ہے مصطفےٰؐ کا ہاتھ نواسے کے حلق پر
خنجر نہ پھیر بھوکے کے پیاسے کے حلق پر

۱۴
میں نے بڑے دکھوں سے ہے پالا حسینؑ کو — ناحق تو ذبح کرتا ہے پیاسا حسینؑ کو
للّٰلہ زیرِ تیغ نہ تڑپا حسینؑ کو — پھٹتے ہیں زخم ہوتی ہے ایذا حسینؑ کو
ظالم کلیجہ کٹتا ہے مجھ دل ملول کا
بچے کو میرے چھوڑ دے صدقہ رسولؐ کا

مرثیہ ۸۲

شہادت امام حسین علیہ السلام

(۱)
جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا — کوثر پہ قافلہ گیا پیاسی سپاہ کا
گھر لٹ گیا جنابِ رسالتؐ پناہ کا — خاک اڑ رہی تھی حال یہ تھا بارگاہ کا
بھائی تھے نے رفیق نہ وہ نورِ عین تھے
دو بہنیں رونے والی تھیں اور اک حسینؑ تھے

(۲)
ڈیوڑھی وہ صبح تک تھے دو در پہ جہاں سوار — خادم وہاں تھا کوئی نہ کوئی رفیق و یار
وہ لو وہ دوپہر کی تپش اور وہ غبار — پردہ ہوا سے سر کو ٹپکتا تھا بار بار
آفت تھی بےکسی تھی مصیبت تھی یاس تھی
بے فوج بادشاہ تھا ڈیوڑھی اداس تھی

(۳)
فرماتے تھے کہ واہ یہ تاخیر اے اجل — اکبرؑ کے بعد کون سا تھا زیست کا محل
اب مجھ کو اک برس کے برابر ہے ایک پل — موت آتے اب یہ ہے شجرِ زندگی کا پھل
اک جا چھری گلوں پہ جو چلتی تو خوب تھا
یہ جان ان کے ساتھ نکلتی تو خوب تھا

(۴)
ہم سب کے بعد خلق سے جانے کو رہ گئے — سر پیٹنے کو اشک بہانے کو رہ گئے
اس نوجوان کا داغ اٹھانے کو رہ گئے — پیری میں آہ ٹھوکریں کھانے کو رہ گئے
بیٹا کہاں خبر جو دمِ انتقال لے
اتنا نہیں کوئی کہ گروں تو سنبھال لے

(۵)
ناگاہ سوئے لاشِ پسر پر جا پڑی نظر — چلائے دل کو تھام کے سلطانِ بحر و بر
سوتے ہو کیا دھرے ہوئے رخسار خاک پر — اکبرؑ اٹھو کہ گھوڑے سے گرتا ہے اب پدر
بھولے پدر کو نیند میں قربان آپ کے
آؤ نمازِ عصر پڑھو ساتھ باپ کے

(۶)
عباسِؑ نامدار ترائی سے اٹھ کے آؤ — پھنکتا ہے قلب جل رہے ہیں سب جگر کے گھاؤ
چھڑکو مری زرہ پہ جو پانی کہیں سے پاؤ — چلتے ہوئے عدم کے مسافر سے مل تو جاؤ
غفلت کی تم کو نیند ہے شبیر کیا کرے
میری طرح کسی کو نہ بےکس خدا کرے

(۷)
تم جب سے چھوٹے ساعد و بازو میں درد ہے — گردن میں سر میں آنکھوں میں ابرو میں درد ہے
دل میں کمر میں سینہ میں پہلو میں درد ہے — رگ رگ میں کیا ہر اک بنِ مو میں درد ہے
ہر مرتبہ لڑے ہیں لہو میں نہاتے ہیں
پیری میں ہم جوانوں کے لاشے اٹھاتے ہیں

(۸)
چلایا فوج کو پسرِ سعدِ لعیں نابکار — لو گھیر لو حسین کو سب مل کے ایک بار
پلٹے پرے سواروں کے لیکر رسالہ دار — دو غول باندھے آئے کماندار دس ہزار
تیر افگنوں میں تیغوں میں بھالوں میں گھر گئے
بےکس حسینؑ برچھیوں والوں میں گھر گئے

(۹)
فریاد ہے وہ فوج کے دل اور اک حسینؑ — وہ بیشمار تیغوں کے پھل اور اک حسینؑ
وہ تیر جاں ستاں وہ جدل اور اک حسینؑ — وہ سینکڑوں پیامِ اجل اور اک حسینؑ
فوجوں میں شام کی مہِ تاباں گھرا ہوا
بےکس بھی وہ کہ جس سے زمانہ پھرا ہوا

سید کے مرتبے کو نہ جانا ہزار حیف (۱۰) تیروں سے صدرِ پاک کو چھانا ہزار حیف
شانے تھے ناوکوں کا نشانہ ہزار حیف مظلوم کا وہ برچھیاں کھانا ہزار حیف
ٹوٹے تھے سب رسولؐ کے پیارے حسینؑ پر
کیا وقت پڑ گیا تھا تمہارے حسین پر

گرتے ہیں آپ کون سنبھالے کوئی نہیں (۱۱) سینہ سے کون تیر نکالے کوئی نہیں
سب مر چکے ہیں چاہنے والے کوئی نہیں بیجاں پڑے ہیں گود کے پالے کوئی نہیں
بیکس ہیں آپ زور سپاہِ عدو کا ہے
منہ جس کا دیکھتے ہیں وہ پیاسا لہو کا ہے

کیوں کر کہوں کہ عرشِ خدا خاک پر گرا (۱۲) خیر النساءؑ کا مہ لقا خاک پر گرا
سرتاجِ بادشاہ و گدا خاک پر گرا زیں سے اُلٹ کے راہ نما خاک پر گرا
وہ دو ہزار زخم تنِ چاک چاک پر
کیا گذری ہوگی جب کہ گرے ہوں گے خاک پر

فضہؓ نے جا کے خیمہ میں رانڈوں کو دی خبر (۱۳) ہے ہے مرے خوزادے کا کٹتا ہے تن سے سر
بستر سے اُٹھ کے گر پڑے سجادؑ نوحہ گر خیمہ سے نکلیں بی بیاں بچوں کو چھوڑ کر
ہلتا تھا عرش حضرتِ زینبؑ کے بین سے
گر گر کے دوڑتی تھیں کہ مل لو حسینؑ سے

مانندِ آفتاب لرزتا تھا جسمِ پاک (۱۴) جائیں کدھر وہ فوج وہ صحرائے ہولناک
سر پہ قصابہ پاؤں میں موزے ردا پہ خاک لٹکے ہوئے تھے دونوں طرف پیرہن چاک
عابدؑ کا نورِ عین ردا تھامے ساتھ تھا
اک ہاتھ میں یتیمِ سکینہؑ کا ہاتھ تھا

چلاتی تھی ارے میرا بھائی ہے کس طرف (۱۵) ٹوٹی ہوئی علیؑ کی کمائی ہے کس طرف
دریا کدھر ہے خوں کا ترائی ہے کس طرف سونے کی جا حسینؑ نے پائی ہے کس طرف
رستہ دے اے زمیں کہ فلک کی ستائی ہوں
میں اپنے پیارے بھائی سے ملنے کو آئی ہوں

میں سیدہ ہوں رحم کرو لاش کو بتاؤ (۱۶) اے اہلِ قریہ بنتِ علیؑ کی مدد کو آؤ
دنیا میں تم خوشی رہو عقبیٰ میں چین پاؤ سید کدھر ہے خون میں غلطاں بتائے جاؤ
یاں لٹ گئے فلک نے یہ دکھ ہم پہ ڈالے ہیں
اے بھائیو مدینے کے ہم رہنے والے ہیں

شہ کے کراہنے کی جو آنے لگی صدا (۱۷) دوڑی اُدھر نبیؐ کی نواسی برہنہ پا
دیکھا بہن نے کٹتا ہوا بھائی کا گلا آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے گری بنتِ مرتضیٰ
غم سے کلیجہ پھٹ گیا زہراؑ کی جائی کا
اُٹھیں تو دیکھا نیزے پہ سر اپنے بھائی کا

مرثیہ ۸۳

شہادت امام حسین علیہ السلام

جس دم نگینِ خاتمِ پیغمبراںؐ گرا (۱) ردلق اُٹھی زمیں سے امامِ زماں گرا
گرنے پہ سب گروہ لئے برچھیاں گرا ہے ہے نہ ان جفاؤں پہ بھی آسماں گرا
زہراؑ سے پوچھئے یہ قلق نورِ عین کا
تپنا زمیں پہ اور تڑپنا حسینؑ کا

مشتاقِ سیرِ ذبح بڑھے افسرانِ کیں (۲) قاتل کئی کھڑے ہوئے آ کر قریں
کوئی پکارا ہاں کوئی بولا ابھی نہیں اب دیر کیا ہے سجدے میں کہ لینے دو جبیں
آواز دی عمرؔ نے ہے گردن ڈھلی ہوئی
قاتل پکارا آنکھ ابھی ہے کھُلی ہوئی

سب تھم گئے مگر نہ تھما شمرِ بدشیم (۳) سر پیٹنے کی جا ہے رکھا اُس جگہ قدم
سینہ دبا تو اور بھی تڑپے شہِ اُمم شور و فغاں سُنا اِسی حالت میں دمبدم
قاتل سے پوچھا دیکھ کدھر غُل یہ ہوتا ہے
ہے ہے حسینؑ کہہ کے کوئی رَن میں رُوتا ہے

وہ بولا کوئی ہو گا میں دیکھوں بھلا کدھر (۴) اب تیغ پر نگاہ ہے شہ رگ پہ ہے نظر
ہاں جب سوار ہونے لگا تھا میں سینہ پر سیدانی ایک نکلی تھی خیمے سے ننگے سر
اِس دم ہماری فوج میں تو عید ہوتی ہے
مجھ کو یقین ہے یہ وہی بی بی رُوتی ہے

شہ بولے اور کوئی نہیں یہ بہن بہن (۵) عاشق بہن حسینؑ کی تشنہ دہن بہن
بھولی ہمارے پیار میں ماں کا چلن بہن بلوہ کہاں کہاں یہ مری خستہ تن بہن
قاتل پکارا آگے بھی باہر یہ آئی تھی
شہ بولے جب سناں علی اکبرؑ نے کھائی تھی

آگے ہے وہ مقام کہ غش ہونگے مومنیں (۶) یہ سامنے حسینؑ ہیں وہ زینبؑ حزیں
گردن پہ تیغ دل میں سناں سینہ پر لعیں زینبؑ یہ حال دیکھتی ہے اور بس نہیں
نامحرموں کا دھیان نہ پردے کا ہوش ہے
یہ سب لہو کا جوش ہے اُلفت کا جوش ہے

وہ رونا بے کسی کا وہ گھبرانا یاس کا (۷) وہ تھرتھرانا دل کا وہ اڑنا حواس کا
کہنا بلک بلک کے یہ کلمہ ہراس کا اے شمرؔ واسطہ علی اصغرؑ کی پیاس کا
لِلّٰہ تین روز کے پیاسے کو چھوڑ دے
صدقہ نبیؐ کا اُن کے نواسے کو چھوڑ دے

تھم جا خدا کو مان حبیبِ خدا کو مان (۸) زہراؑ کو مان حضرتِ مشکل کُشا کو مان
سوگند فقر و فاقہ آلِ عباؑ کو مان اپنی رسولؐ زادی کی تو التجا کو مان
سارے بزرگ مر گئے مجھ بدنصیب کے
میرا کوئی نہیں ہے سوا اِس غریب کے

اے شمرؔ پاس بھائی کے آؤں جو تو کہے (۹) زخموں سے جلتی ریت چھُڑاؤں جو تو کہے
چادر بدن کے نیچے بچھاؤں جو تو کہے بے کل ہے سر میں آ کے اُٹھاؤں جو تو کہے
پانی تو یاں ملے گا نہ زہراؑ کی جائی کو
آنسو چھڑک کے ہوش میں لاؤں گی بھائی کو

سونپا کسے بہن کو میں پوچھونگی بھائی سے (۱۰) پردیس میں بچھڑتے ہو زہرا کی جائی سے
یہ بے خطا ہے پوچھ لے ساری خدائی سے دعویٰ ہے کیا تجھے مری ماں کی کمائی سے
کچھ قرض ہو تو بیچ کے گھر کو ادا کروں
سمجھاؤں کس طرح تجھے میں آہ کیا کروں

اے شمرؔ میں گلے سے لگا لوں تو ذبح کر (۱۱) بھائی سے مل کے خیمہ میں جا لوں تو ذبح کر
کچھ درد اپنے دل کا سُنا لوں تو ذبح کر سیّد کو قبلہ رُو میں لِٹا لوں تو ذبح کر
پانی تو بھوکے پیاسے کو اے بدخصال دے
ہے وقتِ ذبح آنکھوں پہ کپڑا تو ڈال دے

اے شمر تجھ کو خالقِ اکبر کا واسطہ (۱۲) اے شمر تجھ کو روحِ پیمبر کا واسطہ
اے شمر تجھ کو حیدرِ صفدر کا واسطہ　　اے شمر تجھ کو ننھے سے اصغر کا واسطہ
للہ کر نہ ذبح شہِ مشرقین کو
میں بھیک مانگتی ہوں مجھے دے حسینؑ کو

یہ کہتے کہتے سست ہوئی دم الٹ گیا (۱۳) سر پیٹتی یہ رہ گئی سر شہ کا کٹ گیا
یوں لاش پر گری کہ جگر سب کا پھٹ گیا　　باہیں گلے میں ڈال کے لاشہ لپٹ گیا
ماں کی طرح سے تھی عاشقِ شاہِ زمن بہن
یہ بھائی بھائی کہتی تھی لاشہ بہن بہن

مرثیہ ۸۴

شہادت امام حسین علیہ السلام

کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو (۱) کس تشنہ لب کے حصہ میں آئی ہے آبرو
ایمان کس کی خاک پہ لائی ہے آبرو　　آنسو کی کس کے غم نے بڑھائی ہے آبرو
کس پیاسے کے تعلق میں ہمیں شور و شین ہے
پوچھا جو نام پیاس پکاری حسین ہے

دریا پہ ابنِ فاطمہ کو لے گئی ہے پیاس (۲) چلو بھرا تھا پانی سے لائے جو منہ کے پاس
ہے ہے حصین نے کیا مہماں کا کچھ نہ پاس　　مارا دہن پہ تیر بھرا خون سے لباس
دریا سے نکلے پیاس کا غم ٹالتے ہوتے
مقتل میں آئے منہ سے لہو ڈالتے ہوتے

زینبؑ پکاری ہائے چھدا تیر سے دہن (۳) کیا پانی نوش کرتے تھے اے سرورِ زمن
ہاتھوں پہ منہ کو رکھ کے کیا شہ نے یہ سخن　　ظالم کو تیر مارنا تھا مارا اے بہن
بھائی کی پیاس یاد تھی لب تر کیا نہ تھا
چلو میں ہم نے پانی لیا تھا پیا نہ تھا

یہ کہتے تھے کہ بلوہ ہوا اہلِ شام کا (۴) اور لوٹنا حسینؑ پہ وہ فوجِ خام کا
چلّایا نام لے کے عمر خاص و عام کا　　اے مرحبا یہ حملہ کیا تم نے کام کا
ہاں میرے رستمو نہ اماں دو حسینؑ کو
نوکوں پہ برچھیوں کی اٹھا لو حسینؑ کو

امڈیں علیؑ کے لال پہ فوجوں کی بدلیاں (۵) اور سر پہ کوندنے لگیں تیغوں کی بجلیاں
وہ سامنے سے تیر وہ پہلو سے برچھیاں　　وہ انتہا کی پیاس وہ گردش میں پتلیاں
کیا ذقت تھا کہ بھولے تھے سب کردگار کو
ہم تم تھے یادگارِ فاطمہؑ کے یادگار کو

طاقت ہوئی جو طاق شہِ دیں پناہ کی (۶) حسرت سے سوئے گنجِ شہیداں نگاہ کی
راکب کو ذوالجناح نے دیکھا اور آہ کی　　رو کر حسینؑ بولے جو مرضی الٰہ کی
درد و الم کی کس سے طلب داد کیجئے
بولا وہ بے زبان کچھ ارشاد کیجئے

شفقت سے ہاتھ گھوڑے کی گردن پہ ڈال کر (۷) بولے ہیں کچھ آنکھوں سے آتا نہیں نظر
گھوڑے تو چل کے گنجِ شہیداں میں غور کر　　آرام کرتے ہیں علیؑ اکبر مرے کدھر
اے اسپِ باوفا مرے دل کو قرار دے
عاشق کو چل کے ان کے برابر اتار دے

(۸) گھوڑا قدم قدم سوئے مقتل ہوا رواں — یعنی نہ شہ کے جسم کو ہو صدمۂ نہاں
اِک نوجواں کی لاش پہ ٹھہرا وہ ناگہاں — بُو سُونگھ کر حسینؑ پکارے یہی ہے لاں
بیٹھا جو ذوالجناح کہ آپ اتریں زین سے
دو ہاتھ کانپتے ہوئے نکلے زمین سے

(۹) ہاتھوں کے ساتھ آئی یہ آواز ناگہاں — ہے ہے یہ گہرے زخم یہ گرمی ہے الاماں
آکر سنبھالتے نہیں عباسؑ ہیں کہاں — آؤ ہماری گود میں آؤ نثار ماں
مر کر بھی ہم جُدا نہیں پیارے کے ساتھ ہیں
دادی یہ تیرے پالنے والی کے ہاتھ ہیں

(۱۰) اِن ہاتھوں کا ملا جو سہارا حسینؑ کو — گھوڑے نے بے تکان اُتارا حسینؑ کو
نیزہ سناں نے دوڑ کے مارا حسینؑ کو — پھر تو رہا نہ ضبط کا یارا حسینؑ کو
جلتی زمیں پہ غش کی ساعت پڑے رہے
جلاد گرد تیغوں کو کھینچے کھڑے رہے

(۱۱) لو مومنو لرزتا ہے اب دشتِ کربلا — لو غش ہوا بتولؑ کی آغوش کا پلا
لو شمرِ ذبح کرنے کو مظلوم کے چلا — لو اب چھری ہے اور نبیؐ زادے کا گلا
بیٹھے ہوئے نہ نکلی مگر اب نکل پڑی
مُنہ ڈھانپو اے حسینیو زینبؑ نکل پڑی

(۱۲) دوڑی بلک کے اور گری دخترِ علیؑ — رو کر کہا حسینؑ حسینؑ اور اخی اخی
مشتاق بولنے کا ہوا نا تبِ علیؑ — پر لب ہلا کے رہ گئے ایسی تھی تشنگی
اس بے کسی سے مُڑ کے بہن پر نگاہ کی
غش ہو گئی نواسی رسالت پناہ کی

(۱۳) آیا جو ہوش بولی پیمبرؐ کا واسطہ — آئی بہن جواب دو حیدرؑ کا واسطہ
خیر النساءؑ کا واسطہ شبّرؑ کا واسطہ — اے بھائی بے زبانِ اصغرؑ کا واسطہ
بھیّا اُٹھو چلو تمہیں بھابی بُلاتی ہیں
پیچھے سکینہؑ جان بھی وہ روتی آتی ہیں

(۱۴) یہ بین کر کے مُنہ پہ ملا مُنہ کو بار بار — بھائی کو لے کے گود میں بیٹھی وہ بیقرار
بولی کہ سر کو سینہ پہ رکھ دو بہن نثار — ہے ہے تمام ہوتا ہے بھائی بہن کا پیار
ہے ہے اخی کے سر سے بدن کی جُدائی ہے
بھائی سے بے نصیب بہن کی جدائی ہے

(۱۵) خنجر کمر سے کھینچ کے شمرِ شقی بڑھا — اتنا ہی بس ہے رونے کو آگے کہوں میں کیا
لیکن نہ اس جفا پہ بھی زینبؑ ہوئی جُدا — شہ نے کہا بہن تری اُلفت کے میں فدا
جس طرح سنبھلے اپنا کلیجہ سنبھال لو
اب تو گلے سے بھائی کے باہیں نکال لو

(۱۶) یہ سُن کے خیمہ گاہ کو وہ خستہ دل گئی — یاں تیغ بوسہ گاہِ پیمبرؐ سے مل گئی
پہلے نجف میں قبرِ یداللہ ہل گئی — تا عرش فاطمہؑ کی فغاں متصل گئی
کیا دیکھتی ہے مڑ کے اُدھر خواہرِ حسینؑ
خولی چڑھا رہا ہے سناں پر سرِ حسینؑ

مرثیہ ۸۵

شہادت امام حسین علیہ السلام

(۱)
جب کہ تیروں سے بدن شاہ کا غربال ہوا — جانِ زہراؑ و محمدؐ کا عجب حال ہوا
خون سے ملبوسِ رسولِ عربی لال ہوا — جاں بلب پیاس سے وہ صاحبِ اقبال ہوا
غل تھا اب کوئی نہیں شاہؑ کے غمخواروں میں
گھیر لو فاطمہؑ کے لال کو تلواروں میں

(۲)
تشنہ و بیکس و بے پر ہیں جنابِ شبیرؑ — زخم بازو پہ ہیں اب کھینچ نہ سکے گی شمشیر
علی اکبرؑ کے جواں مرنے سے حالت ہے تغیر — ہاں برابر سے چلیں برچھیاں اور دور سے تیر
ٹکڑے زہراؑ و پیمبرؐ کا جگر ہووے گا
اب علمدار نہیں جو سپر ہووے گا

(۳)
چار جانب سے ستم گار سمٹ کر آئے — کتنے پہلو کی طرف کھینچ کے خنجر آئے
برچھیاں تول کے خونخوار برابر آئے — ایک پیاسے کے لئے لاکھ ستم گر آئے
شور تھا ابنِ یداللہ کو مہلت نہ ملے
مارے تلواروں کے دم لینے کی فرصت نہ ملے

(۴)
برچھی چلتی تھی اُدھر سے تو اِدھر سے تلوار — اک بدن چاند سا اور تیروں کی پیہم بوچھار
تھم گئی تیغ تو پہلو پہ ہوئے نیزوں کے وار — سرِ پُرنور بھی مجروح تھا سینہ بھی فگار
زخم کھا کھا کے کبھی شکرِ خدا کرتے تھے
اور کبھی اُمتِ عاصی کی دعا کرتے تھے

(۵)
دل سے فرماتے تھے ہر دم کہ نہ گھبرائے دل — طے ہوئی جاتی ہے اب عمر تلک یہ منزل
حل نہ ہو کوئی جہاں میں نہیں ایسی مشکل — ہاں فراموش نہ ہو یادِ خدائے عادل
سب شہیدوں سے مرا مرتبہ برتر ہو جائے
آج اگر صبر و رضا سے یہ مہم سر ہو جائے

(۶)
مجھ سے افضل تھے زمانے میں مرے جد و پدر — دُرِ دندانِ محمدؐ پہ چلے تھے پتھر
سب کو پہلوئے شکستہ کی ہے اماں کی خبر — سجدۂ حق میں دو پارہ ہوا فرقِ حیدرؑ
ہو گیا زہرِ ستم سے دلِ شبرؑ ٹکڑے
ہم نے دیکھے تھے کلیجے کے بہت سے ٹکڑے

(۷)
راہِ معبود میں سب سہل ہے یہ رنج و محن — سرفرازی ہے جو خنجر سے کٹے گی گردن
حشر تک سب کی زبانوں پہ رہے گا یہ سخن — صاف شبیرؑ میں تھا اپنے بزرگوں کا چلن
صابر ایسا ہو پیاسا ہو تو ایسا ہووے
ایسے نانا کا نواسا ہو تو ایسا ہووے

(۸)
دل سے فرما چکے جس دم یہ شہِ عرش سریر — عرض کی خالقِ اکبر سے کہ اے حیّ و قدیر
ہے ترے لطف و عنایات کا طالب شبیرؑ — صبر اور شکر سے گذرے یہ مرا وقتِ اخیر
جلد گردن پہ رواں خنجرِ بُرّاں ہو جائے
مشکلِ ذبح بھی شبیرؑ پہ آساں ہو جائے

(۹)
حلق پہ تیغ ہو اور سینے پہ ہوئے جلاد — ہے یہ اُمید کہ اس دم بھی نہ بھولے تری یاد
نہ غمِ اہلِ حرم ہو نہ خیالِ اولاد — کان تک میرے سکینہؑ کی نہ پہنچے فریاد
دھیان بیٹے کا نہ بیٹی کا نہ ہمشیر کا ہو
ذکر تسبیح کا تہلیل کا تکبیر کا ہو

نکلیں خیمہ سے جو بیدانیاں کھولے ہوئے سر (۱۰) سر اُٹھا کر ترے سجدے سے میں دیکھوں اُدھر
کوئی لڑکی جو کہے ہائے پدر ہائے پدر — محو ایسا ہوں کہ مطلق مجھے ہووے نہ خبر

قیدِ اعدا میں ید اللہ کی جائی ہووے
میرے مولا مگر اُمت کی رہائی ہووے

بندۂ بے کس و مجبور ہوں اے یارِ خدا (۱۱) سر پہ نانا ہیں نہ بابا ہیں نہ اماں زہراؑ
نہ علمدار نہ لشکر نہ عزیز و رُفقا — ایک فرزندِ جواں تھا سو کیا تجھ پہ فدا

جسم سر تا بہ قدم خوف سے تھراتا ہے
درِ دولت پہ تہی دست حسینؑ آتا ہے

یہ دعا کرتے تھے حضرت کے لگا سینہ پہ تیر (۱۲) ڈگمگانے لگے گھوڑے پہ جنابِ شبیرؑ
نکلے دل تھام کے مرقد سے شہِ خیبر گیر — آئی زہراؑ کی صدا ہائے مرے ماہِ منیر

تیر کو چاند سے سینے سے نکالے کوئی
ارے لوگو مرے بچے کو سنبھالے کوئی

پرزے پرزے ہے بدن تیغوں سے سارا ہے ہے (۱۳) تیر اسینے پہ مرے لال کے مارا ہے ہے
تھر تھراتا ہے فرش پہ مرا پیارا ہے ہے — خاک پہ گرنہ پڑے عرش کا تارا ہے ہے

مر گئے سب علی اکبرؑ نہیں عباسؑ نہیں
آخری وقت ہے اور کوئی ترے پاس نہیں

سُن کے زہراؑ کی صدا پیٹتے تھے اہلِ حرم (۱۴) اس طرف قبلۂ عالم کا عجب تھا عالم
ہاتھ سے چھٹ گئی تھی باگ رکابوں سے قدم — کبھی گھوڑے پہ سنبھلتے تھے کبھی ہوتے تھے خم

گیسو اُن چاند سے رُخساروں پہ بل کھاتے تھے
پیچ عمامہ کے کٹ کٹ کے کھلے جاتے تھے

چاک تھا جوں گلِ صد برگ تنِ پاک امام (۱۵) تیر یوں تن پہ لگے تھے کہ نہاں تھا اندام
زخمی ہاتھوں سے سنبھالی نہ گئی جبکہ حسام — عصر کے وقت گرے خاک پہ گھوڑے سے امام

ہل گیا عرش زمیں خوف سے تھرانے لگی
ہائے شبیرؑ کی جنگل سے صدا آنے لگی

عمرِ سعدؔ نے تب شمرؔ ستم گر سے کہا (۱۶) تو بہادر ہے دلاور ہے یہ ہے کام ترا
دن ہے کُل چار گھڑی ہوتے خدا جانے کیا — ہاں سرِ سبطِ نبیؐ کاٹ کے جلدی لے آ

لُوٹنے کو ہمیں ناموس کے جانا ہے ابھی
مسندِ احمدِؐ مُختار جلانا ہے ابھی

تیز کرتا ہوا خنجر کو بڑھا وہ سفاک (۱۷) دشتِ آفت کی زمیں ہل گئی کانپے افلاک
یک بیک چونک پڑے خوف سے مُردے تہِ خاک — احمدؐ و حیدرؑ و زہراؑ نے گریبان کئے چاک

لحدِ پاک سے روتے ہوئے شبرؑ نکلے
پیٹتے اہلِ حرم خیمے سے باہر نکلے

ذبح کرنے کو جو مظلوم کے ظالم آیا (۱۸) غش میں تھا خاک پہ زہراؑ و علیؑ کا جایا
جُھک کے جب تیغ کو گردن کے برابر لایا — کھول کر آنکھوں کو شبیرؑ نے یہ فرمایا

جانتا ہے کہ محمدؐ کا نواسا ہوں میں
پانی پلوا کے گلا کاٹ کہ پیاسا ہوں میں

ذبح حیواں میں یہ ہے حکمِ رسولِؐ دوسرا (۱۹) جانور کو بھی کرو ذبح نہ بھوکا پیاسا
میں وہ ہوں بیکس و مظلوم و غریب و تنہا — تین دن سے جسے قطرہ نہیں پانی کا ملا

ٹھہر اک دم مجھے سجدہ تو ادا کرنے دے
واسطے اُمتِ عاصی کے دُعا کرنے دے